

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان



۷۸۶

۹۳۱۱۰

یا صاحب الزماں اور سکتی



لیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رشوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit II,

Latifabad, Hyderabad

Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl

sabeelesakina@gmail.com

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ
”اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی“

فضائل صحابہ و اہل بیت ﷺ

مصنف

پیر طریقت، راہبر شریعت، مفکر اسلام حضرت
علامہ سید شاہ تراب الحق قادری
دامت برکاتہم العالیہ



افکار اسلامی

اسلام آباد، کراچی
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب	فضائل صحابہ و اہل بیت ﷺ
مصنف	بیر طریقت علامہ سید شاہزاد ابوالحق قادری البیہونی دامت برکاتہم العالیہ
مرتب	حافظ قاری محمد آصف قادری
پروف ریڈنگ	حافظ قاری محمد عارف قادری
معاونین	عمران جاوید قادری، شاہد علی قادری (اسلام آباد)
.....	محمد رئیس قادری، محمد اشرف قادری (کراچی)
تاریخ اشاعت	محرم الحرام ۱۴۴۷ھ / فروری ۲۰۰۶ء
ناشر	افکار اسلامی (اسلام آباد، کراچی)

﴿ ملنے کے چتے ﴾

- ☆..... مکتبہ انوار القرآن، مین مسجد، مصلح الدین گارڈن، کھارادر، کراچی
- ☆..... مکتبہ افکار اسلامی، جامع مسجد کنز الایمان، آئی ٹی ون، اسلام آباد
- ☆..... ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، اردو بازار لاہور
- ☆..... حنفیہ پاک پبلی کیشنز، نزد بسم اللہ مسجد، کھارادر، کراچی
- ☆..... مکتبہ قادریہ، داتا دربار مارکیٹ، نزد دستا ہوٹل، لاہور

فہرست

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
	سیدنا عمر فاروق ؓ		تقاریر علمائے کرام
	فضائل عمر ؓ قرآن میں		پیش لفظ
	موافقات سیدنا عمر ؓ		صحابہ کون ہیں؟
	موافقات اور فراموشی عمر ؓ		شانِ صحابہ ؓ، قرآن میں
	فضائل عمر ؓ احادیث میں		صحابہ کرام کے لیے مغفرت
	سیدنا عمر ؓ اور علم دین		مومنوں کی تین اقسام
	آپ کے اسلام کی دعا		صحابہ گناہ سے محفوظ ہیں
	آپ سے شیطان ڈرتا ہے		شانِ صحابہ احادیث میں
	فضائل ابو بکر ؓ قرآن میں		صحابہ کے متعلق خدا سے ڈرو
	فضائل ابو بکر ؓ احادیث میں		صحابہ کے طفیل رحمتیں
	فضائل کے لیے عمر ؓ نوح علیہ السلام		سیدنا ابوبکر صدیق ؓ
			ؓ
	اگلی محبت ایمان کی علامت		فضائل ابو بکر ؓ قرآن میں
	سیدنا عثمان غنی ؓ		آپ کی صحابیت کا منکر کافر
	فضائل عثمان ؓ قرآن میں		آپ سب سے افضل ہیں
	اے اطمینان والی جان!		فضائل ابو بکر ؓ احادیث میں
	فضائل عثمان ؓ احادیث میں		آپ حضور ﷺ کے محبوب
	فرشتے بھی حیا کرتے ہیں		سب سے افضل کون ہے؟
	یہ جو کریں، کوئی گناہ نہیں		آپ کو اللہ کے حکم سے امام بنایا
	چالیس بیٹیاں ہوتیں تو!		سب سے بہادر کون؟
صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
	اہل بیت اطہار کون؟		خلافت کی قمیص نہ اتارنا
	فضائل اہل بیت قرآن میں		اثرات کی حقیقت
	آیت تطہیر اور احادیث		حضور ﷺ کا علم غیب
	قربت داروں کی محبت		سیدنا علی مرتضیٰ ؓ
	آل پر بھی درود بھیجو		فضائل علی ؓ قرآن میں

بلیت اطہار ﷺ کا ایثار

سینوں سے کیئے نکال لیے

ولی کا معنی خلیفہ نہیں ہو سکتا

فضائل علی ﷺ، احادیث میں

ابو تراب تو یہی رنام ہے

علی ﷺ مجھ سے ہیں اور!

محبت میں غلو کرنے والا

آپ کا چہرہ دیکھنا عبادت

معجزہ رؤا القدس

منافق میں چار کی محبت نہیں

علی ﷺ مومنوں کے دوست

فضائل عشرہ مبشرہ

جہنم کی جھک نہ سنیں گے

فضائل عشرہ، احادیث میں

خلفائے اربعہ کے اوصاف

عنوانات

سوار بھی بہت خوب ہے!

جنتی جوانوں کے سردار ہیں

ان سے نفی رکھنے والا جہنمی

سجدے طویل فرما دیے

ابن زیاد نے چھڑی ماری

دیگر اہلبیت کہ فضائل

سیدنا عباس و ابن عباس رضی اللہ عنہما

سیدنا حمزہ بن عبد المطلب ﷺ

سیدنا جعفر و ابن جعفر رضی اللہ عنہما

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

اگلی شان میں قرآنی آیات

حیات النبیاء بعد از وصال

عیسائیوں سے مباہلہ

حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں

اللہ کی رسی، بلیت ہیں

حب علی ﷺ اور بغض صحابہ؟

فضائل بلیت، احادیث میں

لولا دو تین چیزیں سکھاؤ

محبت بلیت، کشتی نوح ﷺ

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

مومنہ عورتوں کی سردار ہیں

اس کی ناراضگی میری ناراضگی

عورت کے لیے سب سے بہتر

جنتی عورتوں کی سردار ہیں

اہل محشر! اپنی نگاہیں جھکا لو

سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما

ان سے محبت مجھ سے محبت ہے

عنوانات

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا

تحد و ازواج کی حقیقت

خلافت راشدہ قرآن میں

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا لشکر، اللہ کا لشکر

حضور ﷺ کی انعامات

تمکین اور اقامت دین

مردین سے پہلا جہاد

عظیم خوزیر جنگ، جنگ یمامہ

مہاجرین صحابہ کی صداقت

کھیتی کے چار مراحل

صفحہ

صفحہ

ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش

عنوانات

صفحہ

خلافت، آسمانی کتب میں

من کنت مولاه فعلی مولاه

آپ کی ہارون علیہ السلام سے تشبیہ

حدیث قرطاس کی تشریح

حضور کیا لکھوانا چاہتے تھے؟

خلیفہ بلا فصل کون؟

مسئلہ فذلک کی حقیقت

حدیث "لا نورث" کے راوی

کیا سیدہ ناراض ہوئیں؟

کیا علی رضی اللہ عنہ نے بھی ظلم کیا؟

سیدنا علی کب بیعت ہوئے؟

چند شبہات کا ازالہ

سبائی فتنہ کی ابتدا

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

آپ کی فضیلت میں احادیث

علی رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں

حضور ﷺ کی سلطنت شام میں

خلافت راشدہ میں سال ہوگی

علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر روئے

لام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

خلافت شیخین کی خوشخبری

خلافت راشدہ حقیقت میں

صحابہ کا اجتماع حجت ہے

خلیفہ بلا فصل، ابو بکر رضی اللہ عنہ

خلافت کی ترتیب

خلافت کا زیادہ مستحق کون؟

خدا کے حکم سے لام بتایا

عنوانات

صفحہ

مشاجرات صحابہ کرام

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ

لام پاک رضی اللہ عنہ اور یزید پلید

یزید فاسق و فاجر تھا

مدینہ منورہ پر یزیدی حملہ

مکہ مکرمہ پر یزیدی حملہ

کیا یزید مغفور ہے؟

پہلے لشکر میں یزید نہیں تھا

یزید کس حدیث کا مصداق؟

حدیث میں یزیدی فتنہ کی خبر

امت کی ہلاکت کا مہم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا

صحابہ کی باہم محبت

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ و سیدنا علی رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ و سیدنا علی رضی اللہ عنہ

عمر رضی اللہ عنہ نہیں تو علی رضی اللہ عنہ راضی نہیں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور عظمت شیخین

حضرات شیخین و ائمہ ہدایت

لام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

تقریظ جلیل

استاذ العلماء علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ
سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(الصلوة والسلام) علی رسولہ (الکرم)

ایک مسلمان کے لیے مرکزِ محبت و اطاعت اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے۔ اس کے حکم کی بناء پر تمام مخلوق سے زیادہ محبت، عقیدت اور اطاعت اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

”تم فرماؤ، اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ، اور تمہاری کمائی کے مال، اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے، اور تمہارے پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) لائے، اور اللہ فاسقوں کو راہ (ہدایت) نہیں دیتا۔“ (انبیاء: ۲۳، کنز الایمان)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَتَىٰ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

”تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُسے اُسکے والد، اُس کی لولا اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔“ (متفق علیہ)

حضور ﷺ کے بعد چونکہ جس مخلوق سے بھی محبت کی جائے گی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے تعلق اور نسبت کی بناء پر ہوگی، اس لیے ایک مسلمان کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے بعد سب سے مقدس ہستیاں اہل بیت کرام اور صحابہ کرام ﷺ کی ہیں۔ اہل سنت و جماعت دونوں سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں اور رکھنی بھی چاہیے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

اہل سنت کا ہے چیزِ اُپارِ اصحاب حضور ﷺ

نجم ہیں اور ناؤ ہے عزت رسول اللہ کی ﷺ

پیش نظر کتاب ”فضائل صحابہ اہل بیت“ اہل سنت و جماعت کے نامور عالم، مبلغ اسلام، پیر طریقت حضرت مولانا سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف لطیف ہے، جس میں انہوں نے بڑے عمدہ انداز میں صحابہ و اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل و مناقب بیان کیے ہیں اور اختلافی مسائل میں اہل سنت و جماعت کا موقف بھی بیان کیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جوابات کی ہے باحوالہ کی ہے۔ مختصر یہ کہ یہ ایک ایمان افروز کتاب ہے جس کا مطالعہ ہر مسلمان کو کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا فیضِ نادیر اور دور دراز تک جاری و ساری رکھے، آمین یا رب العالمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیلنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

محمد عبدالحکیم شرف قادری

لاہور

۵ ذوالحجہ ۱۴۲۶ھ

۶ جنوری ۲۰۰۶ء

تقریظ جلیل

مفسر قرآن علامہ مفتی عبدالرزاق چشتی، محترم الوئی، مدظلہ
شیخ الحدیث جامعہ صاعنیہ مہر العلوم راولپنڈی
☆☆☆☆

الحمد لله سائر العیوب وغافر الذنوب وقابل التوب والیہ توب والمصلوة والسلام علی سیدنا محمد المحبوب وعلی آلہ واصحابہ الملمین

جاهلوا فی سبیل اللہ یا موالہم وانفسہم وما مسہم من لغوب اما بعد

فادعوا ذی اللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا يَسْـَٔوْا۟ مِنْكُمْ مَّنْ اَنفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلْ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِيْنَ اَنفَقُوْا مِنْۢ بَعْدِ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌۭ (الحج: ۱۰)

"اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا وارث (مالک) اللہ ہی ہے۔ تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔"

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ)

اس آیت کریمہ سے بہت واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تمام صحابہ کرام سے جنت کا وعدہ ہے ہاں البتہ جن صحابہ کرام نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا ان کا مرتبہ بلند ہے بسبب ان صحابہ کرام کے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا۔

خیال رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرات ہیں جنہوں نے حالت ایمان میں نبی کریم ﷺ کی صحبت اختیار کی ہو، یعنی آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا ہو اور حالت ایمان پر ہی دنیا سے رخصتی حاصل ہو۔

لہذا مطلقاً صحابہ کرام کا لفظ جب بولا جائے گا تو وہ تمام صحابہ کرام کو شامل ہوگا، اسی کے ضمن میں اہل بیت اطہار بھی آئیں گے اور خلفائے راشدین بھی، تاہم بالخصوص خلفائے راشدین اور اہل بیت کے فضائل بھی احادیث مبارکہ میں موجود ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ اصحابی کالنجوم ہابہم اقلہم اشدہم۔

(رواہ ترمذی عن مر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جن کی بھی اتنا کمرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال وهو اصعب باب الكعبة سمعت النبی يقول الا ان مثل اهل بيبي فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا ومن تخلف عنها هلك۔

(رواہ احمد، مشکوٰۃ باب مناقب اہل البیت)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کے دروازے کو پکڑے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا، خبردار! بیشک میرے اہل بیت تم میں اس طرح ہیں جس طرح نوح علیہ السلام کی کشتی تھی۔ جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا، اور (کفر کی وجہ سے) پیچھے ہٹا رہا وہ ہلاک ہو گیا۔

فكذلك من النعم محبتهم ومنابعتهم نجا في الدارين والا فهلك فيهما۔

(مرقاۃ ج ۱ ص ۳۹۹)

اسی طرح جس نے اہل بیت کی محبت کو لازم پکڑا اور ان کی تابعداری کی وہ دونوں جہانوں یعنی دنیا و آخرت میں نجات پا گیا، اور جس نے اہل بیت سے محبت نہ کی اور ان کی تابعداری نہ کی تو وہ دونوں میں ہلاک ہو گیا۔

”ولو كان يفرق المال والنجاة واحدهما“ اس کے مال خرچ کرنے اور اس کے مرتبہ و جاہت کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

وحسنه الصغاني في كشف الحجاب شبه الدنيا بما فيها من الكفر والضلالات والبدع والمجالات والا هواء الزائفة ببحر لحي يغشاها موج من فوقه موج من فوقه سحاب ظلمات بعضها فوق بعد وقد احاط باكافه واطرفه الارض كلها وليس منه خلاص ولا عناص الا تلك السفينة وهي محبة اهل بيت الرسول وما احسن انضمامه مع قوله مثل اصحابي مثل النجوم من القدي يشي منه اهتدى۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۴۰۰)

علامہ صفانی رحمہ اللہ نے کشف الحجاب میں بہت خوب بیان کیا ہے کہ دنیا اور اس میں پائی جانے والی گمراہیاں اور کفر، بدعات اور جہالتیں اور غلط قسم کی خواہشات کو سمندر سے تشبیہ دی گئی ہے کہ سمندر میں بہت زیادہ طغیانی ہو، موجوں پر موجیں ہوں، اور سخت سیاہ بادل بھی چھائے ہوئے ہوں جنہوں نے زمین کے کناروں کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہو تو اس حالت میں بغیر کشتی اور ستاروں کی راہنمائی کے نجات ممکن نہیں۔ اسی طرح گمراہی سے بچنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کی محبت کی کشتی پر سوار ہونا ضروری ہے، اس کے بغیر کفر و جہالت، گمراہی و بدعات سے چھٹکارا ممکن نہیں۔ اور صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ نے ستاروں کی طرح فرمایا ہے۔

اس سے پتہ چل گیا کہ جب تک ستاروں سے راہنمائی حاصل نہ کی جائے تو کشتی کا کنارے پر پہنچنا ممکن نہیں۔

خوب تر سے خوب ترین:

ونعم ما قال الامام فخر الدين الرازي في تفسيره نحن معاشر اهل السنة بحمد الله وكينا سفينة محبة اهل البيت واهل بيها بنجم هدى اصحاب النبى فخرجوا للنجاة من احوال القيامة ودركات الجحيم والهداية الى مايو جب درجات الجنان والنعيم المقيم۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۴۰۰)

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں کیا خوب فرمایا ہے کہ ہم اہل سنت و جماعت، پھر اللہ محبت اہل بیت کی کشتی پر سوار ہیں، اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام جو ستاروں کی طرح ہیں، ان سے ہدایت حاصل کر رہے ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں قیامت کی ہولناکیوں سے نجات حاصل کرنے کی، اور جہنم کے مقامات سے بچنے کی، اور امید رکھتے ہیں جنت کے اعلیٰ مقامات کو حاصل کرنے کی اور دائمی نعمتوں کے حصول کی۔

وعن عبد الله بن مغفل قال قال رسول الله ﷺ الله الله في اصحابي لا تتخلوهم غرضا من بعدى فمن احبهم فاحبى احبهم ومن ابغضهم فببغضى ابغضهم ومن اذاهم فقد اذانى ومن اذانى فقد اذى الله ومن اذى الله فبوشك ان ياحلله۔ (رواہ ترمذی، مشکوٰۃ ابواب مناقب اصحابہ)

عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو میرے صحابہ کے بارے میں، میرے بعد ان کو مورد طعن و تشنیع نہ بنانا۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ہی ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ہی ان سے بغض رکھا، اور جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی، جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گرفت میں لے لے۔

وعن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ احبوا الله لما يخلوكم من نعمة وحيونى لحب الله وحيوا اهل بيته لحيي۔ (رواہ ترمذی، مشکوٰۃ ابواب مناقب اہل بیت النبی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کہ اس نے نعمت کا رزق عطا کر رکھا ہے، اور اللہ کی محبت کی وجہ سے میرے ساتھ محبت رکھو، اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔

بس ایمان اسی چیز کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت حاصل ہو۔

واتفق اهل السنة افضلهم ابو بكر ثم عمر قال جمهورهم ثم عثمان ثم علي۔ ايلست وجماعت كاتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر اور جمہور صحاب علم کا یہ قول ہے کہ پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

قال ابو منصور البغدادي صاحبنا مجمعون على ان افضلهم الخلفاء الاربعة على الترتيب المذكور ثم تمام العشرة ثم اهل بدر ثم احد ثم بيعة

المريضون ومن له منزلة اهل العقبين من الانصار و كللك السابقون الاولون وهم من صلى الى القبلتين۔

ابومنصور بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہمارے اصحاب کا اس مسئلہ میں اجماع ہے کہ خلفائے راشدین کی جو ترتیب خلافت میں پائی گئی ہے وہی ان کے درجات میں بھی ہے۔ سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکرؓ ہیں وہی سب سے افضل ہیں۔ اور دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ ہیں اور اس لحاظ پر دوسرا مرتبہ آپ کا ہے۔ اور تیسرے مرتبہ پر خلیفہ حضرت عثمانؓ ہیں، اس لحاظ پر تیسرا مرتبہ آپ کو حاصل ہے۔ اور چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ ہیں، اس لحاظ پر آپ کا درجہ چوتھا ہے۔

پھر مرتبہ عشرہ مبشرہ کو حاصل ہے پھر بدر میں شریک صحابہ کرام کا مقام ہے پھر درجہ غزوہ احد میں میں شریک حضرات کا ہے پھر بیعت رضوان والوں کا ہے پھر وہ انصار جنہوں نے عقبہ اولیٰ اور ثانیہ پر بیعت کی پھر السابقون الاولون، یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی۔

واما علیؓ، فخلافة صحابة بالاجماع وكان هو الخليفة في وقته لا خلافة لغيره۔ حضرت علیؓ کی خلافت صحیح ہے اس مسئلہ پر اہل ملت و جماعت کا اجماع ہے۔ جب آپ خلیفہ تھے اس وقت کوئی اور خلیفہ نہیں تھا۔

واما معاويةؓ فهو من العلول والفضلاء والصحابۃ النجباء۔

حضرت امیر معاویہؓ عادل اور فضلاء اور عظیم المرتبت صحابہ کرام سے ہیں۔

صحابہ کرام کے اختلافات پر ارشاد مصطفویؐ:

وعن عمر بن الخطابؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول سألت ربي عن اختلاف اصحابي من بعدى فاحسبوا حسی الى يا محمد ان اصحابك عددي بمنزلة النجوم في السماء بعضها اقوى من بعض ولكل نور فمن اخذ بشئ مما هم عليه من اختلافهم فهو عددي علی ھدی۔ (رواہ زرین، مکتلہ اب مناقب الصحابہ)

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے رب سے میرے بعد میرے صحابہ میں واقع ہونے والے اختلافات کے بارے میں سوال کیا تو رب تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ اے محمد! بیشک تمہارے صحابہ میرے نزدیک اس طرح ہیں جس طرح آسمان پر ستارے ہیں۔ جس طرح ستارے بعض بعض پر قوی ہیں، ایسے ہی تمہارے صحابہ کے بعض کے بعض پر درجات بلند ہو گئے، ہر ایک کو نور حاصل ہو گا۔ جس شخص نے ان میں سے کسی کے قول پر بھی عمل کیا تو میرے نزدیک ہدایت پر ہو گا۔

صحابہ کرام کے اختلافات میں صحابہ کی تین قسمیں ہو گئیں:

جب صحابہ کرامؓ کی آپس میں جنگ ہوئی تو،

فقسم ظهر لهم بالا جهاد وان الحق في هذا الطرف وان مخالفه باغ فوجب عليهم نصرته وقال الباغي عليه فيما اعتقدوه ففعلوا ذاك ولم يكن يحل لمن هذه صفته التأخر عن مساعدته امام العدل في قتال البغاة في اعتقاده وقسم عكس هؤلاء ظهر لهم بالا جهاد وان الحق في الطرف الآخر فوجب عليهم مساعدته وقال الباغي عليه، وقسم ثالث اصبحت عليهم الفضيحة وتجهروا فيها ولم يظهر لهم ترجيح احد الطرفين فاعتزلوا المرفقين وكان هذا الاعتزال هو الواجب في حقهم۔

صحابہ کرام کی جنگوں میں بعض صحابہ کرام نے ایک فریق کو حق پر سمجھا اور دوسرے کو ناحق۔ ان پر واجب ہو گیا کہ وہ حق کا ساتھ دیں، وہ پہلے فریق کے ساتھ ہو گئے۔ اور بعض حضرات نے دوسرے فریق کو حق پر سمجھا اور پہلے فریق کو ناحق سمجھا، ان پر واجب ہو گیا کہ وہ دوسرے فریق کا ساتھ دیں اور پہلے سے دور رہیں۔ اور بعض لوگوں پر مشتبہ رہا، وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ حق پر کون اور ناحق کون ہیں، ان پر واجب ہو گیا کہ وہ کسی ایک کا بھی ساتھ نہ دیں کیونکہ ناحق کا ساتھ دینا ظلم ہے۔

فكلهم معذورون ولهذا اتفق اهل الحق ومن يعتد به في الاجماع على قبول شهادتهم ورواياتهم وكمال عدالتهم ورضى الله عنهم اجمعين۔

تمام صحابہ کرام کو آپس میں جنگوں کے مسئلہ میں معذور سمجھا گیا، اسی مسئلہ پر اہل حق کا اتفاق ہے اور جن حضرات کا شریعت میں اجماع معتبر ہے وہ بھی اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرام کی کواہیاں اور روایات اور کمال عدالت معتبر ہے۔

(ماخوذ از نووی شرح مسلم ج ۲ باب فضائل الصحابة)

اہل علم کی تحقیق سے انحراف کا نتیجہ:

مذکور بالا جو اہل علم کی تحقیق پر مبنی بحث پیش کی، جب اس سے انحراف کیا گیا تو کوئی گستاخ اہل بیت بن گیا اور کوئی گستاخ صحابہ کرام بن گیا۔
 من لم يدخل السفينة كالبحر وج هلك مع الهالكين في اول وهلة ومن دخلها ولم يهتد بنجوم الصحابة كالرواحض ضل ووقع في ظلمات ليس بخارج منها۔

جو اہل بیت کی محبت کی کشتی پر سوار نہ ہوا خارجیوں کی طرح تو وہ ابتدائی مرحلہ میں ہی ہلاک ہو گیا، اور جو کشتی میں تو سوار ہو گیا لیکن محبت صحابہ کرام سے ہدایت حاصل نہ کی جو ستاروں کی طرح ہیں تو وہ راہنویس کی طرح گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکتا ہی رہے گا، اسے نکلنے کی کوئی راہ نظر نہیں آئے گی۔
 اس بھنور سے نکلنے کی راہ:

رواه احمد عن انس مرفوعاً ان مثل العلماء في الارض كمثل النجوم في السماء يهتدي بها في ظلمات البر والبحر فاذا انطمست النجوم اوشك ان تضل الهداة۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۴۰۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مرفوع حدیث بیان کی (یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا) کہ علماء زمین میں اس طرح ہیں جس طرح آسمان میں ستارے ہیں، ستاروں سے ٹھنکی اور تری کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کی جاتی ہے، اگر ستارے بے نور ہو جائیں تو راہنما بھٹک جائیں۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ علماء کرام بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ راست پر لاتے ہیں۔ ان اصحاب علم میں سے ہادی برحق، واصل الی الحق، محبت الحق، (بہر طریقت، راہبر شریعت) حضرت علامہ شاہزاد اب الحق قادری مدظلہ العالی بھی ہیں جو اپنے زہد و تقویٰ اور تحقیق بھری حسین تقاریر سے تو پہلے ہی لوگوں کی راہنمائی فرما رہے تھے، لیکن اب آپ نے تھوڑے سے عرصہ میں بہت بڑا تصنیفی کام کیا ہے۔

اب زہر نظر کتاب "فضائل صحابہ و ہدایت" میں آپ نے صحابہ کرام کی شان اور اہل بیت کی شان قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے تصنیف فرما کر بھٹکی ہوئی دنیا کو راہ راست پر لانے کی عظیم کوشش فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور قارئین کرام کو اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ان کی عاقبت سنور جائے۔ آمین ثم آمین۔

خاکہائے اولیاء کرام و علماء کرام،

عبدالمرزاق بھٹہ الوی عطاری

پیش لفظ

والله اعلم بالصواب (المصدر: مجمع الزوائد) والحمد لله رب العالمين (المصدر: مجمع الزوائد)

تمام تعریفیں اللہ ﷻ کے لیے جس نے ہمیں اپنے محبوب رسول سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے اُمتی ہونے کا اعزاز بخشا اور ہمیں ہدایت اطہار ﷺ کی محبت کی کشتی عطا فرمائی تاکہ اس میں سوار ہو کر ہم دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت کے سمندر میں ڈوبنے سے محفوظ رہیں پھر ہماری راہبری کے لیے صحابہ کرام ﷺ کو آسمان ہدایت کے ستارے بنا دیا تاکہ ہم معصیت و گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے کی بجائے ان ستاروں کی راہنمائی سے منزل مقصود پالیں۔

اُن کے مولیٰ کے اُن پر کروڑوں درود

اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنی تیس (۲۳) سالہ تبلیغی جدوجہد اور تربیتی کاوشوں کے بعد صحابہ کرام ﷺ کی صورت میں ایک ایسی جماعت تیار فرمادی جو بعد میں آنے والی امت کے لیے راہنما اور ہادی بنے اور ان مقدس نفوس پر ہمیشہ اعتماد کیا جائے۔

اگر خدا نخواستہ صحابہ کرام لائقِ اعتماد نہ رہیں تو پھر دین کی کسی چیز پر اعتماد ممکن نہ رہے گا کیونکہ آکا و مولیٰ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی ہر بات ہم تک انہی مقدس نفوس کے ذریعے پہنچی ہے لہذا صحابہ کرام پر عدم اعتماد دراصل دین ہی پر عدم اعتماد ہے۔

ﷻ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے،

”جیسا ہم نے بھیجا تم میں ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرنا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔“ (البقرة: ۱۲۹، کنز الایمان)

اس آیتِ مقدسہ کے اول مخاطبین صحابہ کرام ﷺ ہیں لہذا اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو پاک کر دیا اور انہیں کتاب و حکمت سکھائی۔ صحابہ کرام ﷺ ایسے پاک ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ یہ بہت بڑا اعزاز ہے جو صحابہ کرام ﷺ کو نصیب ہوا کہ قرآن مجید نے دھڑلہ مندی کی گواہی دی، رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ وَرَضُوا عَنْہُ۔

اب جن مقدس نفوس سے رب تعالیٰ راضی ہونے کا اعلان فرمائے اور کوئی یہ کہے کہ ”میں ان سے راضی نہیں ہوں“ (معاذ اللہ) تو کیا یہ رب تعالیٰ سے بغاوت اور دشمنی نہیں؟ حدیثِ قدسی ہے، جس نے میرے کسی ولی سے عدوت رکھی، اُس کے خلاف میرا اعلانِ جنگ ہے۔ (بخاری)

صحابہ کرام ﷺ تو رب تعالیٰ کے ایسے دوست ہیں کہ رب تعالیٰ نے ان سب سے جنت اور مغفرت کا وعدہ بھی فرمایا ہے، وَكَفَّلَا وَغَدَا اللہُ الْمُحْسِنُ۔ اس ضمن میں متعدد آیات مبارکہ اس کتاب میں مذکور ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، رحمہ اللہ نے الاصابہ کے دیباچہ میں امام ابو زرعدرازی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے، ”جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ رسول کریم ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کی تنقیص کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ برحق ہیں، قرآن مجید برحق ہے اور جو دین آکا و مولیٰ ﷺ لائے ہیں، وہ برحق ہے۔ اور یہ سب چیزیں ہم تک صحابہ کرام ﷺ نے پہنچائی ہیں (تو کیا صحابہ کرام ﷺ حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کے گواہ ہیں)۔ اور یہ لوگ ہمارے گواہوں پر جرح و تنقید کر کے کتاب و سنت کو باطل کرنا چاہتے ہیں لہذا یہ لوگ خود جرح و تنقید کے لائق ہیں اور یہ بد مذہب اور زندیق ہیں۔“ (الاصابہ ج ۱: ۱۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آکا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ میری امت کے جس شخص سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں میرے صحابہ کی محبت ڈال دیتا ہے۔ (المصنف المرحوم: ۱۲، ترمذی)

پس حضور ﷺ کی آل، ازواج، اولاد اور اصحاب ﷺ سے محبت، انکی تعظیم اور انکی تعلیمات پر عمل ایمان کی علامات میں سے ہے اور ان سے بغض و عناد، ایمان

واقفیت کی تباہی کا سبب ہے۔ سہل بن عبد اللہ ستیری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے، ”وہ شخص ایمان ہی نہیں لایا جس نے آپ کے اصحاب کی تعظیم نہیں کی۔“
حضور ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے، جب میرے صحابہ کا ذکر ہو رہا ہو تو خاموش رہا کرو یعنی ان کے متعلق اچھی بات کہو ورنہ خاموش رہو۔ (الصواعق الخرقہ: ۳۲۳)

بعض لوگ نہ جانے کیوں صحابہ کرام اور اہلبیت اطہار سے بغض رکھتے ہیں۔ ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”امام حسینؑ صحابی نہیں تھے کیونکہ صحابی ہونے کے لیے حضور ﷺ کے ساتھ ملاقات کے وقت بالغ ہونا شرط ہے۔“ حالانکہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ بالغ ہونے کی شرط مردود ہے۔ امام بخاری، امام احمد اور جمہور محدثین رحمہم کا یہی قول ہے۔ (فتح الباری: ۳)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ امام حسینؑ کے صحابی ہونے کے متعلق فرماتے ہیں، ”چٹک وہ مسلمانوں کے سردار اور علماء صحابہ میں سے ہیں۔“ (البدایہ والنہایہ ۲۰۳:۸)

امام حسنؑ و امام حسینؑ صرف صحابی نہیں بلکہ صاحبِ روایت صحابی ہیں۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں، حسینؑ نے نبی کریم ﷺ سے حدیث روایت کی ہے۔ (الاستیعاب: ۱۲۵)

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی گواہی ملاحظہ کیجیے۔ حسینؑ نے اپنے جد پاک رسول کریم ﷺ سے روایت کی ہے۔ (تہذیب التہذیب ۲: ۲۳۵)

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے بھی سنن میں امام حسینؑ سے حدیث پاک روایت کی ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد امام محمد کے شاگرد امام شافعیؒ فرماتے ہیں،

يَا أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ خُذُوا قُرْصَ "مَنْ اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَهُ

”اے رسول اللہ ﷺ کے اول بیت! تم سے محبت رکھنا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں، جس کو اس نے نازل کیا فرض قرار دیا ہے۔“

يَكْفِيكُمْ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ عَظِيمٍ إِنَّكُمْ مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَوةَ لَهُ

”تمہاری عظمت و شان کے لیے یہی بات کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے، اس کی نماز نہیں۔“ ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا،

إِذَا نَحْنُ فَضَّلْنَا عَلَيْهَا فَإِنَّا زَوَّاهُنَّ بِالْفَضِيلِ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ

”جب ہم نے حضرت علیؑ کی فضیلت کو بیان کیا تو بیشک ہم فضیلت بیان کرنے کی وجہ سے جاہلوں کے نزدیک رافضی ہو گئے۔“

وَفَضَّلْتُ أَيْمَنَ بَنِي إِسْرَءِيلَ إِذَا مَا ذُكِرَتْهُ زَيْدٌ يَنْصَبُ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ لِلْفَضْلِ

”اور جب ہم سیدنا ابوبکرؓ کے فضائل بیان کرتے ہیں تو اس وقت ہم پر ماضی ہونے کا الحرام لگایا جاتا ہے۔“

إِنْ كَانَ رَفَضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ فَلْيُشْهِدِ الْفُلَانُ أَنِّي رَافِضٌ

”اگر آل محمدؑ سے محبت ہی کا نام رافض ہے (جیسا کہ جاہلوں کا گمان ہے) تو دونوں جہان گواہ رہیں کہ بیشک میں رافضی ہوں۔“

زیر نظر کتاب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے تالیف فرمائی اور الحمد للہ! مجھے فقیر کو اس کی ترتیب کی سعادت ملی۔ اگر اہل علم کوئی غلطی پائیں تو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسے درست کیا جاسکے۔ رب تعالیٰ اسے نافعِ خلائق اور ہمارے لیے ذریعہ نجات بنائے، آمین بجا و سید المرسلین۔

کیا بات رضا اُس چشتانِ کرم کی زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

خاکپائے صحابہ و اہلبیت، محمد آصف قادری

صحابہ کون ہیں؟

صحابی کے لغوی معنی ساتھی کے ہیں جبکہ شریعت میں صحابی اُس خوش نصیب کو کہتے ہیں جس نے ایمان و ہوش کی حالت میں رسول کریم ﷺ کا دیدار کیا یا جسے آقا مولا ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی اور پھر ایمان پر اس کا وصال ہوا۔

تمام صحابہ کرام میں سب سے افضل سیدنا صدیق اکبر ﷺ ہیں پھر سیدنا فاروق اعظم پھر سیدنا عثمان غنی پھر سیدنا مولیٰ علی پھر بقیہ عشرہ مبشرہ و حضرات حسنین کریمین، اہل بدر و اُحد، بیعت رضوان والے، بیعت عقبہ والے اور سابقین یعنی وہ صحابہ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، دیگر صحابہ کرام ﷺ سے افضل ہیں۔

تمام صحابہ کرام متقی، عادل اور جنتی ہیں اور ان کا ذکر، خیر عی کے ساتھ کرنا فرض ہے۔ تمام صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر واجب ہے اور کسی بھی صحابی کے ساتھ برا عقیدہ رکھنا بد مذہبی و کفر الہی اور جہنم کا مستحق ہونا ہے کیونکہ قرآن و احادیث میں جا بجا صحابہ کرام کے عادل و متقی ہونے کی اور نفاق سے محفوظ ہونے کی گواہی موجود ہے۔

دنیا کے تمام اولیاء، ابدال، غوث اور قطب بھی جمع ہو جائیں تو کسی صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔
 شان صحابہ قرآن کی روشنی میں:

1- وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (التوبة: ۱۰۰)

”اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے پیچھے نہیں ہیں، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔“ (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں رب تعالیٰ نے ان صحابہ کی شان بیان فرمائی جنہوں نے اس وقت رسول کریم ﷺ کی دعوت حق قبول کی جبکہ اس دعوت کو قبول کرنا پیش از مہاسب و تکالیف کو دعوت دینا تھا۔ اخلاص و استقلال کے ان پیکروں نے محض رضائے الہی کے لیے اپنے گھریاں چھوڑے، اپنے خونی رشتوں کو فراموش کیا اور حق کی سر بلندی کی خاطر اپنی جان تک کی بازی لگا دی۔ رب کریم نے ان نفوسِ قدسیہ کو ان کے متبعین کو بھی یہ اعزاز عطا فرمایا کہ ان سے راضی ہونے کا اعلان فرما دیا، انہیں جنتی ہونے کی خوشخبری دی اور اسے بہت بڑی کامیابی قرار دیا۔ یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سابقین اولین میں سے ہیں۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی دسر فرماتے ہیں کہ ”وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ“ (ان کے پیروکاروں) سے قیامت تک کے وہ ایماندار مراد ہیں جو ایمان و طاعت و نیکی میں انصار و مہاجرین صحابہ کرام کی راہ چلیں۔“ (خزان العرفان)

2- لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (المائدہ: ۱۰)

”تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ درجہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔“ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے البتہ ان صحابہ کرام کو دیگر صحابہ پر فضیلت اور برتری حاصل ہے

جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا اور ان کی راہ میں جہاد کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ان نفوسِ قدسیہ میں بھی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علیؓ نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

3- وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنَبُوْنَهُمْ فِي الثَّلَاثَةِ حَسَنَةً وَلَا جَزَاءَ لَكَ بِهٖمْ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُوْنَ ۝ (النحل: ۴۱)
 ”اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھریاں چھوڑے مظلوم ہو کر، ضرور ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بیشک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے، (کاش!) کسی طرح لوگ جانتے۔“ (کنز الایمان)

4- وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ (الانفال: ۷۴)

”اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی، وہی سچے ایمان والے ہیں، اُن کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔“ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ)

ان آیاتِ کریمہ میں مہاجرین و انصار صحابہ کرام کی شان بیان ہوئی۔ رب تعالیٰ نے خوشخبری دی کہ ان کے لیے دنیا میں بھی عزت و بلند مقام ہے اور آخرت میں بھی ان کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے۔ آخر اللہ کریم سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مہاجرین و انصار تمام صحابہ کرام سچے مومن اور متقی ہیں۔ غور فرمائیے کہ جن نفوسِ قدسیہ کے سچے مومن ہونے کی رب تعالیٰ کو ایسی دے اور جن کی مغفرت کی سند مالکِ ملک عطا کرے، ان کے ایمان و اعمال پر کسی کو تنقید کا حق کیونکر دیا جاسکتا ہے؟

5- لِّلْمُفْلِقِينَ الْبَلَدَيْنِ الْاٰخِرِ جَوَازٌ مِّنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَخْفَوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رُسُلَهُ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ (الحشر: ۸)

” (مال غنیمت) ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، اللہ کا فضل اور ان کی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے، وہی سچے ہیں۔“ (کنز الایمان از امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ)

اس آیتِ مقدسہ سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام جنہوں نے ہجرت کی، وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور ان کی رضا مندی کے طالب ہیں، دین اسلام کے مددگار ہیں اور دین میں سچے ہیں۔ ایسے جلیل القدر مقدس نفوس کے صادق و صدیق ہونے میں شک کرنا یا ان کی عظمت کا انکار کرنا درحقیقت قرآنِ عظیم کے انکار کے مترادف ہے۔

6- وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ

رَّءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ (الحشر: ۱۰)

”اور وہ جو اُن (مہاجرین و انصار صحابہ کرامؓ) کے بعد آئے، عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے رب ہمارے بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔“ (کنز الایمان)

ان آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس کے دل میں صحابی کی طرف سے بغض یا کدورت ہو اور وہ ان کے لیے دعائے رحمت و استغفار نہ کرے، وہ مومنین کی اقسام سے خارج ہے کیونکہ یہاں مومنین کی تین قسمیں فرمائی گئیں۔ مہاجرین، انصار اور ان کے بعد والے جو ان کے تابع ہوں اور ان کی طرف دل میں کوئی کدورت نہ رکھیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کریں۔

تو جو صحابہ سے کدورت رکھے رافضی ہو یا خارجی، وہ مسلمانوں کی ان تینوں قسموں سے خارج ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، لوگوں کو حکم تو یہ دیا

گیا کہ صحابہ کے لیے استغفار کریں اور کرتے یہ ہیں کہ گالیاں دیتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

7- اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلٰتِ الْمَعْمُوْرَةَ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (التوبة: ۱۱۲)

”توبہ والے، عبادت والے، سرائے والے، روزے والے، رکوع والے، سجدہ والے، بھلائی کے بتانے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدیں نگاہ میں رکھنے والے، اور خوشی سناؤ مسلمانوں کو۔“ (کنز الایمان)

8- اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اَلْبٰیْنِ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَّتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا قُلِبَتْ عَلَيْهِمْ اٰیٰتُهُ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ اَلْبٰیْنِ یُفِيْضُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّزَرْقٌ تَكْرِيْمٌ ○ (الانفال: ۳۲)

”ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے، انکے دل ڈرجائیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں، ان کا ایمان بڑھتا رہتا ہے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں۔ اور وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں۔ یہی سچے مسلمان ہیں، انکے لیے درجے ہیں انکے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی۔“ (کنز الایمان لا امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ)

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں جو صفات بیان ہوئیں وہ سب صحابہ کرام ؓ میں موجود ہیں اس لیے قرآن عظیم کی کو اسی سے تمام صحابہ کرام علیہم السلام سچے مومن ہیں اور انکے لیے مغفرت اور بلند درجے ہیں۔

9- لَیْسَ الرَّسُوْلُ وَالْبٰیْنِ اٰمَنُوْا مَعَهُ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْقَوْرُ الْعَظِيْمُ ○

”لیکن رسول اور جو انکے ساتھ ایمان لائے، انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انہیں کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہنچے۔ اللہ نے انکے لیے تیار کر رکھی ہیں، جن کے نیچے ہریں روئیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہی بڑی مراد ملی ہے۔“ (التوبة: ۸۸، ۸۹، کنز الایمان)

10- اَلْبٰیْنِ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمَ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰزُوْنَ ○ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّتٍ لَهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّبِيْنٌ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ جَدِيْدُ اَجْرٍ عَظِيْمٌ ○ (التوبة: ۲۰، ۲۲)

”وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے، اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے۔ ان کا رب انہیں خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا اور ان باغوں کی جن میں انہیں دائمی نعمت ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، بیشک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔“ (کنز الایمان)

سرکارِ دو عالم ﷺ کے جانثار صحابہ کرام ؓ میں جو ان صفات سے کمال طور پر متصف تھے، انکے جنتی ہونے کے متعلق قرآن عظیم کی یہ آیات گواہ ہیں۔ رب کریم نے جو ہر شخص کا ماضی، حال اور مستقبل خوب جاننے والا ہے، اُس علام الغیوب نے جن نفوسِ قدسیہ کے متعلق رحمت، رضا، جنت اور کامیابی کی خوشخبری سنائی ہے، ان میں سے کسی ایک کے بھی ایمان یا تقویٰ کا انکار ان آیات قرآنی کا انکار ہے۔

11- وَالْبٰیْنِ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَالشَّٰهَدَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَتُوْرُهُمْ ○ (الحمد: ۱۹)

”اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کمال سچے، اور نوروں (یعنی دوسروں) پر گواہ ہیں اپنے رب کے یہاں، انکے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے۔“ (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں صحابہ کرام کی شان یہ بیان ہوئی کہ وہ صدیقیت کے مقام پر فائز ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم کی بتائی ہوئی تمام باتوں کی

تصدیق کرتے تھے۔ اور رب کریم کا حکم ہے، تَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ یعنی سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے صدیق کا ایک خاص معنی بیان کیا ہے وہ یہ کہ جن حضرات نے اسلام لانے میں سبقت کی اور وہ مقام صدیقیت پر فائز ہوئے۔ جن میں حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت زید، حضرت سعد اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں بعد میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ان کی نیت کی صداقت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی مقام صدیقیت پر فائز کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ اعزاز ملا کہ وہ صدیقیت کے مقام میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل ہیں۔ (تفسیر بنوئی، تفسیر مظہری)

12 - إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ○ (الحجرات: ۱۵)

”ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی سچے ہیں۔“ (کنز الایمان)

یہ تمام صفات صحابہ کرام علیہم السلام میں موجود تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے سچے ہونے کی کواعی دی۔

13 - وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَئِكَ هُمُ الرَّشِدُونَ ○ فَضَلَا مِنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○ (الحجرات: ۸، ۷)

”لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی، ایسے ہی لوگ راہ (ہدایت) پر ہیں۔ (ان پر) اللہ کا فضل اور احسان، اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔“ (کنز الایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام کفر و فسق اور گناہ سے محفوظ ہیں اور رب تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت پیدا فرما کر انہیں راہ حق پر ہدایت قدم بنا دیا ہے۔ ان کے دل ایمان اور تقویٰ سے مزین اور معمور ہیں لہذا ان میں کوئی بھی فاسق نہیں۔

متعدد آیات پہلے بیان ہوئیں جن میں رب تعالیٰ نے صحابہ کرام کے لیے مغفرت اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اسلئے اگر بالعرض کسی صحابی سے کوئی اجتہاد یا لغزش سرزد ہو بھی جائے تو اسے تو بہ کی توفیق ضرور نصیب ہوتی ہے۔

14 - وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ○ (ال عمران: ۱۵۲)

”اور بیشک اس نے تمہیں معاف کر دیا، اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے۔“ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ)

15 - وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ○ (ال عمران: ۱۵۵)

”اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرمایا، بے شک اللہ بخشنے والا علم والا ہے۔“ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اُحد کی جنگ میں جن مومنوں کے قدم اکھڑ گئے، ان کی معافی ہو گئی۔ اب جو ان کے اس واقعہ کو ان کی توفیق کی نیت سے بیان کرے وہ بے ایمان ہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا گندم کھا لینا معاف ہو چکا، اب جو ان پر طعن کرے وہ کافر ہے۔ بلکہ جس تصور کی معافی کا رب اعلان فرما دے وہ ہماری طاعتوں سے بہتر ہے کہ جن کی قبولیت کا کوئی یقین نہیں۔ (تفسیر نور العرفان)

16 - وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ امْنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ ○ (البقرہ: ۱۳)

”اور جب ان (منافقوں) سے کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسے اور لوگ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) ایمان لائے ہیں تو کہیں، کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں، سنتا ہے وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔“ (کنز الایمان)

17 - فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَفَوا ○ (البقرہ: ۱۳۶)

”پھر اگر وہ بھی یوں ایمان لائے (اے صحابہ!) جیسا تم لائے، جب تو وہ ہدایت پا گئے۔“ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ علیہ)

ان آیات مبارکہ میں صحابہ کرام کو ایمان کی کسوٹی قرار دیا گیا ہے۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ مومن وہی ہے جس کا ایمان صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایمان کی طرح ہو۔ نیز جو ان کے ایمان پر تنقید کرے وہ منافق و احمق ہے۔

18 - كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ - (ال عمران: ۱۱۰)

”تم بہتر ہوان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ کے اولین مصداق اور مخاطب صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں جو ان صفات کے کامل مظہر تھے۔ قرآن کریم نے ان کے ایمان کی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی صفات کی کوئی دیکر انکی عظمت بیان کی۔

19 - مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَاللَّيْنِ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْئَهُ فَازْرَأَهُ فَاسْتَغَلَطَ لَأْسُهُ عَلَى شَوَاهِهِ يَخْضَعُ الذُّرَّاءُ لِيُخْطَطَ بِهِمُ الْكُفَّارُ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ○ (الفتح: ۲۹)

”محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور انکے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل، تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے۔ ان کی علامت انکے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے، یہ انکی صفت توریت میں ہے اور انکی صفت انجیل میں، جیسے ایک کھیتی، اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی، کسانوں کو بھلی لگتی ہے (یعنی ابتدا میں اسلام کے ماننے والے کم تھے رب کریم نے صحابہ کے ذریعے اسے طاقت دی اور اللہ و رسول ﷺ کو صحابہ کرام پیارے بھلے لگتے ہیں) نا کہ ان سے کافروں کے دل طیس، اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں، بخشش اور بڑے ثواب کا۔“ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ علیہ)

اس آیت مقدسہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صفات بیان ہوئیں کہ وہ آپس میں مہربان و نرم دل ہیں اور کافروں پر سخت ہیں۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ انکی صفات توریت و انجیل میں بھی مذکور ہیں۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کی راجح پر استقامت اور باہم خلوص و محبت دیکھ کر اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ تو خوش ہوتے ہیں مگر کافروں کے دل جلنے لڑھکنے لگتے ہیں۔ جن کے ایمان و تقویٰ کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ گواہی دی ہے اور ان سے جلنے والوں کو کافر بتایا ہے حیرت ہے کہ آج بعض لوگ مومن ہونے کے مدعی ہونے کے باوجود ان محبوبان خدا ﷺ سے کینہ و عداوت رکھتے ہیں اور ان پر ہرز کرنے پر ناز کرتے ہیں۔ اگر تعصب کی وجہ سے کسی کی آنکھیں حق دیکھنے سے بالکل اندھی نہ ہو گئی ہوں تو اسے چاہیے کہ وہ اس آیت مقدسہ کو بار بار پڑھے اور غور کرے کہ اسکا عقیدہ سچے مومنوں کا سا ہے یا کافروں سا۔ رب کریم حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

بعض گمراہ کہتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں مِنْهُمْ میں من حصہ ہے یعنی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ تمام صحابہ کرام کے لیے نہیں بلکہ بعض صحابہ کے لیے ہے۔ یہ قول باطل و مردود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مِنْ حَرْفِ جارِ ہے اور علمائے لغت نے اس کے استعمال کی چودہ صورتیں بیان کی ہیں۔ اس آیت کریمہ میں قرآن کریم کی متعدد آیات کی طرح مِنْ بیان کے لیے ہے تعجیض کے لیے نہیں۔ جیسا کہ یہ آیت ہے، فَاَجْنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ (الحج: ۳۰) ”پس دور رہو جنوں کی گندگی سے۔“

اس آیت کریمہ میں مِنْ بیان کے لیے ہے تعجیض کے لیے نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ بعض جنوں کی پوجا سے دور رہو اور بعض کی پوجا کرتے رہو۔ شیعہ مفسر طوسی نے بھی اپنی تفسیر التبیان میں مذکور ہوا لا آیت کے تحت یہی لکھا ہے کہ ”مِنْهُمْ میں مِنْ بیان کے لیے آیا ہے کہ مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہر صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص ہے، ان کے سوا دوسروں کے لیے نہیں۔“ (التبیان ص ۳۲۸ جلد ۹ مطبوعہ نجف اشرف)

20 - إِنَّ الَّذِينَ يَبْغُونَكَ إِنَّمَا يُبْغُونَ إِلَهِكَ فَفُوقَ آبِدِيهِمْ۔

”وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ (دستِ قدرت) ہے۔“ (کنز الایمان)

اس بیعت سے مراد بیعت رضوان ہے جو نبی کریم ﷺ نے کم و بیش چودہ سو صحابہ سے حدیبیہ میں لی تھی۔ شیخ رسالت کے ان پر وانوں کو یہ عز از ملا کہ قرآن کریم نے انکی بیعت کو اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنا فرمایا اور حضور اکرم ﷺ کے دستِ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت قرار دیا۔

21۔ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ○ (الف: ۱۸)

”بیشک اللہ راضی ہوا، ایمان والوں سے جب وہ اس بیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں اور آنے والی فتح کا اعلام دیا۔“ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ بیعت رضوان والے تمام صحابہ عظمیٰ مومن ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رضا کا مژدہ دیا ہے۔ ان نفوسِ قدسیہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضور اکرم ﷺ نے خود بیعت کی تھی۔ شیعہ مفسر طبری نے اس آیت کے تحت لکھا ہے،

”فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْيَقِينِ وَالصَّبْرِ وَالْوَفَا“

یعنی اللہ تعالیٰ نے جان لیا جو ان (صحابہ کرام) کے دلوں میں یقین، صبر اور وفا کے جذبات تھے۔ (مجمع البیان، جلد اول، صفحہ ۱۱۲)

22۔ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لَيَزِدَّهُمْ إِيْمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ ○ (الف: ۲۷)

”وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ انہیں یقین پر یقین بڑھے۔“ (کنز الایمان)

23۔ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ○ (الف: ۲۶)

”تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور ایمان والوں پر اتارا اور پرہیز گاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا، اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔“ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کو اطمینان و سکون کی دولت سے مالا مال کیا اور ان کے لیے کلمۃ التقویٰ لازم فرمایا۔ مفسرین کے نزدیک کلمۃ التقویٰ سے مراد کلمۃ توحید ہے جو ہر تقویٰ کی اصل اور بنیاد ہے۔ یہ نعمتیں علیم و حکیم رب نے صحابہ کرام کو بے سبب نہیں عطا کیں بلکہ وہ علام الغیوب کو انہی دے رہا ہے کہ صحابہ کرام ان نعمتوں کے زیادہ مستحق اور اہل تھے۔ انصاف سے کہیے کہ جن کے ایمان و تقویٰ کے اور انعامات الہیہ کے مستحق و اہل ہونے کی اللہ تعالیٰ کو انہی دے ان کے متعلق بدگلی کرنا یا ان پر تنقید کرنا کیا کسی مومن کو زیب دیتا ہے؟؟؟

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں، ”راضی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام (معاذ اللہ) کافر و منافق تھے۔ اس آیت ”لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ“ سے روافض کے قول کا لغو ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت کے آخر میں ارشاد ہوا، وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا یعنی صحابہ کرام کے دلوں میں جو ایمان اور رسول اللہ ﷺ کی محبت مخفی ہے، اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔“ (تفسیر مظہری)

24۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى ○ (النمل: ۵۹)

”تم کہو، سب خوبیاں اللہ کو اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر۔“ (کنز الایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان برگزیدہ بندوں سے مراد رسول کریم ﷺ کے صحابہ کرام ہیں، یہی سدی، حسن بصری، سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری رحمہم اللہ جیسے اکابر ائمہ کا قول ہے۔ (تفسیر مظہری، از المصنف ج ۱: ۲۶۱)

جس مسلمان نے دیکھا انہیں اک نظر اُس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

شان صحابہ، احادیث کی روشنی میں:

- 1- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا،
 ”میری امت میں بہترین زمانہ میرا ہے پھر اُن کے ساتھ والوں کا اور پھر اُن کے ساتھ والوں کا“۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)
 اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق میں سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو منتخب فرما کر اپنا محبوب رسول بنایا اس لیے آپ خیر المخلوق ہیں، آپ کا دین خیر الدیان ہے، آپ کی کتاب خیر الکتاب ہے، آپ کی امت خیر الامم ہے، آپ کا زمانہ خیر القرون ہے اسی طرح آپ ﷺ کے اصحاب بھی خیر الاصحاب ہیں۔
- 2- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنکا مولیٰ ﷺ نے فرمایا،

”ستارے آسمان کے لیے امن کا باعث ہیں۔ جب ستارے چلے جائیں گے تو آسمان پر واقع ہو جائے گا جس کا اُس سے وعدہ کیا گیا ہے۔ میں اپنے صحابہ کے لیے امن ہوں جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر واقع ہو جائے گا جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور میرے صحابہ میری امت کے لیے امن و امان ہیں جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت پر واقع ہو جائے گا جو اس سے وعدہ کیا گیا ہے۔“ (مسلم، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)
 جب قیامت آئے گی تو پہلے آسمان سے ستارے جھریں گے پھر آسمان پھٹے گا کوپستاروں کا موجود ہونا آسمان کے لیے امن ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات میں صحابہ کرام فتنوں اور اختلافات سے محفوظ رہے۔ اور صحابہ کرام کی موجودگی میں امت میں کوئی فتنہ نہ پھیل سکا البتہ صحابہ کرام کے بعد دین میں فتنہ و فساد پھیل گیا اور کئی گمراہ فرقے پیدا ہوئے۔

- 3- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،
 ”میرے کسی صحابی کو برا نہ کہو کیونکہ تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو اُن کے ایک منہ یا اس کے نصف کے ثواب کو بھی نہیں پہنچے گا۔“
 (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

ایک صارع کے چوتھائی حصہ کو منہ کہتے ہیں۔ کوپا منہ کی مقدار ایک سیر دو چھٹانک بنتی ہے۔ اب حدیث پاک کا مفہوم یہ ہوا کہ غیر صحابی کتنا ہی نیک ہو اور راہِ خدا میں اگر احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو بھی ثواب و درجہ میں کسی صحابی کے خیرات کیے ہوئے ایک سیر دو چھٹانک بلکہ اس کے نصف کے ثواب کو بھی نہیں پاسکتا۔ جب صحابہ کرام کی خیرات کا یہ بلند رتبہ ہے تو انکی نمازوں، روزوں، زکوٰۃ و جہاد اور دیگر عبادات کا کس قدر اعلیٰ مقام ہوگا۔ !!!

- 4- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نور مجسم ﷺ نے فرمایا، ”میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تم میں بہتر ہیں پھر وہ لوگ جو اُن سے متصل ہیں پھر وہ لوگ بہتر ہیں جو انکے ساتھ والے ہیں۔“ (نسائی، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

جن لوگوں نے صحابہ کرام کا زمانہ پایا انہیں تابعین کہتے ہیں اور جنہوں نے تابعین کا زمانہ پایا وہ تبع تابعین ہیں۔ اس حدیث پاک میں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے بہتر اور بھلائی پر ہونے کی کوئی دی گئی ہے اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان بہترین لوگوں کی تعظیم و توقیر کریں اور ان کا ذکر ہمیشہ خیر ہی کے ساتھ کریں۔

- 5- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آقا کریم ﷺ نے فرمایا، ”اُس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام و تابعین عظام کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی کیونکہ وہ رب کریم کی خاص رحمت سے جنت کے مستحق ہوتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابی اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عظیم المرتبت تابعی ہیں۔ ان کی گستاخی و بے

اولی سخت جرم اور رتبت الہی سے محرومی کا باعث ہے۔

6- حضرت عبداللہ بن مغفل ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا،

”میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرنا۔ میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنالینا۔ جو ان سے محبت کرتا ہے تو وہ مجھ سے محبت کرنے کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے عدوت رکھتا ہے تو وہ مجھ سے عدوت رکھنے کی وجہ سے ان سے عدوت رکھتا ہے۔ جس نے انہیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑے۔“

(ترمذی، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بغض و کینہ رکھنا اور ان پر تنقید کرنا درحقیقت حبیب کبریا علیہ الرحمۃ ورحمۃ اللہ علیہ سے عدوت رکھنا اور انہیں اذیت دینا ہے اور آقا و مولیٰ ﷺ کو اذیت دینا دراصل اللہ تعالیٰ کو اذیت دینا ہے اور ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کے مستحق ہیں۔

7- حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نور محمد ﷺ نے فرمایا، ”میری امت میں صحابہ کی مثال نمک کی سی ہے کیونکہ نمک کے بغیر کھانا درست نہیں ہوتا۔“ (مشکوٰۃ)

یعنی جس طرح نمک کی للیل مقدار کھانے کو درست کر دیتی ہے اسی طرح صحابہ کرام قلیل تعدد لو میں ہونے کے باوجود تمام امت کی اصلاح کا ذریعہ ہیں۔ بلکہ کسی ایک صحابی کے وجود مسعود کو مسلمان رب تعالیٰ کی رحمتوں کے فزول کا ذریعہ اور فتح و نصرت کے حصول کا وسیلہ سمجھتے تھے جیسا کہ اگلی حدیث سے واضح ہے۔

8- حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آقا ﷺ نے فرمایا، ”لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ ایک جماعت جہاد کرے گی تو لوگ کہیں گے، کیا تم میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی صحابی ہے، جواب ملے گا، ہاں۔ پس انہیں فتح دی جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ایک جماعت جہاد کرے گی تو لوگ کہیں گے، کیا تم میں رسول اللہ ﷺ کے صحابی کا کوئی ساتھی ہے؟ جواب ملے گا، ہاں۔ پھر انہیں فتح دی جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ایک جماعت جہاد کرے گی تو کہا جائے گا، کیا تم میں صحابہ کے ساتھی کا کوئی ساتھی ہے؟ جواب ملے گا، ہاں۔ پس انہیں فتح دی جائے گی۔ (بخاری مسلم، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

یعنی صحابہ کے طفیل پھر تابعین کے طفیل پھر تبع تابعین کے طفیل مسلمانوں کو جہاد میں فتح و نصرت عطا ہوتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رب تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے وسیلے سے رحمتیں نازل فرماتا ہے پس حاجت روائی کے لیے محبوبانِ خدا اور اولیاء اللہ کا وسیلہ اختیار کرنا اور ان کے وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے۔

9- حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا، ”جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہوں تو کہو، تمہارے شر پر اللہ کی لعنت۔“ (ترمذی، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

اس حدیث پاک میں غیب کی خبر دی گئی کہ مسلمانوں میں ایسے گمراہ لوگ پیدا ہوں گے جو صحابہ کرام کے متعلق بد کوئی اور زبان درازی کریں گے۔ نیز ایسے گمراہ مذہب، صحابہ کرام کے زمانے ہی میں پیدا ہو جائیں گے، یہ دوسری غیبی خبر ہے چنانچہ عبداللہ بن سبا یہودی نے حضرت علی ؓ کے دور میں مذہبِ رفض ایجاد کیا (اسکی تفصیل آگے مذکور ہوگی)۔ اسی زمانے میں خارجی فرقہ پیدا ہوا۔ خوارج اہل بیت اطہار کے دشمن ہیں اور روافض صحابہ کرام کے دشمن ہیں۔ خدا ہمیں دونوں کے شر سے بچائے آمین۔

10- حضرت عمر ؓ سے روایت ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا، ”میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے متعلق سوال کیا جو میرے بعد

ہوگا تو میری طرف وحی ہوئی، اے محمد مصطفیٰ ﷺ! تمہارے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں کہ بعض بعض سے قوی ہیں لیکن سب نورانی ہیں۔ جس نے ان میں سے کسی کے بھی موقف کو اختیار کیا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔“ رووی کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ”میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت ہی پاؤ گے۔“ (مشکوٰۃ باب مناقب اصحابیہ)

حدیث پاک میں مذکور اختلاف سے فقہی مسائل میں اختلاف مراد ہے۔ پس جو کسی صحابی کے فتویٰ پر عمل کرے گا ہدایت پائے گا۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تقلید فرماتے ہیں۔ اس موضوع پر تفصیل جاننے کے لیے فقیر کی کتاب ”سیدنا امام اعظم“ ملاحظہ فرمائیں۔

رسول کریم ﷺ کی شان میں قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے، ”اے غیب بتانے والے! بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و باظر اور خوشخبری دینا اور ڈر سنانا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانا اور چکا دینے والا آفتاب بنا کر۔“ (الاحزاب: ۳۵، ۳۶)

یہاں حضور ﷺ کی صفت سر اجاں میرا ارشاد ہوئی یعنی چکا دینے والا آفتاب۔ بقول صدر الافاضل رحمہ اللہ، ”حقیقت میں آپ ﷺ کا وجود مبارک ایک ایسا آفتاب عالم تاب ہے جس نے ہزار ہا آفتاب بنا دیئے۔“ (تفسیر خزائن المعرفان)

پس اس آیت مبارکہ اور مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ نور مجسم ﷺ کی بابرکت صحبت کی تاثیر اس قدر ہے کہ انکی نورانیت سے صحابہ کرام بیہم اہل ان نورانی ہو گئے اور آسمان ہدایت کے ستارے قرار پائے۔

11۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو رسول کریم ﷺ کے دل کو سب بندوں کے دلوں سے بہتر پایا۔ لہذا ان کو برگزیدہ کیا اور رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ حضور ﷺ کے قلب اطہر کے بعد رب تعالیٰ نے دوبارہ بندوں کے قلوب کو دیکھا تو (انبیاء کرام کے بعد) آپ کے اصحاب کے دلوں کو سب سے بہتر پایا لہذا انکو اپنے محبوب رسول ﷺ کا وزیر بنا دیا تاکہ وہ آپ کے دین کے طرف سے (کافروں کے خلاف) لڑتے رہیں۔

(ازلۃ النہاء ج: ۱، ۳۰، الامتیعاب)

12۔ حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنکا مولیٰ ﷺ نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے جن لیا اور میرے لیے میرے اصحاب کو جن لیا پھر ان میں سے بعض کو میرے وزیر، میرے مددگار اور میرے سرکاری رشتہ دار بنا دیا۔ پس جو شخص اُن کو برا کہتا ہے اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور سارے انسانوں کی لعنت۔ قیامت کے دن نہ اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔ (مسند رک للما کم ج: ۳، ۶۳۴)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح رب تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو تمام مخلوق میں سے جن کر اپنا محبوب رسول بنایا ہے ایسے ہی تمام اولاد آدم میں سے بہترین لوگوں کو جن کر رب تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کی محبت کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ اسی بنا پر انبیاء کرام بیہم اللہ کے بعد صحابہ کرام تمام لوگوں سے افضل ترین قرار پائے۔

بلا شک وشبہ اگر صحابہ کرام سے بہتر کوئی اور لوگ ہوتے تو رب کریم اپنے محبوب رسول ﷺ کی محبت و رفاقت کے لیے ان کو منتخب فرماتا۔ اس بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی صحابہ کرام پر تنقید کرتا ہے تو وہ صرف صحبت نبویؐ کی نہیں بلکہ رب تعالیٰ عزوجل کے انتخاب کی بھی تنقید ہے تو وہین کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

جن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی اُن سب ہل محبت پہ لاکھوں سلام
جاں نثارانِ بدر و احد پر درود حق گذارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام

خليفة اول، سيدنا ابو بكر صدیق ؓ:

علمائے اہلسنت کا اس امر پر اجماع اور اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر ؓ، ان کے بعد حضرت عمر ؓ، پھر حضرت عثمان ؓ اور ان کے بعد حضرت علی ؓ، ان کے بعد عشرہ مبشرہ کے دیگر حضرات ؓ، پھر اصحاب بدر ؓ، پھر باقی اصحاب اُحد ؓ، ان کے بعد بیعت رضوان والے اصحاب ؓ، اور ان کے بعد دیگر اصحاب رسول ؓ تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۰۸)

حضرت ابو بکر ؓ کو سب سے پہلے اسلام لانے کا شرف حاصل ہے۔ بعض کے نزدیک حضرت علی ؓ سب سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ ؒ نے اس طرح کے مختلف اقوال میں یوں تظنیق کی ہے کہ مردوں میں سیدنا ابو بکر صدیق ؓ، عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بچوں میں سیدنا علی ؓ کو سب سے پہلے ایمان لانے کا اعزاز حاصل ہے۔

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق ؓ قبول اسلام کے بعد سے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک تک ہمیشہ سفر و حضر میں آپ کے رفیق رہے۔ بجز اس کے کہ نبی کریم ﷺ کے حکم یا اجازت سے آپ کے ساتھ نہ رہ سکے ہوں۔

آپ تمام صحابہ کرام میں سب سے زیادہ غنی تھے۔ آپ نے کثیر مال خرچ کر کے کئی مسلمان غلام آزاد کرائے۔ ایک موقع پر سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا، ابو بکر کے مال نے مجھے جتنا نفع دیا اتنا کسی کے مال نے نہیں دیا۔ اس پر حضرت ابو بکر ؓ نے روتے ہوئے عرض کی، ”میرے آقا! میں اور میرا مال سب آپ ہی کا ہے۔“

تمام صحابہ کرام میں آپ ہی سب سے زیادہ عالم تھے۔ آپ سے ایک سویالیس احادیث مروی ہیں حالانکہ آپ کو بکثرت احادیث یاد تھیں۔ تلبت روایت کا سبب یہ ہے کہ احتیاط کے پیش نظر آپ نبی کریم ﷺ کا عمل یا اس سے حاصل شدہ مسئلہ بیان فرمایا کرتے۔ آپ سب سے زیادہ قرآن اور دینی احکام جاننے والے تھے، اسی لیے رسول کریم ﷺ نے آپ کو نمازوں کا امام بنایا تھا۔ آپ ان خاص صحابہ میں سے تھے جنہوں نے قرآن کریم حفظ کیا تھا۔

حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے سلسلے میں سب سے زیادہ اہم و ثواب حضرت ابو بکر ؓ کو ملے گا کیونکہ سب سے پہلے قرآن کریم کتاب کی صورت میں آپ ہی نے جمع کیا۔

حضرت ابن مسینب ؓ فرماتے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق ؓ رسول کریم ﷺ کے وزیرِ خاص تھے چنانچہ حضور ﷺ آپ سے تمام امور میں مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ اسلام میں دانی، غار میں دانی، یوم بدر میں سائبان میں دانی اور مدفن میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ دانی ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے آپ پر کسی کو فضیلت نہیں دی۔

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ مرتدوں سے جہاد اور ان کے فتنے کا مکمل انہدام ہے۔ یمامہ، بحرین اور عمان وغیرہ کے مرتدین کی سرکوبی کے بعد اسلامی افواج نے ایلہ، مدائن اور اجنادین کے معرکوں میں فتح حاصل کی۔ آپ کی خلافت کی مدت دو سال سات ماہ ہے۔

سیدنا ابو بکر ؓ نے وصال کے وقت اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، یہ نوٹنی جس کا ہم دودھ پیتے ہیں اور یہ بڑا بیالہ جس میں ہم کھاتے پیتے ہیں اور یہ چادر جو میں اوڑھے ہوئے ہوں، ان تین چیزوں کے سوا میرے پاس نہایت مال کی کوئی چیز نہیں۔ ان چیزوں سے ہم اس وقت تک نفع لے سکتے تھے جب تک میں امورِ خلافت انجام دیتا تھا۔ میرے انتقال کے بعد تم ان چیزوں کو حضرت عمر کے پاس بھیج دینا۔ آپ کے وصال کے بعد جب یہ چیزیں سیدنا عمر ؓ کو واپس کی گئیں تو انہوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اپنے جانشین کو مشقت میں ڈال دیا۔

امام شعبی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو اللہ تعالیٰ نے چار ایسی خصوصیات سے متصف فرمایا جن سے کسی اور کو سرفراز نہیں فرمایا۔
اول: آپ کا نام صدیق رکھا۔

دوم: آپ غار ثور میں محبوب خدا ﷺ کے ساتھی رہے۔

سوم: آپ ہجرت میں حضور ﷺ کے رفیق سفر رہے۔

چہارم: حضور ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی آپ کو صحابہ کی نمازوں کا امام بنادیا۔

آپ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی چار نسلوں نے صحابی ہونے کا شرف پایا۔ آپ صحابی، آپ کے والد ابو قحافہ صحابی، آپ کے بیٹے عبد الرحمن صحابی اور ان کے بیٹے ابوعبید محمد بھی صحابی ﷺ۔
(ماخوذ از تاریخ الخلفاء)

فضائل سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ قرآن میں:

1۔ قَابِیُ السَّنِیْنَ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ۔ (التوبہ: ۴۰)

"آپ دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں (یعنی حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) نماز میں تھے، جب (حضور ﷺ) اپنے پیارے فرماتے تھے، غم نہ کر، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنی تسکین نازل فرمائی"۔ (کنز الایمان)
صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مدظلہ العالی،

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت اس آیت سے ثابت ہے۔ حسن بن فضل نے فرمایا، جو شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے وہ نص قرآنی کا منکر ہو کر کافر ہوا"۔ (تفسیر بنوئی، تفسیر مظہری، تفسیر خزائن العرفان)
مرزا مظہر جان جانا، مدظلہ العالی، "اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" کی تفسیر میں فرماتے ہیں،

"حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے یہی فضیلت کافی ہے کہ حضور ﷺ نے ان کے لیے بغیر کسی فرق کے، اللہ تعالیٰ کی اس معیت کو ثابت کیا جو انہیں خود حاصل تھی۔ جس نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا انکار کیا اس نے اس آیت کریمہ کا انکار کیا اور کفر کا ارتکاب کیا"۔ (تفسیر مظہری)
"سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ" کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ،

"یہ تسکین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر نازل ہوئی کیونکہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تو سکینت ہمیشہ ہی رہی تھی"۔ (ازالۃ الخفاء ج ۲: ۱۰۷، تاریخ الخلفاء: ۱۱۱)

2۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے صلے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا تمام مسلمانوں پر عتاب فرمایا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ کے آغاز میں ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ لَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الْاَبْلَیْنِ کُھُرُوْا۔ (التوبہ: ۴۰)

"اگر تم محبوب ﷺ کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے انکی مدد فرمائی، جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا (ہجرت کے لیے)"۔ (کنز الایمان)

امام سیوطی، مدظلہ العالی، فرماتے ہیں، یہ آیت اس دعوے کی دلیل ہے کہ رب تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس عتاب سے مستثنیٰ فرمایا ہے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۱۳)

3۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِکَتُهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ نَازِلٌ ہُوْیَ تُو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ جو فضل و شرف بھی آپ کو عطا فرماتا ہے تو ہم نیاز مندوں کو بھی آپ کے فضل میں نوازتا ہے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔
هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلٰٓئِکَتُهٗ لَیُخْرِجَنَّکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَ کَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ۝ (الاحزاب: ۴۳)

"وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اسکے فرشتے کہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف نکالے اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے"۔ (کنز الایمان)

(تفسیر خزائن العرفان، تفسیر مظہری، تاریخ الخلفاء: ۱۱۴)

4- وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَلَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ۔ (الزمر: ۳۳)

”اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے اُنکی تصدیق کی، یہی ڈروالے ہیں۔“ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ)
 بزار وابن عساکر رحمہ اللہ نے اس آیت کے شان نزول کے متعلق روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے اس طرح ارشاد فرمایا، ”قسم ہے اُس رب کی جس نے حضرت محمدؐ کو رسول بنا کر بھیجا اور حضرت ابوبکرؓ سے اس رسالت کی تصدیق کرائی۔“ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۱۲)
 حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حق لیکر آنے والے سے مراد رسول کریمؐ اور تصدیق کرنے والے سے مراد حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ (تفسیر کبیر، تفسیر مظہری، از لائے الخلفاء: ۲: ۲۱۵)

شیخ محمد مہذب کی مستند تفسیر مجمع البیان میں بھی یہی تفسیر منقول ہے۔ (ج: ۸: ۳۹۸)

5- وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٌ ۖ (الرحمن: ۴۶)

”اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے، اسکے لیے دو جنتیں ہیں۔“ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ)

ابن ابی حاتم، رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری، تفسیر درمنثور)

6- وَلَا يَأْتِلُوا أُولَئِكَ الْفُضْلُ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيُغْفِرُوا ۚ وَلْيُغْفِرُوا ۚ

”اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قربت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی، اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔“ (النور: ۲۴، کنز الایمان)

یہ آیت حضرت صدیق اکبرؓ کے حق میں نازل ہوئی جب آپؐ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ موافقت کرنے پر اپنے خالہ زاد بھائی مسطحؓ کی مالی مدد نہ کرنے کی قسم کھائی جو بہت نادار و مسکین بدری صحابی تھے۔ آپؐ نے اس آیت کے نزول پر اپنی قسم کا کفارہ دیا اور اُنکی مالی مدد جاری فرمائی۔ صدر الافاضل قطر از ہیں، ”اس آیت سے حضرت صدیق اکبرؓ کی فضیلت ثابت ہوئی، اس سے آپؐ کی علو شان و مرتبت ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ابو الفضل (فضیلت والا) فرمایا۔“ (تفسیر خزائن المعرفان، تفسیر مظہری)

7- ایک مرتبہ یہودی عالم خاص نے سیدنا ابوبکرؓ سے کہا اے ابوبکر! کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ہمارا رب ہمارے مالوں میں سے قرض مانگتا ہے، مالدار سے قرض وہی مانگتا ہے جو فقیر ہو، اگر تم سچ کہتے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُنکی گستاخانہ گفتگو سن کر غضبناک ہوئے اور اسکے منہ پر زور دے کر تھپڑ مارا اور فرمایا، اگر ہمارے اور تمہارے درمیان صلح کا معاہدہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ خاص نے بارگاہ نبویؐ میں جا کر سیدنا ابوبکرؓ کی شکایت کی۔ آپؐ نے اُنکی گستاخانہ گفتگو بیان کر دی۔ خاص نے اس کا انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکرؓ کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی۔ لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الْيَهُودِ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ۔ (ال عمران: ۱۸۱)

”بیشک اللہ نے سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی۔“ (کنز الایمان)

8- وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ

”اور اُنکی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔“ (المن: ۱۵)

حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ یہ آیت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ جب وہ اسلام لائے تو حضرت عثمان، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمن بن عوفؓ نے اُنکی رہنمائی کے سبب اسلام قبول کیا۔ (تفسیر مظہری)

9- لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنَفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنَفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۖ (الحمد: ۱۰)

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرجہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (کنز الایمان)

یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ آپ سب سے پہلے ایمان لائے اور سب سے پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا۔ (تفسیر بغوی)

قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل اور صحابہ کرام تمام لوگوں سے افضل ہیں کیونکہ فضیلت کا دار و مدار اسلام قبول کرنے میں سبقت لے جانے، مال خرچ کرنے اور جہاد کرنے میں ہے۔ جس طرح آکا و مولیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ جس نے اچھا طریقہ شروع کیا تو اسے اسکا اجر اور اس پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا جبکہ عمل کرنے والوں کے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ (صحیح مسلم) علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے اور آپ کے ہاتھ پر قریش کے معززین مسلمان ہوئے۔ راہ خدا میں مال خرچ کرنے والوں میں بھی سب سے آگے ہیں۔ کفار سے مصائب برداشت کرنے والوں میں بھی آپ سب سے پہلے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

10۔ وَتَبْتَغِيهَا بِالْأَتَقَى ○ الْبِدَى يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ○ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ○ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ○ وَلَسَوْفَ يَرْضَى ○

”اور اس (جہنم) سے بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ سحر اور لوہر کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک تریب ہے کہ وہ (اپنے رب سے) راضی ہوگا“۔ (دلیل: ۲۱: ۲۱، کنز الایمان) اکبر مفسرین کا اتفاق ہے یہ آیات مبارکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری) ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سات غلاموں کو اسلام کی خاطر آزاد کیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر مظہری، تفسیر روح المعانی)

صدر الافاضل رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بہت گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا، بلال کا ان پر کوئی احسان ہوگا جو انہوں نے اتنی قیمت دیکر خرید لیا اور آزاد کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر فرما دیا گیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے، کسی کے احسان کا بدلہ نہیں۔ (خزان العرفان)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ آفری آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، ”یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں اس طرح ہے جس طرح حضور ﷺ کے حق میں یہ آیت ہے، وَلَسَوْفَ يَغْفِرُكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى ○ (تفسیر مظہری) ”اور بیشک تریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔“

☆☆☆☆

فضائل سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، ما حدیث میں:

1۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بیشک اپنی صحبت اور مال کے ساتھ سب لوگوں سے بڑھ کر مجھ پر احسان کرنے والا ابو بکر ہے۔ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو ظیل بنا تا تو ابو بکر کو بنا تا لیکن اسلامی اخوت و مؤدت تو موجود ہے۔ آئندہ مسجد میں ابو بکر کے دروازے کے سوا کسی کا دروازہ کھلا نہ رکھا جائے۔ (بخاری کتاب المناقب)

2۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ ابو بکر کی کھڑکی کے علاوہ (مسجد کی طرف کھلنے والی) سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة)

سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے وصال سے دو تین دن قبل یہ بات ارشاد فرمائی۔ اس بناء پر شارحین فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور دوسروں کی گفتگو کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

3- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اگر میں کسی کو ظیل بناتا تو ابو بکر کو ظیل بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے ساتھی ہیں اور تمہارے اس صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ظیل بنایا ہے۔ (مسلم کتاب فضائل اصحابہ)

ظیل سے مراد ایسا ولی دوست ہے جس کی محبت رگ و پے میں سرایت کر جائے اور وہ ہر راز پر آگاہ ہو، حضور اکرم ﷺ نے ایسا محبوب صرف اللہ تعالیٰ کو ظیل بنایا۔ رب تعالیٰ نے بھی آپ کو اپنا ایسا محبوب و ظیل بنایا ہے کہ آپ کی غلت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی غلت سے زیادہ کامل اور اکمل ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ملخصاً)

4- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جس وقت ہم غار میں تھے۔ میں نے اپنے سروں کی جانب مشرکوں کے قدم دیکھے تو عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! اگر ان میں سے کسی نے اپنے پیروں کی طرف دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے ابو بکر! تمہارا ان دو کے متعلق کیا خیال ہے جن میں کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔ (مسلم کتاب فضائل اصحابہ)

5- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انھیں لشکرِ ذوات السلاسل پر امیر بنا کر بھیجا۔ ان کا بیان ہے کہ جب حاضر بارگاہ ہوا تو میں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟ فرمایا، عائشہ۔ میں عرض گزار ہوا، مردوں میں سے؟ فرمایا، اس کے والد محترم یعنی ابو بکر۔ میں عرض گزار ہوا کہ پھر کون؟ فرمایا، عمر۔ پس میں اس ڈر سے خاموش ہو گیا کہ مبادا مجھے سب سے آخر میں رکھیں۔ (بخاری، مسلم)

6- حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد محترم (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں عرض کی، نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے بہتر آدمی کون ہے؟ فرمایا، ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ میں عرض گزار ہوا کہ پھر کون ہے؟ فرمایا، عمر رضی اللہ عنہ۔ تیسری بار میں ڈرا کہ کہیں یہ نہ فرمائیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ، اس لیے میں نے عرض کی کہ پھر آپ ہیں؟ فرمایا، میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔ (بخاری کتاب المناقب)

7- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے آج کون روزہ دار ہے؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میں ہوں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا، تم میں سے آج کس شخص نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میں نے۔ پھر ارشاد ہوا، تم میں سے آج کس شخص نے مریض کی عیادت کی؟ آپ ہی نے عرض کی، میں نے۔ آقا کریم ﷺ نے فرمایا، جس شخص میں (ایک عیادہ میں) یہ لوصاف جمع ہو گئے وہ جنتی ہو گا۔ (مسلم باب فضائل ابی بکر)

8- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہم کسی کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے برابر شمار نہیں کیا کرتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیگر صحابہ پر فضیلت دیتے اور پھر نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہ دیتے۔ (بخاری کتاب المناقب)

9- انہی سے مروی ہے کہ جرئتِ دو عالم ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں ہم کہا کرتے کہ نبی کریم ﷺ کی امت میں آپ ﷺ کے بعد افضل ترین حضرت ابو بکر ہیں، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ (ترمذی، ابوداؤد)

10- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت کے آخر میں ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کو جنت کے تمام دروازوں سے جنت میں جانے کے لیے بلایا جائے گا؟

آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں اے ابو بکر! مجھے امید ہے کہ تم ایسے ہی لوگوں میں سے ہو۔ (بخاری کتاب المناقب)

11- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار، ہمارے بہترین فرد اور رسول اللہ ﷺ کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے۔ (ترمذی)

12- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تم غار میں میرے ساتھی تھے اور حوض پر میرے ساتھی

ہو گے۔ (ترمذی)

13۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، کسی قوم کے لئے مناسب نہیں کہ ان میں ابو بکر ہو اور ان کی امامت کوئی دوسرا کرے۔ (ترمذی)

14۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ کا حکم فرمایا۔ اس وقت میرے پاس کافی مال تھا، میں نے کہا کہ اگر کسی روز میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جا سکا تو آج کا دن ہوگا۔ پس میں نصف مال لے کر حاضر ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کتنا چھوڑا ہے؟ عرض گزار ہوا کہ اس کے برابر۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے تو فرمایا، اے ابو بکر اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ عرض گزار ہوئے، ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے کہا، میں ان سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ (ترمذی، ابو داؤد)

15۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا، تمہیں اللہ تعالیٰ نے آگ سے آزاد کر دیا ہے۔ اس دن سے ان کا نام عقیق مشہور ہو گیا۔ (ترمذی، حاکم)

16۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں وہ ہوں کہ زمین سب سے پہلے میرے لوہے سے شق ہوگی، پھر ابو بکر سے، پھر عمر سے، پھر بقیع والوں کے پاس آؤں گا تو وہ میرے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ پھر میں ہل مکہ کا انتظار کروں گا، یہاں تک کہ حرمین کے درمیان حشر کیا جائے گا۔ (ترمذی)

17۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، میرے پاس جبریل آئے تو میرا ہاتھ پکڑا تا کہ مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھائیں جس سے میری امت داخل ہوگی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ ہوں، تا کہ اس دروازے کو دیکھتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے ابو بکر! تم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔ (ابو داؤد)

18۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم نور مجسم ﷺ نے فرمایا، انبیاء کے علاوہ سورج کبھی کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو ابو بکر سے افضل ہو۔ (الصواعق المحرقة: ۱۰۳، ابونعیم)

19۔ حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اچھے خصائل تین سو ساٹھ ہیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! ان میں سے مجھے میں کوئی خصلت موجود ہے؟ فرمایا، اے ابو بکر! مبارک ہو۔ تم میں وہ سب اچھی خصلتیں موجود ہیں۔ (الصواعق المحرقة: ۱۱۲، ابن عساکر)

20۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنکادھولی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میری امت پر واجب ہے کہ وہ ابو بکر کا شکر یہ ادا کرے اور ان سے محبت کرتی رہے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۲۱، الصواعق المحرقة: ۱۱۲، ابن عساکر)

21۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، میں نے جس کو بھی اسلام کی دعوت دی اُس نے پہلے انکار کیا سوائے ابو بکر کے کہ انہوں نے میرے دعوتِ اسلام دینے پر فوراً ہی اسلام قبول کر لیا اور پھر اس پر ثابت قدم رہے۔

(تاریخ الخلفاء: ۹۸، ابن عساکر)

22۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ایک مسئلہ میں میری رائے دریافت فرمائی تو میں نے عرض کی، میری رائے وہی ہے جو ابو بکر کی رائے ہے۔ اس پر آنکا کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ ابو بکر غلطی کریں۔

(تاریخ الخلفاء: ۷۰، ابونعیم، طبرانی)

23 - حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، آپ نے اپنی علالت کے ایام میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، نہیں! میں نے نہیں بنایا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے بنایا تھا (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں امام بنایا تھا)۔
(تاریخ الخلفاء: ۱۲۶، ابن عساکر)

24 - حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو وہ رو پڑے اور فرمایا، میں چاہتا ہوں کہ میرے سارے اعمال اُن کے ایک دن کے اعمال جیسے یا اُن کی ایک رات کے اعمال جیسے ہوتے۔ پس رات تو وہ رات ہے جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار کی طرف چلے۔ جب غار تک پہنچے تو عرض گزار ہوئے، خدا کی قسم! آپ اس میں داخل نہیں ہوں گے جب تک میں اس میں داخل نہ ہو جاؤں کیونکہ اگر اس میں کوئی چیز ہے تو اس کی تکلیف آپ کی جگہ مجھے پہنچے۔ پھر وہ داخل ہوئے اور غار کو صاف کیا۔ اس کی ایک جانب سوراخ تھے تو اپنی ازار کو پھاڑ کر انہیں بند کیا۔ دوسورائے باقی رہ گئے تو انہیں اپنی اریزوں سے روک لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے کہ تشریف لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ اندر داخل ہوئے اور انکی کود میں سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ پس ایک سوراخ میں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیر میں ڈنگ مارا گیا تو انہوں نے اس ڈر سے حرکت نہ کی کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو جائیں گے لیکن ان کے آنسو رسول اللہ ﷺ کے نورانی چہرے پر گر پڑے۔ فرمایا کہ ابو بکر! کیا بات ہے؟ عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان، مجھے ڈنگ مارا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے لعابِ دہن لگا دیا تو انکی تکلیف جاتی رہی۔ پھر اس زہر نے عود کیا اور وہی انکی وفات کا سبب بنا۔

اُن کا دن وہ دن ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو اس وقت بعض ہل عرب مرتد ہو گئے اور کہا کہ ہم زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے تو انہوں نے فرمایا، اگر کوئی اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی رسی بھی روکے گا تو میں اس کے ساتھ جہاد کروں گا۔ میں عرض گزار ہوا کہ اے خلیفہ رسول ﷺ! لوگوں سے الفت کیجئے اور ان سے نرمی کا سلوک فرمائیے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا،

تم جاہلیت میں بہادر تھے تو کیا اسلام لا کر بزدل ہو گئے ہو؟ بے شک وہی منقطع ہو گئی، دین مکمل ہو گیا، کیا یہ دین میرے جیتے جی بدل جائے گا؟ (مشکوٰۃ)
25 - حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر تمام ہل زمین کا ایمان ایک پلہ میں اور سینا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایمان دوسرے پلہ میں رکھ کر وزن کیا جائے تو سینا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پلہ بھاری رہے گا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۳۱، شعب الایمان للبیہقی)

26 - حضرت عامر بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنْ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ (ترجمہ: اور اگر ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو) نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ مجھے حکم دیتے کہ میں خود کو قتل کر لوں تو میں خود کو ضرور قتل کر دیتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہم نے سچ کہا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۴۰، ابن ابی مہم)

27 - حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اس کا اختیار دیا کہ وہ دنیا کی نعمتیں پسند کر لے یا آخرت کی نعمتیں پسند کر لیں۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! کاش ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ ہمیں تعجب ہوا کہ حضور ﷺ کسی شخص کا ذکر فرما رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں، آپ پر ہمارے ماں باپ قربان ہو جائیں۔ بعد میں ہمیں علم ہوا کہ وہ صاحب اختیار بندے خود حضور ﷺ ہی تھے۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ علم والے تھے۔ (بخاری، مسلم)

28 - حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا، یہ بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا، آپ۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نہیں! سب سے زیادہ بہادر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ سنو! جب بدر میں ہم نے رسول کریم ﷺ کے لیے ایک سائبان بنایا تھا۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس سائبان کے نیچے حضور کے ساتھ کون رہے گا، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مشرک آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دے۔ خدا کی قسم! ہم میں سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھا تھا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ

ہاتھ میں برہنہ تلوار لیے ہوئے حضور ﷺ کے پاس کھڑے ہو گئے اور پھر کسی مشرک کو آپ کے پاس آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اگر کوئی ناپاک ارادے سے قریب بھی آیا تو آپ فوراً اس پر ٹوٹ پڑے۔ اس لیے آپ ہی سب سے زیادہ بہادر تھے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۰۰، مسند بزار)

یعنی اُس افضل، اُختل بعد از نسل ثانی اُمین ہجرت پہ لاکھوں سلام

خليفة دوم، سيدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے افضل ہیں اور ان کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اعلان نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے۔ آپ کے قبول اسلام کے لیے نبی کریم ﷺ نے اس طرح دعا فرمائی، ”اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو غلبہ عطا فرما“۔ اس حدیث میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف آپ ہی کا نام لے کر دعا فرمانا مذکور ہے اور یہ آپ کے لیے بڑے شرف کی بات ہے۔

آپ کے اسلام قبول کرنے سے اسلام لانے والے مردوں کی تعداد چالیس ہو گئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ”جب سے عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے، یہ دین روز بروز ترقی کرتا چلا گیا“۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اسلام قبول کیا تو دار ارقم میں موجود مسلمانوں نے اس زور سے تکبیر بلند کی کہ اسے تمام ہل مکہ نے سنا۔ میں نے دریافت کیا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا، کیوں نہیں، یقیناً ہم حق پر ہیں۔ میں نے عرض کی، پھر ہم پوشیدہ کیوں رہیں۔ چنانچہ وہاں سے تمام مسلمان دو صفیں بنا کر نکلے۔ ایک صف میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور ایک میں، میں تھا۔

جب ہم اس طرح مسجد حرام میں داخل ہوئے تو کفار کو سخت ملال ہوا۔ اس دن سے رسول کریم ﷺ نے مجھے فاروق کا لقب عطا فرمایا کیونکہ اسلام ظاہر ہو گیا اور حق و باطل میں فرق پیدا ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اعلانِ ہجرت کی ہو۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کے ارادے سے نکلے، آپ نے تلوار حائل کی، کمان شانے پر لٹکائی اور ہاتھ میں تیر پکڑ کر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ پھر وہاں موجود کفار قریش میں سے ایک ایک فرد سے الگ الگ فرمایا،

”تمہاری صورتیں مجھ میں، تمہارا نام ہو جائے! ہے کوئی تم میں جو اپنی ماں کو بیٹے سے محروم، اپنے بیٹے کو یتیم اور اپنی بیوی کو یتیمہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو! وہ آئے اور جنگل کے اس طرف آ کر مجھ سے مقابلہ کرے۔ میں اس شہر سے ہجرت کر رہا ہوں“۔ کفار کو آپ کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

غیب جاننے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہی ہوتے۔ آپ سے پانچ سو اسیالیس (۵۳۹) احادیث مروی ہیں۔ آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور غزوہ اُحد میں آپ نے ثابت قدمی دکھائی۔ مصر کی فتح کے بعد وہاں کے کورز عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصریوں کو ان کے رواج کے مطابق ایک کنواری لڑکی دریائے نیل کی بھینٹ چڑھانے کی اجازت نہ دی تو دریائے نیل خشک ہو گیا۔ اس پر کورز نے آپ کی خدمت میں سب ماجر اکٹھے بھیجا۔ آپ نے ایک خط لکھ کر ان سے فرمایا، اس خط کو دریا میں ڈال دو۔

خط میں لکھا تھا، ”اللہ کے بندے ابیر المؤمنین عمر کی جانب سے دریائے نیل کے نام! معلوم ہو کہ اگر تو خود بخود جاری ہوتا ہے تو مت جاری ہو، اور اگر تجھے اللہ تبارک و تعالیٰ جاری فرماتا ہے تو میں اللہ واحد و قہار ہی سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری کر دے“۔ جب یہ خط دریا میں ڈالا گیا تو دریا ایسا جاری ہوا کہ معمول سے سولہ گز پانی زیادہ چڑھ گیا اور وہ پھر کبھی خشک نہ ہوا۔

حضرت عمرؓ نے ایک لشکر ساریہؓ نامی شخص کی سربراہی میں جنگ کے لیے نہاد بھیجا۔ کچھ دن بعد جمعہ کے خطبہ میں آپ نے تین بار فرمایا، ”اے ساریہ! پہاڑ کی طرف“۔ جب لشکر کا قاصد آیا تو اس نے بتایا کہ ہمیں شکست ہونے لگی ہے کہ ہم نے یہ آواز سنی، ”اے ساریہ! پہاڑ کی طرف“۔ چنانچہ ہم پہاڑ کی طرف ہو گئے۔ پس جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور ہمیں فتح ہوئی۔ (مشکوٰۃ باب الکرامات)

آپ ہی نے سب سے اول ہجری تاریخ و سال جاری کیا اور حکومتی نظم و نسق کے لیے دفاتر و انتظامی شعبے قائم فرمائے۔ آپ نے مساجد میں روشنی کا مناسب انتظام کیا۔ سیدنا علیؓ نے ماہ رمضان میں ایک مسجد میں قندیل روشن رکھی تو فرمایا، اللہ تعالیٰ عمرؓ کی قبر کو روشن فرمائے کہ انہوں نے ہماری مسجدوں کو روشن کر دیا۔

آپ اکثر صوف کا لباس پہنتے جس میں چڑے کے پوند لگے ہوتے۔ اسی لباس میں وزہ لیے ہوئے بازار تشریف لے جاتے اور اہل بازار کو ادب و تہذیب فرماتے۔ سادہ غذا کھاتے، عوام کے حالات جاننے کے لیے راتوں کو گشت کرتے۔

جب کسی کو عامل (گورنر) بناتے تو اسکے اثاثوں کی فہرست لکھ لیا کرتے نیز اسے عوام کی فلاح کے لیے نصیحتیں فرماتے، نور شکایت ملنے پر عامل کو بھی سزا دیتے۔

آپ کے دور خلافت میں پیش رفت و ترقیات ہوئیں۔ دمشق، بصرہ، اردن، مدائن، حلب، اطاکیہ، بیت المقدس، میثاقپور، مصر، اسکندریہ، آذربائیجان، طرابلس، اصفہان، مکران وغیرہ متحدہ علاقے آپ ہی کے دور میں اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے۔

۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو جب آپ نماز فجر پڑھانے لگے تو ایک مجوسی بولولونے آپ کو دو دھارے بنجر سے حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا۔ آپ نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے ایک کمیٹی بنا دی جو چھ اکابر صحابہ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد، حضرت طلحہ اور حضرت زبیرؓ پر مشتمل تھی کہ یہ باہم مشاورت سے ان میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیں۔ اسی دن آپ کی شہادت واقع ہو گئی۔ آپ کی خواہش پر اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے آپ نبی کریمؐ اور سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ (ماخوذ از تاریخ الخلفاء)

فضائل سیدنا عمرؓ، قرآن میں:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا، آج ہماری طاقت آدمی ہو گئی۔ اس وقت حضرت عمرؓ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری، درمنثور)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ○ (الانفال: ۶۴)

”اے نبیؐ کی خبریں بتانے والے اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہوئے۔“ (کنز الایمان)

آپ کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ہے کہ کسی معاملے میں آپ جو مشورہ دیتے یا رائے پیش کرتے قرآن کریم آپ کی رائے کے موافق نازل ہوتا۔

حضرت علیؓ حیر خدا کریمؓ کا ارشاد ہے کہ قرآن کریم میں حضرت عمرؓ کی آراء موجود ہیں جن کی وحی الہی نے تائید فرمائی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ اگر بعض امور میں لوگوں کے رائے کچھ اور ہوتی اور حضرت عمرؓ کی کچھ اور تو قرآن مجید حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق نازل ہوتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۷)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا، ”میرے رب نے تین امور میں میری موافقت فرمائی۔ مقام ابراہیم پر نماز کے متعلق، پردے کے بارے میں اور بدر کے قیدیوں کے معاملے میں۔“ (بخاری، مسلم)

محدثین فرماتے ہیں کہ ان تین امور میں ہصر کی وجہ انکی شہرت ہے ورنہ موافقت کی تعداد اس سے زائد ہے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے رب

نے مجھ سے اکیس (۲۱) باتوں میں موافقت فرمائی ہے۔ جن کا تذکرہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے تاریخ الخلفاء میں کیا ہے۔ ان امور کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

1- حجاب کے احکام سے پہلے حضرت عمرؓ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! ازواج مطہرات کے سامنے طرح طرح کے لوگ آتے ہیں اس لیے آپ انہیں پردے کا حکم دیجیے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوگئی۔ **وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ**۔ ”اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو“۔ (الاحزاب: ۵۳، کنز الایمان)

2- ایک بار آپ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم مقام ابراہیم کو مصلیٰ نہ بنالیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوگئی **وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى**۔ ”اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ“۔ (البقرة: ۱۲۵، کنز الایمان)

3- بدر کے قیدیوں کے متعلق بعض نے فدیہ کی رائے دی جبکہ حضرت عمرؓ نے انہیں قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ اس پر آپ کی موافقت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ **لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخْلَقْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ**۔ ”اگر اللہ ایک بات پہلے لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانو! تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا، اس میں تم پر بڑا عذاب آتا“۔ (الانفال: ۶۸، کنز الایمان)

4- نبی کریم ﷺ کا اپنی کینہر حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانا بعض ازواج مطہرات کو ناوار لگا تو حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا، **عَسَىٰ رُبَّمَا إِنْ طَلَّقْتُكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَ أَرْوَاحَهُنَّ مِثْلُكُمْ**۔ ”اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو قریب ہے کہ ان کا رب انہیں تم سے بہتر عورتیں بدل دے“۔ (التحریم: ۳) بالکل انہی الفاظ کے ساتھ وحی نازل ہوگئی۔

5- حرمت سے قبل مدینہ طیبہ میں شراب اور جوئے کا عام رواج تھا۔ حضرت عمرؓ نے بارگاہ نبوی میں عرض کی، ہمیں شراب اور جوئے کے متعلق ہدایت دیجیے کیونکہ یہ مال اور عقل دونوں ضائع کرتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی **يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْمِرِ فَقُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ**۔ ”تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں، تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے“۔ (البقرة: ۲۱۹، کنز الایمان)

6- ایک بار ایک شخص نے شراب کے نشہ میں نماز پڑھائی تو قرآن مجید پڑھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے بھروسہ عرض کی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَءُوا الصَّلَاةَ وَانْتُمْ سُكَارَىٰ**۔ (النساء: ۴۳)

”اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ“۔ (کنز الایمان)

7- اسی سلسلے میں حضرت عمرؓ نے بار بار دعا کی، الہی! شراب اور جوئے کے متعلق ہمارے لئے واضح حکم نازل فرما۔ یہاں تک کہ شراب اور جوئے کے حرام ہونے پر یہ آیت نازل ہوگئی۔ **إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْمِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ** **مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ لَا جُنُودَ لَهُ**۔ ”بیشک شراب اور جوئے اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام، تو ان سے بچتے رہنا کہ تم قلاح پاؤ“۔ (المائدہ: ۹۰)

8- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب آیت **لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ** (بیشک ہم نے آدمی کو گھٹی ہوئی مٹی سے بنایا) نازل ہوئی۔ (المؤمنون: ۱۲) تو اسے سن کر حضرت عمرؓ نے بے ساختہ کہا، **قَبَّرَكَ اللَّهُ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ**۔ ”تو بڑی حرکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا“۔ اس کے بعد انہی لفظوں سے یہ آیت نازل ہوگئی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

9- جب منافق عبد اللہ ابن ابی مرثدہ اس کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے درخواست کی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! عبد اللہ ابن ابی مرثدہ کا سخت دشمن اور منافق تھا، آپ اس کا جنازہ پڑھیں گے؟ رخصت عالم ﷺ نے تبلیغ دین کی حکمت کے پیش نظر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ آیت نازل ہوگئی، **وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا**۔ ”اور جب ان (منافقوں) میں سے کوئی مرے تو اس پر نماز نہ پڑھیے“۔

یہ خیال رہے کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ فعل صحیح اور کئی حکمتوں پر مبنی تھا جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس نماز کی وجہ سے اس منافق کی قوم کے ایک ہزار افراد اسلام لے آئے۔ اگر آپ کا یہ فعل مبارک رب تعالیٰ کو پسند نہ ہوتا تو وہ وحی کے ذریعے آپ کو انکی نماز جنازہ پڑھانے سے منع فرمادیتا۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا صحیح ہونا عام منافقوں کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کے متعلق ہے۔

10۔ اسی نماز جنازہ کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ - ”ان منافقوں کے لیے استغفار کرنا نہ کرنا برابر ہے۔“ اس پر سورۃ المنافقون کی یہ آیت نازل ہوئی۔ (طبرانی)

11۔ جس وقت رسول اکرم ﷺ نے جنگ بدر کے سلسلہ میں صحابہ کرام سے باہر نکل کر لڑنے کے سلسلہ میں مشورہ کیا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکلنے ہی کا مشورہ دیا اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ تَحْمِلُوا خِزْيَتِكُمْ رُبَّمَا تَتَذَكَّرُونَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً - ”جس طرح اے محبوب! تمہیں تمہارے رب نے (لڑنے کے لئے) تمہارے گھر سے حق کے ساتھ برآمد کیا اور بیشک مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا۔“ (الانفال: ۵، کنز الایمان)

12۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب منافقوں نے بہتان لگایا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمایا۔ آپ نے عرض کی، میرے آقا! آپ کا اُن سے نکاح کس نے کیا تھا؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ نے! اس پر آپ نے عرض کی، کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ کے رب نے آپ سے اُن کے عیب کو چھپایا ہوگا، بخدا میرے عائشہ رضی اللہ عنہا پر عظیم بہتان ہے۔ شُبَّحَنَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ - ”اسی طرح آیت نازل ہوئی۔ (النور: ۱۶)

13۔ ابتدائے اسلام میں رمضان شریف کی رات میں بھی یہودی سے قربت منع تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کچھ عرض کیا۔ اس کے بعد شب میں مجامعت کو جائز قرار دے دیا گیا اور آیت نازل ہوئی۔ أُجِبْ لَكُمْ لَيْلَةُ الْيَتَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ - ”روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لیے حلال ہوا۔“ (البقرہ: ۱۸۷، کنز الایمان)

14۔ ایک یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا، جبریل فرشتہ جس کا ذکر تمہارے نبی کرتے ہیں وہ ہمارا دشمن ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا، مَنْ تَكُنْ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ - ”جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔“ (البقرہ: ۹۸) بالکل! نبی الغافل میں یہ آیت نازل ہوئی۔

15۔ دو شخص لڑائی کے بعد انصاف کے لیے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کا فیصلہ کر دیا لیکن جس کے خلاف یہ فیصلہ ہوا، وہ منافق تھا۔ اس نے کہا کہ چلو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں اور ان سے فیصلہ کرائیں۔ چنانچہ یہ دونوں پہنچے اور جس شخص کے موافق حضور نے فیصلہ کیا تھا اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، حضور نے تو ہمارا فیصلہ اس طرح فرمایا تھا لیکن یہ میرا ساتھی نہیں مانا اور آپ کے پاس فیصلہ کے لئے لے آیا۔ آپ نے فرمایا، ذرا ٹھہرو میں آتا ہوں۔ آپ اندر سے ٹوکڑ نکال لائے اور اس شخص کو جس نے حضور کا فیصلہ نہیں مانا تھا، قتل کر دیا۔ دوسرا شخص بھاگا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا، مجھے عمر سے یہ امید نہیں کہ وہ کسی مومن کے قتل پر اس طرح جرأت کرے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس منافق کے خون سے بری رہے۔

فَلَا زِبَاحَ لَا بُدَّ مَسْنُونٍ حَتَّى يَحْكُمُواكَ الْخ - ترجمہ تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم! وہ مسلمان نہ ہو گئے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ حکم فرمادو، اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔“ (النساء: ۲۵، کنز الایمان)

16۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک روز سو رہے تھے کہ آپ کا ایک غلام بغیر اجازت لیے اندر چلا آیا۔ اس وقت آپ نے دعا فرمائی، اَللّٰهُمَّ اَعِزِّ اجازت گھروں میں داخل ہونا حرام فرمادے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا - ”اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو۔“ (النور: ۲۷، کنز الایمان)

17- حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا کہ ہوا ایک حیران و سرگرداں قوم ہے۔ آپ کے اس قول کے مطابق آیت نازل ہوئی۔

18- "ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَ ثَلَاثَةٌ مِنَ الْآخِرِينَ" بھی حضرت عمرؓ کی تائید میں نازل ہوئی۔

(تاریخ الخلفاء)

چند موافقات اور فراسط عمرؓ:

☆ آیت "الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنِيَا" کا مفسوخ القلاوت ہونا بھی حضرت عمرؓ کی رائے سے موافقت رکھتا ہے۔

☆ جنگ احد میں جب ابوسفیانؓ نے کہا، کیا تم میں قلاں ہے؟ تو سیدنا عمرؓ نے فرمایا، "اس کا جواب نہ دو"۔ رسول کریم ﷺ نے آپ کے اس قول سے موافقت فرمائی۔ اس واقعہ کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

☆ ایک روز کعب احبارؓ نے کہا، آسمان کا بادشاہ زمین کے بادشاہ پر فسوس کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا، مگر اس بادشاہ پر فسوس نہیں کرتا جس نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا۔ یہ سن کر کعب احبارؓ نے کہا، واللہ! تو ریت میں یہی الفاظ ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ بجدے میں گر گئے یعنی بجدہ شکر بجالائے۔ (ایضاً: ۲۰۱)

☆ صحیح مسلم میں ہے کہ صحابہ نے نماز کے لیے بلانے کے متعلق مختلف تجاویز دیں تو سیدنا عمرؓ نے کہا، ایک آدمی کو مقرر کر لو جو نماز کے وقت آواز دیکر لوگوں کو بلائے۔ حضور ﷺ نے اس تجویز کو پسند فرمایا۔

☆ مؤطا امام مالک میں ہے کہ ایک بار سیدنا عمرؓ کو نیند سے جگانے کے لیے کسی نے اصلاۃ خیر من النوم کہا تو آپ نے فجر کی اذان میں ان کلمات کو پڑھنے کا حکم دیا۔ (مشکوٰۃ باب الاذان)

☆ جب یمامہؓ میں جب بہت سے حفاظ صحابہ کرام شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے غلیفہ رسول ﷺ، سیدنا ابو بکرؓ کی خدمت میں عرض کی، اگر اسی طرح حفاظ شہید ہوتے رہے تو کہیں قرآن کی حفاظت کا مسئلہ نہ پیدا ہو، اس لیے قرآن کو کتاب کی صورت میں جمع کر دیا جائے۔ آپ کے بار بار اصرار پر حضرت ابو بکرؓ اس کام کے لیے راضی ہوئے۔ یوں آپ کی فراست و دلالتی کی وجہ سے قرآن کریم ایک جگہ کتاب کی صورت میں جمع کیا گیا۔ (بخاری باب جمع القرآن)

☆ اسی طرح آپ کے دور خلافت کے شروع تک لوگ انگ انگ ترانوں پڑھتے تھے۔ آپ نے انہیں ایک امام کی اقتداء میں جماعت کی صورت میں ترانہ پڑھنے کا حکم دیا۔ ترانہ میں قرآن کریم سنانے کی لگن میں مسلمان چھوٹے بڑے قرآن مجید حفظ کرتے ہیں اور حفاظ کرام اسے اہتمام سے یاد رکھتے ہیں۔

☆ کوہا آج قرآن کریم کا کتابی صورت میں محفوظ ہونا، حفاظ کرام کی کثرت اور قرآن کریم کا صحیح یاد رکھنا یہ حضرت عمرؓ ہی کی فراست کے صدقے میں ہے جنہوں نے قرآن کریم کو کتابی صورت میں جمع کرنے کی اہمیت اُجاگر کی اور ترانہ کو باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا۔

فضائل سیدنا عمرؓ، احادیث میں:

29- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ بے شک تم سے پہلی امتوں میں مُخَذَّث (صحابہ الہام) ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں بھی کوئی مُخَذَّث ہے تو عمرؓ ہے۔ (بخاری کتاب المناقب، مسلم باب فضائل عمر)

30- انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تم سے پہلے لوگوں یعنی بنی اسرائیل میں ایسے لوگ بھی ہوا کرتے تھے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام فرمایا جاتا تھا حالانکہ وہ نبی نہ تھے۔ اگر ان میں سے میری امت میں بھی کوئی ہے تو وہ عمرؓ ہے۔ (بخاری کتاب المناقب)

31۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ کے پاس قریش کی چند عورتیں گفتگو کر رہی تھیں اور اونچی آواز سے کچھ مطالبہ کر رہی تھیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی تو وہ پردے کے پیچھے چھپ گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ ہنس رہے تھے۔ عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ مسکراتا رکھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مجھے ان عورتوں پر تعجب ہے جو میرے پاس تھیں اور جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو پردے کے پیچھے چھپ گئیں۔ آپ نے کہا، اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو مگر اللہ کے رسول سے نہیں ڈرتیں؟ انہوں نے کہا، ہاں کیونکہ آپ سخت مزاج اور سخت گیر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، خوب اے ابن خطاب! تم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، شیطان جب بھی تم سے کسی راستے میں ملتا ہے تو اپنا راستہ بدل لیتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

32۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا، یہ محل کس کا ہے؟ جواب ملا، عمر بن خطاب کا میں نے ارادہ کیا کہ اندر داخل ہو کر اسے دیکھوں لیکن تمہاری غیرت یاد آگئی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا میں آپ پر غیرت کر سکتا ہوں۔ (بخاری، مسلم)

33۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں سویا ہوا تھا کہ مجھ پر لوگ پیش کیے گئے جنہوں نے قمیص پہنی ہوئیں تھیں۔ کسی کی قمیص سینے تک اور کسی کی اس سے بھی کم تھی۔ پھر مجھ پر عمر بن خطاب پیش کیے گئے تو ان پر بھی قمیص تھی اور وہ اسے تھکیت رہے تھے۔ لوگ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے اس قمیص سے کیا تعبیر لی ہے؟ فرمایا، دین۔ (بخاری، مسلم)

34۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا۔ میں نے پیا، یہاں تک کہ میرا پیالہ ناخنوں سے نکلنے ہوئے دیکھا۔ پھر بچا ہوا دودھ میں نے عمر بن خطاب کو دے دیا۔ لوگ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ ﷺ! آپ اس (دودھ) سے کیا مراد لیتے ہیں؟ فرمایا، علم۔ (بخاری، مسلم)

35۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری فرما دیا ہے۔ (ترمذی)

36۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان پر رکھ دیا ہے کہ وہ ہمیشہ حق بولتے ہیں۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، حاکم)

37۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم اس بات میں شک نہیں کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر سیکھ بولتا ہے یعنی ان کے ارشاد پر سب کو ولی سکون ملتا ہے۔ اسے امام باقر علیہ السلام نے دلائل الملوۃ میں روایت کیا۔ (مشکوٰۃ)

38۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا کی، اے اللہ! اسلام کو ابو جہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے عزت دے۔ صبح ہوئی تو اگلے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا اور مسجد میں اعلانِ نماز پڑھی۔ (احمد، ترمذی)

39۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنکادولہ رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی، اے اللہ! اسلام کو عمر بن خطاب کے ذریعے غلبہ عطا فرما۔ (مسند رک للمہکم) اس حدیث میں مذکور دعا میں کسی دوسرے شخص کا نام شامل نہیں ہے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے سنن میں اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اسی حدیث کو طبرانی نے اوسط میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور حاکم کبیر میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۸۳)

40۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آسمان والے حضرت عمر کے ایمان لانے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ (ابن ماجہ، حاکم)

41۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اس وقت سے ہم مسلسل کامیاب ہوتے آ رہے ہیں۔

(بخاری)

42- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا، اے رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں سے بہتر۔ حضرت ابو بکر نے کہا، آپ تو یوں کہتے ہیں حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو عمر سے بہتر ہو۔ (ترمذی)

43- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا، رسول کریم ﷺ کے وصال کے بعد میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا نیک اور سخی نہیں دیکھا گویا یہ خوبیاں تو آپ کی ذات پر ختم ہو گئی تھیں۔ (بخاری)

44- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔ (ترمذی، حاکم)

45- حضرت بزریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ کے لیے نکلے۔ جب واپس تشریف لائے تو ایک کالی لونڈی حاضر بارگاہ ہو کر عرض گزار ہوئی، یا رسول اللہ ﷺ! میں نے نذر مانگی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو بخیریت واپس لوٹائے تو میں آپ کی خدمت میں دف بجادیں گی۔

رحمت عالم ﷺ نے اس سے فرمایا، اگر تم نے نذر مانگی تھی تو بجالو، اور نہیں مانی تھی تو نہ بجادو۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بجاتی رہی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بجاتی رہی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بجاتی رہی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو اس نے دف اپنے نیچے رکھی اور اس پر بیٹھ گئی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اے عمر! شیطان تم سے ڈرتا ہے۔ میں بیٹھا تھا لیکن یہ بجاتی رہی۔ ابو بکر آئے اور یہ بجاتی رہی، علی آئے اور یہ بجاتی رہی۔ پھر عثمان آئے اور یہ بجاتی رہی۔ جب اے عمر! تم اندر داخل ہوئے تو اس نے دف نیچے رکھ لی۔ (ترمذی)

46- حضرت انس اور حضرت ابی عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تین باتوں میں میرے رب نے میری موافقت فرمائی۔

(۱) میں عرض گزار ہوا، یا رسول اللہ ﷺ! کاش ہم مقام ہر ایم کو نماز کی جگہ بنا لیں تو حکم نازل ہوا، ”اور ٹھہرو مقام ہر ایم کو نماز کی جگہ۔“ (۱۲۵:۲)

(۲) میں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! ہماری عورتوں کے پاس بھلے اور برے آتے ہیں، کاش! آپ انہیں پردے کا حکم فرمائیں۔ اس پر پردے کی آیت نازل ہو گئی۔

(۳) نیز جب نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات غیرت کھا کر جمع ہو گئیں تو میں عرض گزار ہوا، ”اگر آپ انہیں طلاق دے دیں تو قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ان سے بہتر بدلے میں عطا فرمائے۔“ پس اسی طرح آیت نازل ہو گئی۔ (بخاری، مسلم)

47- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دوسرے لوگوں پر چار باتوں سے فضیلت دی گئی ہے۔

(۱) بدر کے قیدیوں کے بارے میں جب آپ نے ان کو قتل کرنے کے لیے کہا تو اللہ تعالیٰ نے (آپ کی تائید میں) فرمایا، ”اگر اللہ پہلے فیصلہ نہ کر چکا ہوتا جو تم نے کیا تو تم کو بڑا عذاب پہنچتا۔“ (۲۸:۸)

(۲) اور پردے کے معاملے میں جب آپ نے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے پردے کے لیے کہا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا، اے ابن خطاب! آپ ہم پر بھی حکم چلاتے ہیں حالانکہ وہی ہمارے گھر میں نازل ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا، ”اور جب تم نے کوئی چیز ان سے مانگنی ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔“ (۵۳:۳۳)

(۳) اور حضور ﷺ کی دعا کے باعث کہ ”اے اللہ! عمر کے ذریعے اسلام کی مدد فرما۔“

(۴) اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کے فیصلے کے باعث کہ سب سے پہلے انہوں نے بیعت کی۔ (احمد، مشکوٰۃ)

48- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم تر ازو کے ایک پلے میں اور تمام اہل دنیا کا علم تر ازو کے دوسرے پلے میں رکھ کر تولا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلہ ہی بھاری رہے گا کیونکہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے علم آپ کو دیا گیا ہے۔ (طبرانی، حاکم، تاریخ الخلفاء: ۱۹۵)

49- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میری امت سے وہ آدمی جنت میں بڑے بلند درجے والا ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم، ہم اس آدمی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی مر لویا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ اپنے راستے پر چلے گئے یعنی وصال فرما گئے۔ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

50۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا اور انہوں نے تکلیف محسوس کی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا، اے امیر المؤمنین! کیا آپ پریشان ہیں حالانکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور اچھا ساتھ نبھایا۔ پھر جب وہ جدا ہوئے تو آپ سے راضی تھے پھر آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے اور اچھا ساتھ نبھایا۔ پھر جب وہ جدا ہوئے تو آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ کی صحابہ کرام سے صحبت رہی اور اچھی صحبت رہی۔ اگر آپ ان سے جدا بھی ہو جائیں تو وہ آپ سے راضی ہیں۔

فرمایا، تم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور رضامندی کا ذکر کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر فرمایا۔ تم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صحبت اور رضامندی کا ذکر کیا تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جو اس نے مجھ پر فرمایا۔ اور جو تم میری پریشانی دیکھ رہے ہو یہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔ خدا کی قسم! اگر میرے پاس زمین بھر سونا بھی ہوتا تو میں اللہ کے عذاب کو دیکھنے سے پہلے اس کا فدیہ لو کر دیتا۔

(بخاری باب مناقب عمر بن خطاب)

51۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے عمر سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل عرفہ پر عموماً اور حضرت عمر پر خصوصاً نفع کیا ہے۔ جتنے انبیاء کرام مبعوث ہوئے ہیں، ہر ایک کی امت میں ایک محدث ضرور ہوا ہے اگر میری امت کا کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! محدث کون ہوتا ہے؟ فرمایا، جس کی زبان سے ملائمہ گفتگو کریں۔

اس حدیث کی اسناد درست ہیں۔ (طبرانی فی الاوسط، تاریخ الخلفاء: ۱۹۳)

52۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے بعد حق عمر کے ساتھ رہے گا خواہ وہ کہیں ہوں۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۳، طبرانی)

53۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مرض الوصال میں دریافت کیا گیا، اگر آپ سے اللہ تعالیٰ یہ دریافت فرمائے کہ تم نے عمر رضی اللہ عنہ کو کیوں خلیفہ منتخب کیا تو آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟ فرمایا، میں عرض کروں گا کہ میں نے ان لوگوں پر ان میں سے سب سے بہتر شخص کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۵، طبقات ابن سعد)

54۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عمر اہل جنت کا چہرہ انہیں۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۳، المیزان، ابن عساکر)

55۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب جاننے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا، یہی وہ ہستی ہے جس کے باعث فتنہ و فساد کے دروازے بند ہیں اور یہ جب تک زندہ رہے گا اس وقت تک تم میں کوئی پھوٹ اور فتنہ و فساد نہیں ڈال سکے گا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۳، ازلة الخلفاء)

56۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، مجھ سے جبرئیل نے کہا ہے کہ اسلام عمر کی موت پر روئے گا یعنی ان کی وفات سے اسلام کو بہت نقصان پہنچے گا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۳، طبرانی)

57۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی شخص سے واقف نہیں جس نے جرأت کے ساتھ رسول خدا میں ملامت کی ہو۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۵)

58۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے (ازراؤ کرم و عنایت) یہ فرمایا، ”اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا۔“

(ابوداؤد، ابن ماجہ)

وہ عمر جس کے امداء پہ شیدا سفر اُس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

فضائل ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما قرآن میں:

1۔ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاُ وَجِبْرِيلَ وَصَالِحِ الْمُؤْمِنِينَ۔ (التحریم: ۳)

”بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے۔“ (کنز الایمان)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صالح مؤمنین سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تفسیر بخاری)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابولہامہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عمر، ابن عباس اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری)

2۔ شَاوِزْهُمْ فِي الْأَمْرِ (آل عمران: ۱۵۹) ”کاموں میں ان سے مشورہ لو“۔ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس آیت میں رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

ابوبکر و عمر سے مشورہ کیا کرو۔ اس آیت کے نزول پر سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضراتِ شیعین سے فرمایا، جب تم دونوں کسی رائے پر متفق ہو جاؤ تو میں تمہارے

خلاف نہیں کرتا۔

(ازالہ الغلاء: ج ۲: ۳۳، مستدرک للحاکم تفسیر ابن کثیر)

3۔ وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ۔ (آل عمران: ۱۴۵)

”اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں۔“ (کنز الایمان)

جو (غزوہ احد میں نبی کریم ﷺ کی شہادت کی جھوٹی افواہ سن کر) نہ پھرے اور اپنے دین پر ثابت رہے، انکو شاکرین فرمایا کیونکہ انہوں نے اپنے ثبات سے

نعمتِ اسلام کا شکر ادا کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی جو اپنے دین پر قائم رہے وہ شاکرین ہیں۔ (جن میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر الشاکرین ہیں۔ (ازالہ الغلاء: ج ۲: ۳۵، تفسیر

قرآن العرفان)

4۔ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَآكْفُرٌ إِلَّا أَلْهِنَ أَفْئِدَةً فَالْأَنفُسُ فَسَادٌ لِّلْإِنْسَانِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَكَنَافٍ۔ (الانعام: ۸۰)

”بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب

ہے۔“ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ)

آیت لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ (اپنی آوازیں کریم ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو) کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر و عمر اور بعض اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بہت

احتیاط لازم کر لی اور خدمتِ اقدس میں بہت سی پست آواز سے عرض معروض کرتے۔ ان حضرات کے حق میں یہ آیت مازل ہوئی۔ (قرآن العرفان)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے دل اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے پرکھ لیے ہیں، جو انہیں فاسق مانے وہ اس آیت کا منکر ہے۔ (نور العرفان)

فضائل ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما احادیث میں:

59۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا، یہ بتاؤ کہ تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اُس نے عرض کی، میرے پاس تو کوئی عمل نہیں سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، تم انہی کے ساتھ ہو گے جن سے محبت رکھتے ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے کسی بات سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جس قدر خوشی یہ فرمان سن کر ہوئی کہ ”تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت کرتے ہو“۔ میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں لہذا مجھے امید ہے کہ میں اُن سے محبت کی وجہ سے انکے ساتھ رہوں گا اگرچہ میرے اعمال اُن جیسے نہیں۔ (صحیح بخاری باب مناقب عمر بن خطاب)

60۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک آدمی گائے کو ہانک رہا تھا۔ جب تھک گیا تو اس پر سوار ہو گیا۔ اس نے کہا، ہمیں اس لیے پیدا نہیں کیا گیا ہے بلکہ ہمیں زمین کی کاشت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا، سبحان اللہ! گائے بولتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”اس بات کو میں نے مانا اور ابو بکر و عمر نے“۔ حالانکہ وہ دونوں وہاں موجود نہ تھے۔

پھر فرمایا، ایک آدمی اپنی بکریوں میں تھا جب کہ بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کیا اور اسے پکڑ لیا۔ اس کے مالک نے وہ بکری چھڑالی۔ بھیڑیے نے اس سے کہا، یو مسیح کو اس کی حفاظت کون کرے گا جبکہ میرے سوا کوئی چرواہا نہیں ہوگا۔ لوگوں نے کہا، سبحان اللہ! بھیڑیا باتیں کرتا ہے۔ فرمایا، ”میں نے اس بات کو مانا اور ابو بکر و عمر نے بھی“۔ حالانکہ وہ وہاں موجود نہ تھے۔ (بخاری، مسلم)

61۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے سوا کوئی اور سر نہ اٹھاتا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مسکراتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر تبسم فرماتے۔ (ترمذی)

62۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد انکے لیے دعا کر رہے تھے جب کہ وہ تختے پر تھے تو ایک آدمی نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھ کر کہا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ مجھے امید ہے کہ وہ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں سے ملا دے گا کیونکہ میں نے اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، ”میں اور ابو بکر و عمر تھے، میں نے اور ابو بکر و عمر نے کیا، میں اور ابو بکر و عمر گئے، میں اور ابو بکر و عمر اندر داخل ہوئے، میں اور ابو بکر و عمر باہر نکلے“۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (بخاری، مسلم)

63۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے نہیں معلوم کہ میں تم میں کتنے دن اور رہوں گا لہذا میرے بعد والوں میں سے ابو بکر اور عمر کی پیروی کرنا۔ (ترمذی)

64۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک جنتی لوگ علیین والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم چمک دار تارے کو آسمان کے کنارے پر دیکھتے ہو۔ اور بیشک ابو بکر و عمر انہی میں سے ہیں اور دونوں خوب تر ہیں۔ (مشکوٰۃ، ترمذی، ابن ماجہ)

65۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو بکر و عمر انبیائے کرام و مرسلین عظام کے سوا تمام اہل جنت کے عمر رسیدہ لوگوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

66۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر میں سے ایک آپ کے دائیں جانب اور ایک بائیں جانب تھے۔ آپ نے دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا، میں قیامت کے روز اسی طرح اٹھایا جاؤں گا۔ (ترمذی)

67- حضرت عبداللہ بن خطابؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کو کچھ کفر فرمایا، یہ دونوں کان اور آنکھ ہیں (یعنی میرے لیے اس قدر اہم ہیں جیسے جسم کے لیے کان اور آنکھ)۔ (ترمذی)

68- حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، تمہارے پاس ایک جتنی شخص آئے گا پس حضرت ابوبکر آئے۔ پھر فرمایا کہ تمہارے پاس ایک جتنی شخص آئے گا۔ پس حضرت عمر آئے۔ (ترمذی)

69- حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، کوئی نبی نہیں مگر اس کے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو زمین والوں میں سے ہوتے تھے، میرے دو آسمانی وزیر جبریل و میکائیل ہیں اور زمین پر میرے وزیر ابوبکر و عمر ہیں۔ (ترمذی)

70- حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ ایک چاندنی رات میں رسول کریم ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ میں عرض گزار ہوئی، یا رسول اللہ ﷺ! کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہیں؟ فرمایا، ہاں! عمر کی۔ میں نے عرض کی، اور حضرت ابوبکر کی نیکیوں کا کیا حال ہے؟ فرمایا، عمر کی ساری نیکیاں ابوبکر کی ایک نیکی جیسی ہیں۔ (مشکوٰۃ)

71- حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ آنکا دوٹی ﷺ نے فرمایا، میرے پاس جبریلؑ آئے تو میں نے کہا، مجھ سے عمر بن خطاب کے فضائل بیان کرو۔ انہوں نے کہا، اگر عمر کے فضائل بیان کرنے کے لیے مجھے حضرت نوحؑ کی زندگی مل جائے تو بھی عمر کے فضائل ختم نہ ہوں حالانکہ عمر کے تمام فضائل، ابوبکر کے فضائل کا ایک جزو ہیں۔ (المصوٰن المحرقہ: ۱۲۱، تاریخ الخلفاء: ۱۱۳، ابویعلیٰ)

72- حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ہر نبی کے اصحاب میں سے کچھ خاص لوگ ہوتے ہیں۔ میرے اصحاب میں سے خاص لوگ ابوبکر اور عمر ہیں۔ (المصوٰن المحرقہ: ۱۱۸، تاریخ الخلفاء: ۱۱۵، طبرانی)

73- حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میرے بعد میری امت میں بہترین افراد ابوبکر اور عمر ہیں۔ (المصوٰن المحرقہ: ۱۱۸، ابن عساکر)

74- حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے فرمایا، اُس خدا کا شکر ہے جس نے تم کو میرا مددگار بنایا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۱۳، بزار، حاکم)

75- حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ مہدی نبوی میں کون فتویٰ دیا کرتا تھا؟ جواب دیا، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے زیادہ کوئی عالم نہیں تھا اس لیے یہی دونوں حضرات فتویٰ دیا کرتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۱۵، طبقات ابن سعد)

76- حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، میرے بعد ابوبکر و عمر کی پیروی کرنا کیونکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی پھیلائی ہوئی رسی ہیں۔ جو ان کا دامن تھام لے گا وہ کبھی نہ ٹھلنے والی گرہ تھام لے گا۔ (المصوٰن المحرقہ: ۱۱۶، طبرانی)

77- حضرت ابواسامہؓ فرماتے ہیں، لوگو! تم جانتے ہو کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کا دین اسلام میں کیا مقام ہے۔ وہ اسلام کے لیے ایسے تھے جیسے (اولاد کے لیے) ماں باپ۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۷)

78- حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ آنکا دوٹی ﷺ نے فرمایا، جس نے میرے اصحاب میں سے کسی کو ابوبکر و عمر پر فضیلت دی، اُس نے مہاجرین و انصار پر زیادتی کی۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۱۰، طبرانی فی الاوسط)

79- حضرت شریکؓ فرماتے ہیں، جس شخص میں ذرا سی نیکی ہے وہ کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت علیؓ، سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۷)

80- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی محبت ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر کی نشانی ہے۔

(تاریخ الخلفاء: ۱۱۵، الصواعق المحرقة: ۱۲۲، ابن عساکر)

صدق الصادقین ، سید المتقین چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام
ترجمان نبی ، ہم زبان نبی جان شان عدالت پہ لاکھوں سلام
☆☆☆☆

خليفة سوم سيدنا عثمان ذو النورين ؓ:

سيدنا ابو بکر ؓ اور سيدنا عمر ؓ کے بعد سب سے افضل حضرت عثمان ذو النورين ؓ ہیں۔ آپ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت زید بن حارثہ ؓ کے بعد ایمان لائے۔ آپ نے اسلام کے لیے دوبار ہجرت کی، ایک بار حبشہ کی طرف اور دوسری بار مدینہ منورہ کی طرف۔ حضرت عمر ؓ نے آپ کا شمار ان چھ خوش نصیب ہستیوں میں کیا جن سے نبی کریم ﷺ ظاہری وصال تک راضی رہے۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے قرآن پاک کو لغت قریش پر جمع کیا۔

حضرت ابن سیرین ؓ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ؓ مناسک حج کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ آپ نے سرکارِ دو عالم ﷺ سے ایک سو چھیالیس (۱۳۶) احادیث روایت کی ہیں۔ آپ کی دینا اور سخاوت بہت مشہور ہے۔ آپ نے اپنے مال سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت نفع پہنچایا اور کئی بار جنت کی بشارت حاصل کی۔

حضرت امام حسن ؓ سے روایت ہے کہ آپ کا لقب ذو النورین اس لیے ہوا کیونکہ آپ کے سوا کسی شخص کے نکاح میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں نہیں آئیں۔

حضرت علی ؓ سے جب حضرت عثمان ؓ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، وہ ایسی ہستی ہیں جو بلا علیؓ میں ذو النورین کے لقب سے مشہور ہیں۔

آقا مولیٰ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، ”میں نے اپنی صاحبزادیوں کے نکاح عثمان سے وحی الہی کے ذریعہ سے کیے تھے۔“

حضرت عمر ؓ نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے چھ جید صحابہ کرام پر مشتمل جو کمیٹی بنائی تھی اس نے حضرت عثمان ؓ کو خلیفہ منتخب کیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خلیفہ میں حضرت عثمان ؓ سے پوچھا، اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیں گے؟ آپ نے فرمایا، علیؓ سے۔ پھر میں نے اسی طرح تنہائی میں حضرت علی ؓ سے پوچھا، اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ کس سے بیعت کرنے کا مشورہ دیں گے؟ انہوں نے فرمایا، عثمان سے۔ پھر میں نے دیگر صحابہ سے مشورہ کیا تو اکثر کی رائے حضرت عثمان ؓ کی طرف پائی۔

حضرت ابی وائل ؓ سے روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمن بن عوف ؓ سے دریافت کیا، تم نے حضرت عثمان ؓ سے کیوں بیعت کی اور حضرت علی ؓ سے کیوں بیعت نہ کی؟ انہوں نے جواب دیا، اس میں میرا کچھ قصور نہیں۔ میں نے پہلے حضرت علی ؓ سے کہا تھا کہ میں آپ سے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی امت پر بیعت کرتا ہوں تو انہوں نے کہا، مجھ میں اس کی استطاعت نہیں ہے۔ پھر میں نے حضرت عثمان ؓ سے یہی باتیں کیں تو انہوں نے جواب دیا، بہت اچھا۔ پس میں نے ان سے بیعت کر لی۔

اس روایت کی بنیاد پر گمان یہ ہے کہ حضرت علی ؓ نے جب عام صحابہ کرام بنے، ان کا رجحان حضرت عثمان ؓ کے حق میں دیکھا تو آپ نے صحابہ کرام کی مرضی کے خلاف زبردستی ان کا خلیفہ بننا پسند نہ فرمایا اور خلافت کا منصب قبول کرنے سے معذرت کر لی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آپ کے دور خلافت میں بھی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ ملک روم کا وسیع علاقہ، قبرص، مغربیہ اندلس (اسپین) اور ایران کے کئی علاقے فتح ہوئے۔ خاص

بات یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ ؓ نے پہلے اسلامی عری بیڑے کے ذریعے قبرص پر حملہ کر کے اسے فتح کیا۔

حضرت عثمان ؓ کی خلافت کے ابتدائی چھ سالوں میں لوگوں کو آپ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی البتہ بعد ازاں بعض کورنوں کی وجہ سے لوگوں کو شکایات ہوئیں۔ دراصل مسلمانوں کی عظیم سلطنت کو نقصان پہنچانے کے لیے یہودی روز بروز سازشوں میں مصروف تھے چنانچہ انکے ایجنٹ عبداللہ بن سبا نے مذکورہ شکایات کو بنیاد بنا کر حضرت عثمان ؓ کے خلاف ایک مذموم پراپیگنڈا مہم شروع کر دی۔ وہ اور اسکے ساتھی جگہ جگہ حضرت عثمان ؓ کی مائنوفی اور قربا پروری کی داستانیں مشہور کرنے لگے۔ معاملہ اس وقت سنگین ہو گیا جب اہل مصر نے اپنے کورن ابن ابی سرح کے خلاف شکایات کیں اور آپ نے اسے بذریعہ خلافت تنبیہ فرمائی۔ لیکن کورن مصر نے اس کی کوئی پروا نہ کی بلکہ جو مصری لوگ شکایات لے کر مدینہ منورہ آئے تھے، انہیں قتل کرادیا۔ اس طرح حالات مزید خراب ہوئے۔

چنانچہ تارتخ طبری کے مطابق بصرہ، کوفہ اور مصر سے تقریباً دو ہزار فتنہ پرداز افراد حایوں کی وضع میں مدینہ شریف پہنچ گئے، انکے عزائم اچھے نہ تھے۔ مصریوں نے کورن کو معزول کرنے کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا، تم کوئی اور شخص بتاؤ، میں اسے کورن مقرر کر دوں گا۔ مصری وفد نے کہا، محمد بن ابوبکر ؓ کو مقرر فرما دیجیے۔ چنانچہ آپ نے ابن ابی سرح کی معزولی اور انکی تقرری کا فرمان جاری کر دیا۔ محمد بن ابوبکر ؓ بھی کچھ صحابہ کے ہمراہ قافلے کی صورت میں مصر روانہ ہوئے۔

راستے میں ایک حبشی غلام سانڈنی پر سوار تیزی سے اس قافلے کے پاس سے گزرا تو انہیں اس پر شک ہوا کہ کسی کا قاصد ہے یا کوئی مفرور ہے۔ اسے پکڑ کر پوچھا تو کون ہے؟ بولا، میں امیر المومنین کا غلام ہوں، پھر کہنے لگا، میں مروان کا غلام ہوں۔ پوچھا، تجھے کہاں بھیجا ہے؟ بولا، عامل مصر کے پاس خط دیکر بھیجا ہے۔ تلاشی لینے پر خط برآمد ہو گیا۔ اس میں کورن کے نام یہ تحریر تھا،

”جس وقت تمہارے پاس محمد بن ابوبکر اور فلاں فلاں لوگ پہنچیں تو تم کسی حیلے سے انہیں قتل کر دو اور اس فرمان کو کا لحد مقرر دو اور حسب سابق اپنا کام جاری رکھو۔“ خط پر امیر المومنین کی مہر ثبت تھی۔ یہ پڑھ کر سب دنگ رہ گئے۔ مدینہ منورہ واپس آ کر اکابر صحابہ کو جمع کر کے یہ خط پڑھوایا گیا۔ اس پر سب لوگ برہم ہوئے۔ محمد بن ابوبکر، انکے قبیلہ بنو تمیم اور باغیوں نے حضرت عثمان ؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

یہ صورتحال دیکھ کر حضرت علی ؓ اکابر صحابہ ؓ کے ہمراہ حضرت عثمان ؓ کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت کیا، یہ غلام آپ کا ہے؟ فرمایا، ہاں۔ پھر پوچھا، کیا یہ اونٹنی بھی آپ کی ہے؟ فرمایا، ہاں۔ پھر آپ نے وہ خط پیش کر کے کہا، کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے؟ سیدنا عثمان ؓ نے فرمایا، نہیں۔ خدا کی قسم! نہ میں نے یہ خط لکھا، نہ کسی کو لکھنے کا حکم دیا اور نہ اسکے متعلق مجھے کچھ معلوم ہے۔ اس پر حضرت علی ؓ نے فرمایا، تعجب کی بات ہے کہ غلام آپ کا، اونٹنی آپ کی، مہر بھی آپ کی مگر آپ کو کوئی علم نہیں۔ آپ نے پھر قسم کھائی کہ مجھے اس بارے میں کچھ علم نہیں۔ اس پر صحابہ کو یقین ہو گیا کہ آپ اس سازش سے بری ہیں۔

بعد میں کچھ لوگوں نے غور کر کے پہچانا کہ یہ تحریر مروان کی ہے۔ چونکہ وہ آپ ہی کے پاس مقیم تھا اس لیے لوگوں نے مطالبہ کیا کہ مروان کو ہمارے حوالے کریں مگر آپ نے انکار فرمادیا کیونکہ لوگ غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے اس لیے آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ وہ مروان کو قتل کر دیں گے۔ نیز چونکہ ایک تحریر دوسری تحریر کے مشابہہ ہو سکتی ہے اور شبہ کا فائدہ ملزم کو پہنچتا ہے اس لیے آپ نے مروان کو انکے سپرد نہیں کیا۔

بلوایوں نے حضرت عثمان ؓ سے خلافت سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کیا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا، میرے آقا صولٹی ؓ نے مجھ سے فرمایا تھا، ”اے عثمان! عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا۔ یعنی خلافت عطا کرے گا۔ اگر لوگ اسے اُتارنا چاہیں تو تم نہ اُتارنا۔“ پس میں اپنے آقا کریم ؓ کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا، ”جسٹک حضور ؓ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا اور میں اس پر صابر ہوں۔“ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

آپ کے انکار پر محاصرہ اور سخت کر دیا گیا جو کہ مسلسل چالیس دن تک قائم رہا یہاں تک کہ آپ پر پانی بھی بند کر دیا۔ ایک دن حضرت عثمان ؓ نے اوپر سے

جھانک کر مجمع سے پوچھا، کیا تم میں علی ہیں؟ لوگوں نے کہا، نہیں۔ پھر پوچھا، کیا تم میں سعد ہیں؟ جواب ملا، نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا، کوئی شخص علیؑ کو یہ خبر پہنچا دے کہ وہ ہمارے لیے پانی مہیا کر دیں۔ یہ خبر سیدنا علیؑ تک پہنچی تو آپ نے پانی سے بھرے ہوئے تین مشکیزے بھجوا دیے لیکن یہ پانی ان تک سخت کوشش کے بعد پہنچا اور اس دوران بنو ہاشم اور بنو امیہ کے چند لوگ زخمی بھی ہو گئے۔ اس بات سے حضرت علیؑ کو اندازہ ہو گیا کہ بلوائی حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے کے درپے ہیں۔ اکابر صحابہ نے بلوائیوں کو سمجھانے کے لیے متعدد تقریریں کیں مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

حضرت علیؑ نے اپنے صاحبزادوں حضرت حسن اور حضرت حسینؑ، غزوہ کربلا کو حکم دیا کہ کواہریں لیکر حضرت عثمانؓ کے دروازے پر چوکس کھڑے رہو اور خبردار! کسی بلوائی کو ہرگز اندر نہ جانے دینا۔ اسی طرح حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور دیگر اکابر صحابہؓ نے اپنے اپنے بیٹوں کو انکی حفاظت کا حکم دیا اور یہ سب نہایت مستعدی سے مسلسل ان کی حفاظت کرتے رہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ میں نے محاصرہ کے دوران حضرت عثمانؓ سے عرض کی، آپ امیر المؤمنین ہیں۔ میری تین باتوں میں سے ایک ضرور مان لیجیے۔ اول یہ کہ آپ حق پر ہیں اور وہ باطل پر نیز یہاں آپ کے حامیوں کی عظیم جماعت موجود ہے۔ آپ حکم دیجیے کہ ان باغیوں کو مقابلہ کر کے نکال دیں۔ دوم یہ کہ آپ پھیلی طرف سے نکل کر مکہ مکرمہ چلے جائیے۔ وہاں حرم کعبہ کی وجہ سے یہ لوگ آپ پر حملہ نہیں کریں گے۔ سوم یہ کہ آپ ملک شام چلے جائیے وہاں امیر معاویہؓ اور انکی فوج موجود ہے۔ حضرت عثمانؓ نے جواب میں فرمایا، رسول اللہ ﷺ کا غلیفہ ہو کر میرے لیے یہ ناممکن ہے کہ میں اپنی حکومت کی بھلا کے لیے مسلمانوں کی خونریزی کروں۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ مکہ معظمہ جانا مجھے اس لیے پسند نہیں کہ ان لوگوں سے یہ توقع نہیں کہ یہ حرم مکہ کی حرمت کا کوئی لحاظ کریں گے اس لیے میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے اس مقدس شہر کی حرمت پامال ہو۔ اور تیسری صورت کا جواب یہ ہے کہ میں اپنی ہجرت کے مقام اور رسول کریم ﷺ کے محبوب شہر کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتا۔ (مسند احمد)

حضرت عبد اللہ بن زبیر، زید بن ثابتؓ، انصاری، حضرت ابو ہریرہؓ اور کئی صحابہؓ نے باغیوں سے لڑنے کی اجازت مانگی مگر آپ نے سب کو منع کیا اور فرمایا، ”اللہ کی قسم! خونریزی سے پہلے قتل ہو جانا مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں خونریزی کے بعد قتل کیا جاؤں۔“ مطلب یہ ہے کہ جب آقا و مولیٰ ﷺ نے مجھے شہادت کی بشارت دیدی ہے تو اگر تم جنگ بھی کرو گے تو مجھے قتل ہونے سے نہیں بچا سکو گے۔

مسلسل سخت پہرہ دیکھ کر آخر کار بلوائیوں نے دور ہی سے حضرت عثمانؓ پر تیر چلائے۔ ایک تیر لگنے سے حضرت حسنؓ زخمی ہو گئے، حضرت علیؓ کے ایک غلام کے علاوہ محمد بن طلحہؓ بھی زخمی ہوئے۔ اس پر محمد بن ابوبکرؓ کو یہ خوف ہوا کہ اگر بنو ہاشم نے حضرت حسنؓ کو زخمی دیکھ لیا تو وہ بگڑ جائیں گے۔ لہذا وہ دو بلوائیوں کے ساتھ ایک انصاری کے مکان میں داخل ہوئے اور وہاں سے دیوار پھاند کر حضرت عثمانؓ کے گھر میں پہنچ گئے۔ یوں باہر اور چھت پر موجود لوگوں کو خبر نہ ہوئی۔

نیچے حضرت عثمانؓ، تلاوت فرما رہے تھے اور انکے پاس صرف انکی اہلیہ تھیں۔ محمد بن ابوبکرؓ نے قریب پہنچ کر حضرت عثمانؓ کی داڑھی مبارک پکڑ لی تو سیدنا عثمانؓ نے فرمایا، ”اگر تیرے والد ابوبکرؓ تجھے یہ حرکت کرتے دیکھتے تو وہ کیا کہتے۔“ یہ سن کر انہوں نے آپ کی داڑھی چھوڑ دی اور نادام ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن دوسرے دو بلوائیوں نے آگے بڑھ کر سیدنا عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ اس دوران آپ کی زوجہ محترمہ نے بہت چیخ و پکار کی لیکن بلوائیوں کا شور اس قدر تھا کہ کوئی ان کی آواز نہ سکا۔ پھر وہ چھت پر گئیں اور لوگوں کو بتایا کہ امیر المؤمنین شہید کر دیے گئے۔

حضرت علیؓ سب سے پہلے وہاں پہنچے اور اپنے فرزندوں پر غصہ ہوئے کہ تمہارے ہوتے ہوئے امیر المؤمنین کس طرح شہید ہوئے۔ غصہ سے آپ نے ایک طمانچہ حضرت حسنؓ کے اور ایک گھونسہ حضرت حسینؓ کے سینے پر مارا۔ محمد بن طلحہؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ کو بھی برا بھلا کہا۔ پھر حضرت عثمانؓ کی اہلیہ سے قاتلوں کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا، میں نہیں تو نہیں جانتی مگر انکے ساتھ محمد بن ابوبکرؓ تھے۔

اب حضرت علیؓ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا، میں قتل کے ارادے سے داخل ضرور ہوا تھا مگر جب انہوں نے میرے والد حضرت ابوبکرؓ کا ذکر کر

دیا تو میں انہیں چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ میں اپنے اس فعل پر ادم ہوں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں۔ خدا کی قسم! میں نے نہ ان کو پکڑا اور نہ ہی قتل کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کسی معمری نے شہید کیا تھا۔

۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو جمعہ کا دن تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہما شریف فرما ہیں اور حضور ﷺ فرما رہے ہیں، ”عثمان! جلدی کرو۔ آج تم ہمارے ساتھ اظہار کرنا۔“ اسی دن آپ شہید کیے گئے۔

آپ کی عظمت کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ آپ کے باغی کم و بیش ۳۰ ہزار تھے اور آپ کے حامی کئی ہزار۔ آپ نے چالیس روز عیصرہ میں رہنا، بھوک اور پیاس برداشت کرنا اور جام شہادت نوش کرنا قبول کر لیا اگر اپنی ایک جان کی خاطر یا اپنی حکومت کی خاطر کسی کلمہ کو کا خون بہانا گوارہ نہ کیا۔

(ماخوذ از تاریخ الخلفاء و تاریخ طبری و طبقات ابن سعد)

فضائل سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، قرآن میں:

1۔ اَلَّذِينَ يُبْذِلُونَ اَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا اَنْفَقُوا مَمْنًا وَلَا اَذٰى لَهُمْ اَجْرُهُمْ جَنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ (البقرہ: ۲۶۴)

”وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر دینے کے بعد نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں۔ ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔“

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمودہ تبوک میں ایک ہزار اونٹ مع سامان کے بارگاہ نبوی میں پیش کئے تو یہ آیت مازل ہوئی۔ (تفسیر بغوی، تفسیر مظہری)

2۔ اَمَّنْ هُوَ قَلِيلٌ اَنۡ يَّاتِيَ الْاُتۡمٰنُ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحۡمِلُزُ الْاِحۡزَةَ وَيَرْجُو رَحۡمَةً رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسۡتَوِی الْاَلۡبَیۡنُ یَعۡلَمُوۡنَ وَالۡاَلۡبَیۡنُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ۔ (الحرر)

”کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں بخود میں یورقیام میں، آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی آس لگائے، کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا؟ تم فرماؤ کیا براہم ہیں جاننے والے اور نہ جان (ہرگز نہیں)۔“ (کنز الایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں مازل ہوئی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے حق میں مازل ہوئی۔

(تفسیر بغوی، تفسیر مظہری، خزائن العرفان)

3۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ”جو شخص میسر رومہ خرید کر راہ خدا میں دے گا، اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا۔“ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے خرید لیا تو سرکار نے فرمایا ”کیا تمہاری نیت یہ ہے کہ اسے لوگوں کی سیرابی کا ذریعہ بناؤ؟ عرض کی، ہاں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ آیات مازل فرمائیں۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُسْتَمِیۡنَةُ اِزۡجِعِیۡ اِلَی رَبِّکِ رَاحِیۡۃً مَّرۡجِیۡۃً کَاذِبۡلِیۡ فِیۡ عِبَادِیۡ وَاذۡخِلِیۡ جَنَّتِیۡ۔ (الحجر: ۳۰۲)

”اے اطمینان والی جان! اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی، پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری طرف جنت میں آ۔“ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ)

علامہ ابن کثیر نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں مازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

4۔ وَصَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّرَجُلَیۡنِ وَهُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیۡمٍ۔ (النحل)

”اور اللہ نے کہا موت بیان فرمائی، دھرد (جس جن میں) ایک کوٹکا جو کچھ کام نہیں کر سکتا اور وہ اپنے آکا پر بوجھ ہے، جدھر بھیجے کچھ بھلائی نہ لائے۔ کیا برا کہ ہو جائے گا یہ اور وہ جو انصاف کا حکم کرتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر ہے۔“ (کنز الایمان)

ابن جریر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام اسید کے بارے میں نازل ہوئی، یہ غلام اسلام کو ناپسند کرتا تھا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو صدمہ اور نیکی سے منع کرتا تھا۔ (تفسیر مظہری، ازالۃ الخفاء ج ۲: ۱۳۳)

5- مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَلُّوا مَا عَاهَدُوا اللَّهُ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَطَعَ نَجْبَةً وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ۔ (الاحزاب: ۲۳)

”مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دکھایا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں سے کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے۔“ (کنز الایمان)

یہ آیت حضرت عثمان اور ان جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے رب تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں جہاد کا موقع ملا تو ہم ثابت قدم رہیں گے اور انہوں نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ حضرت حمزہ مصعب حمید ہو گئے اور حضرت عثمان وطلحہ رضی اللہ عنہما کی شہادت کا انتظار کر رہے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)

6- لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ (الفتح: ۱۸)

”بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس بیڑ کے نیچے کھاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتا را اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔“ (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں حدیبیہ میں نبی کریم ﷺ سے بیعت کرنے والوں کو رضائے الہی، سکون و اطمینان اور فتح و نصرت کی بشارت دی گئی۔ بیعت رضوان اور اس سے متعلق آیات کے نزول کا سبب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ تھی جب وہ حضور اکرم ﷺ کے سفیر بن کر مکہ مکرمہ گئے اور انہیں کافروں نے روک لیا۔ اس پر آٹا ڈھولی ﷺ نے صحابہ سے کفار کے مقابل جہاد میں ثابت قدم رہنے پر بیعت لی۔

علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک منافق کا درخت تھا جو اسکے انصاری بڑوسی کے مکان پر جھکا ہوا تھا اس لیے اس کا پھل اس انصاری کے مکان میں گرتا تھا۔ انصاری نے اس کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو حضور ﷺ نے اس منافق سے (جس کا نفاق ابھی ظاہر نہ ہوا تھا) فرمایا تم وہ درخت انصاری کو بیچ دو، اسکے عوض تمہیں جنت کا درخت ملے گا۔ اس منافق نے انکار کر دیا۔

جب اس بات کی خبر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے پورا باغ دیکر اسکے عوض منافق سے وہ درخت خرید لیا اور انصاری کو دیدیا۔ اس پر آپ کی شان میں اور اس منافق کی مذمت میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

سَيَذَرُكَ مَنْ يُخْلِي وَيَتَجَبَّهِنَّ الْإِنْسِيُّ الَّذِي يَخْلِي الْفَارَ الْكُفْرَى۔

”عنقریب نصیحت مانے کا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بد بخت دور رہے گا جو سب سے بڑی آگ میں جائے گا۔“ (الاعلیٰ، ۱۰-۱۲، تفسیر روح البیان)

فضائل سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، احادیث میں:

81- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں کسی کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے براہ نہیں سمجھتے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے اور پھر دیگر اصحاب پر کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔

(صحیح بخاری باب مناقب عثمان)

82- سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا، جو رومہ کوئیں کو خریدے، اس کے لیے جنت ہے، اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خرید لیا اور مزید کھدوایا۔ نبی کریم ﷺ نے

تبوک کے موقع پر فرمایا، جو جنگی والے لشکر کا سامان مہیا کر دے اس کے لیے جنت ہے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سامان فراہم کر دیا۔ (بخاری باب مناقب عثمان)

83۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک باغ میں داخل ہوئے اور مجھے باغ کے دروازے کا خیال رکھنے کے لیے فرمایا۔ پس ایک صاحب آئے تو میں نے حضور ﷺ سے اجازت مانگی۔ غیب بتانے والے آقا ﷺ نے فرمایا، انہیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو۔ وہ صاحب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر ایک صاحب آئے اور اجازت مانگی تو حضور ﷺ نے فرمایا، انہیں بھی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو۔ وہ صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

پھر ایک اور صاحب نے اجازت مانگی تو حضور ﷺ غصہ خاموش رہے پھر فرمایا، انہیں بھی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دو لیکن ایک مصیبت کے ساتھ جو انہیں پہنچے گی۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ (بخاری باب مناقب عثمان)

84۔ صحیح مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا، ”اے اللہ! اُس مصیبت پر مجھے مبرا عطا فرما۔“ (باب من نضائل عثمان)

85۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حجۃ رضوان کے لیے حکم فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ بھیجا ہوا تھا۔ پس صحابہ نے بیعت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک عثمان، اللہ اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے ایک دستِ اقدس کو دوسرے پر رکھ کر انکی طرف سے بیعت کی۔ پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کا دستِ مبارک لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے بہتر رہا۔ (ترمذی)

86۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کا شانہ اقدس میں لپٹے ہوئے تھے اور آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی اور آپ نے انہیں اجازت دے دی اور آپ اسی حالت میں رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو انہیں بھی اجازت دے دی اور اسی حالت میں رہے اور انہوں نے گفتگو کی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو رسول کریم ﷺ بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے۔ جب وہ چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی بھی کوئی پرواہ نہ کی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو آپ بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست فرما لیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، کیا میں اس شخص سے حیاء کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

87۔ دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا، عثمان رضی اللہ عنہ بہت زیادہ حیا والے ہیں لہذا مجھے خدشہ تھا کہ اگر میں نے انہیں ایسی حالت میں اجازت دے دی تو وہ مجھ سے اپنی حاجت بیان نہیں کر سکیں گے۔ (صحیح مسلم باب من نضائل عثمان)

88۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

89۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، میرے صحابہ میں مجھ سے مشابہہ عثمان ہیں۔ (تاریخ الخلفاء، ۲۳۶، ابن عساکر)

90۔ حضرت عبدالرحمن بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ لشکر تبوک کے لیے رغبت دلا رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ ﷺ! سولنت اللہ کی راہ میں جھولوں اور کجاووں سمیت میرے ذمے۔

پھر آپ نے لشکر کے متعلق ترغیب دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے، اللہ کی راہ میں دو سولنت جھولوں اور کجاووں سمیت میرے ذمے۔ پھر آپ نے لشکر کے متعلق ترغیب دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے، اللہ کی راہ میں تین سولنت جھولوں اور کجاووں سمیت میرے ذمے۔

پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ منبر سے اتر آئے اور فرما رہے تھے، اس کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں وہ گناہ نہیں۔ اس کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں اس کا کوئی گناہ نہیں۔ (ترمذی)

91۔ حضرت عبدالرحمن بن سمرہؓ نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک ہزار دینار اپنی آستین میں لے کر حاضر ہوئے جب کہ لشکر تبوک کا بندوبست کیا جا رہا تھا اور وہ حضور کی کوہ میں ڈال دیے۔ پس میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ انہیں اپنی کوہ میں الٹ پلٹ رہے تھے اور دوسرے آپ نے فرمایا، آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں وہ انہیں نقصان نہیں دے گا۔ (مسند احمد)

92۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا، اے عثمان! یہ جبریلؑ ہیں جو مجھے بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری بیوی رقیہ کے مہر کے مثل پر میری دوسری بیوی ام کلثوم کو بھی تیری زوجیت میں دیا ہے اس لیے اس کے ساتھ بھی ویسا ہی حسن سلوک کرنا۔ (الصواعق المحرقة: ۱۶۸، ابن ماجہ)

93۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا جو آپ حضرت عثمانؓ سے (انکی زوجہ اور نبی کریم ﷺ کی دوسری بیوی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال پر) فرما رہے تھے کہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو بھی میں یکے بعد دیگرے ان سب کا نکاح تم سے کر دیتا۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۳۶، الصواعق المحرقة: ۷۰، ابن عساکر)

94۔ حضرت عمرؓ بن کعبؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے عنقریب واقع ہونے والے فتنوں کا ذکر سنا۔ پس ایک آدمی کپڑے سے سر کو ڈھانپے ہوئے گزرا تو فرمایا، یہ اس روز ہدایت پر ہوں گے۔ میں نے جا کر دیکھا تو وہ حضرت عثمانؓ تھے۔ پس انہیں آپ کے روبرو کر کے عرض کی کہ یہ؟ فرمایا، ہاں۔

امام ترمذی، رحمہ اللہ نے کہا، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

95۔ حضرت ثمامہ بن قیسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے لوہے سے جھانکتے ہوئے (لوہیوں سے) فرمایا، میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو پُر رومہ کے سوا بیٹھے پانی کا کوئی کنواں نہ تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، کون ہے جو بھر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے، اس نعمت کے بدلے جو جنت میں اس سے بہتر ہے۔ پس میں نے اسے اپنے مال سے خرید لیا اور آج تم مجھے اس کے پانی سے روکے ہوئے ہو۔ لوگوں نے کہا، یہ بات ہم جانتے ہیں۔

فرمایا، میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ مسجد نبویؐ نمازیوں کے لیے تنگ تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ کون ہے جو آل فلاں کے قطعہ زمین کو خرید کر مسجد میں داخل کر دے، اس نعمت کے بدلے جو جنت میں اس سے بہتر ہے۔ پس میں نے اسے اپنے مال سے خرید لیا اور آج تم مجھے اس میں دو رکعتیں پڑھنے سے بھی روک سکتے ہو۔ لوگوں نے کہا، یہ بات ہم جانتے ہیں۔

فرمایا، میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ میں نے لشکر تبوک کا بندوبست اپنے مال سے کیا تھا؟ لوگوں نے کہا، یہ بات ہم جانتے ہیں۔

فرمایا، میں تمہیں اللہ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول کریم ﷺ مکہ مکرمہ کے کوہِ نجر پر تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور میں تھا۔ پہاڑ پہننے لگا یہاں تک کہ پتھر ٹوٹنے لگے تو آپ نے پیر سے ٹھوکر مار کر فرمایا، اسے پیر! پتھر جا کیونکہ تیرے کوہِ نجر پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

لوگوں نے کہا، یہی بات ہے۔ آپ نے تکبیر کہی اور تین مرتبہ فرمایا، رب کعبہ کی قسم! لوگوں نے کو اسی دے دی کہ میں شہید ہوں۔ (ترمذی، نسائی، دارقطنی)

96۔ حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آکا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، اے عثمان! عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص (یعنی خلافت) پہنائے گا۔ اگر لوگ اسے اتارنا چاہیں تو تم نہ اتارنا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

97۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنے کا ذکر کیا اور حضرت عثمانؓ کے متعلق فرمایا کہ یہ اس فتنے میں مظلوم ہو گئے اور شہید کر دیے جائیں گے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

98۔ عثمان بن مہبؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی مصر سے حج کے لیے آیا۔ اس نے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے دیکھ کر پوچھا، یہ کون ہیں؟ کسی نے بتایا، یہ

قریش ہیں۔ پوچھا، ان میں مرد اور کون ہے؟ بتایا گیا، عبد اللہ بن عمر ؓ۔ کہنے لگا، اے ابن عمر! ایک بات بتائیے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان ؓ غزوہ احد سے فرار ہوئے تھے؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ پھر کہا، کیا آپ کو معلوم ہے کہ عثمان ؓ نے بیعت رضوان نہ کی اور غائب رہے۔ فرمایا، ہاں تو اس مسری نے اللہ اکبر کہا۔ حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا، میں ان واقعات کی حقیقت بیان کرتا ہوں۔

انہوں نے غزوہ احد سے راہ فرار اختیار کی تو میں کو اسی دلتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا اور انہیں بخش دیا۔ ان کا غزوہ بدر میں شریک نہ ہونا اس وجہ سے تھا کہ رسول کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ ؓ، رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں تھیں اور وہ اس وقت بیمار تھیں تو رسول کریم ﷺ نے خود ان سے فرمایا تھا کہ تمہیں بدر میں شریک ہونے والوں کے برابر اجر اور حصہ ملے گا۔ رہا ان کا بیعت رضوان سے غائب ہونا تو یہ بات جان لو کہ اگر اہل مکہ کے نزدیک حضرت عثمان ؓ سے بڑھ کر کوئی دوسرا معزز ہوتا تو رسول کریم ﷺ ان کی بجائے اسے مکہ بھیجتے۔ اور بیعت رضوان کا واقعہ تو ان کے مکہ جانے کے بعد پیش آیا۔ چنانچہ آقا مولا ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کے لیے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور پھر اسے اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا، یہ عثمان کی بیعت ہے۔ پھر حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا، اب جا اور ان بیانات کو بھی ساتھ لیتا جا۔

(صحیح بخاری باب مناقب عثمان)

99۔ حضرت ابو بکر ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوا، میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک ترزو آسمان سے اتری۔ پس آپ کو اور حضرت ابو بکر ؓ کو تو لا گیا تو آپ وزنی رہے۔ پھر حضرت ابو بکر ؓ اور حضرت عمر ؓ کو تو لا گیا تو حضرت ابو بکر ؓ وزنی رہے۔ پھر حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ کو تو لا گیا تو حضرت عمر ؓ وزنی رہے پھر ترزو اٹھائی گئی۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کا صدمہ ہوا اور فرمایا، یہ خلافت نبوت ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنا ملک جس کو چاہے دے۔ (ترمذی، ابو داؤد) چنانچہ خبر صادق ؓ کے ارشاد گرامی کے مطابق سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان ؓ بالترتیب خلیفہ ہوئے۔

100۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کو واحد پر تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان ؓ بھی تھے تو احد پہاڑ پہنچے گا۔ آقا مولا ﷺ نے اسے ٹھوکر لگا کر فرمایا، پھر جا اُحد! تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (صحیح بخاری باب مناقب عثمان) مذکورہ اکثر احادیث خصوصاً آخر الذکر حدیث مبارکہ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کی وسعت پر روشن دلائل میں سے ہے۔ بات بات پر بخاری کے حوالے طلب کرنے والوں کو صحیح بخاری میں ایسی احادیث کیوں نظر نہیں آتیں؟ رب تعالیٰ ﷻ قصب سے بچائے اور اپنے محبوب رسول ﷺ کی عظمت کو دل سے ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، بجاو سید المرسلین ﷺ۔

زبد مسجد احمدی پر درود دولت جیشِ غمیرت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحبِ قمیصِ بُدنی حلقہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام
اصل نسلِ صفا، وجہ وصلِ خدا بابِ فصلِ ولایت پہ لاکھوں سلام
شیرِ شمشیرِ زن، شاوِ خیرِ ممکن پرتو دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆

خلیفہ چہارم سیدنا علی المرتضیٰ ؓ:

حضرت علیؓ کی پختگی میں اسلام لائے۔ بعض صحابہ کے نزدیک سب سے پہلے آپ ہی نے اسلام قبول کیا۔ آپ رسول کریم ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب کے فرزند ہیں۔ آقا مولا ﷺ نے پختگی میں آپ کی پرورش اپنے ذمہ لے لی تھی۔ حضور ﷺ نے اپنی چھوٹی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کیا۔

علم کی قوت، ارادے کی پختگی، استقلال اور شجاعت و بہادری میں آپ کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ جتنی احادیث حضرت علیؓ کی فضیلت میں وارد ہیں، کسی اور کی فضیلت میں نہیں آئیں۔

آپ سے نبی کریم ﷺ کی ایک سو چھیالیس احادیث مروی ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا، کیا سبب ہے کہ آپ زیادہ احادیث روایت کرتے ہیں؟ فرمایا، اس کا سبب یہ ہے کہ جب کبھی میں حضور ﷺ سے کچھ دریافت کرتا تو آپ مجھے خوب اچھی طرح سمجھایا کرتے اور جب میں خود سے کچھ نہیں پوچھتا تو آپ خود ہی بتایا کرتے تھے۔

آپ تمام فزوات میں سوائے غزوہ تبوک کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہے اور شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔ غزوہ تبوک میں آقا مولا ﷺ نے آپ کو اپنا نائب بنا کر مدینہ منورہ میں چھوڑ دیا تھا۔

جنگ خیبر میں آپ نے اپنی پشت پر خیبر کا دروازہ اٹھالیا اور مسلمان اس دروازے پر چڑھ کر قلعہ کے اندر داخل ہو گئے، بعد ازاں آپ نے وہ دروازہ پھینک دیا۔ فتح کے بعد جب اس دروازے کو کھینٹ کر دوسری جگہ ڈالا جانے لگا تو چالیس افراد نے مل کر اسے اٹھایا تھا۔ جنگ خیبر ہی کے موقع پر آپ نے یہ شعر پڑھا جو بہت مشہور ہوا،

أَنَا الْبَلَدِيُّ سَمِعْنِي أَمْرِي خَيْرُهَا
كَأَنَّ غَنَابَتِ تَحْرِيهِ الْمُنْظَرَةِ

"میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام "شیر" رکھا ہے، میری صورت جنگل میں رہنے والے شیر کی طرح خوفناک ہے۔"

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ میں اٹھارہ ایسی صفات ہیں جو کسی اور صحابی میں نہیں ہیں۔ جس جگہ قرآن کریم میں يَا أَيُّهَا الْبَلَدِيُّ ائْتُوا آیا ہے وہاں یہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت علیؓ ان ایمان والوں کے امیر و شریف ہیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جس دن میری آنکھوں میں آقا مولا ﷺ نے اپنا لعاب دہن اقدس لگایا تھا اور عظم عطا فرمایا تھا، اُس دن سے نہ میری آنکھیں دکھنے آئیں اور نہ میرے سر میں درد ہوا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں کہا کرتے تھے کہ ہم بل مدینہ میں حضرت علیؓ سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں۔ جلیل القدر تابعی حضرت مسروقؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کا علم اب حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ تک محدود رہ گیا ہے۔

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت علیؓ مصر تشریف لائے تو ابن الکواہل اور قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہو کر دریافت کیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ ہو گے، یہ بات کہاں تک سچ ہے؟ آپ نے فرمایا،

یہ بات بالکل غلط ہے۔ جب میں نے سب سے پہلے حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی تو اب آپ پر جھوٹ کیوں تراشوں؟ اگر حضور ﷺ نے مجھ سے اس قسم کا کوئی وعدہ کیا ہوتا تو میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہما کو منبر پر کیوں کھڑا ہونے دیتا، میں اُن دونوں کو قتل کر ڈالتا خواہ میرا ساتھ دیے والا کوئی بھی نہ ہوتا۔

یہ سب جانتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی وفات اچانک نہیں ہوئی بلکہ آپ چند روز بیمار رہے اور جب آپ کی بیماری نے شدت اختیار کی اور مؤذن نے حسب معمول آپ کو نماز پڑھانے کے لیے بلایا تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور انہوں نے نماز پڑھائی اور حضور ﷺ نے مشاہدہ فرمایا۔ اس عرصہ میں ایک بار آپ کی ایک زوجہ مطہرہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے حضرت ابوبکرؓ کے لیے اس ارادے سے باز رکھنا چاہا تو حضور ﷺ کو

غصہ آیا اور آپ نے فرمایا ہم تو یوسف کے زمانے کی عورتیں ہو! جاؤ ابو بکر عی کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

جب حضور ﷺ کا وصال ہوا اور ہم نے اپنے معاملات میں (یعنی خلافت کے متعلق) غور کیا تو اسی شخص کو اپنی دنیا کے لیے اختیار کر لیا جس کو آقا موملی ﷺ نے ہمارے دین (امامت) کے لیے منتخب فرمایا تھا کیونکہ حضور ﷺ دین و دنیا دونوں کے قائم رکھنے والے تھے۔ لہذا ہم سب نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اور سچی بات یہی ہے کہ آپ اس کے اہل تھے اسی لیے کسی نے آپ کی خلافت میں اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے روگردانی کی۔ میں نے بھی اسی بناء پر آپ کا حق ادا کیا اور آپ کی اطاعت کی۔ آپ نے لشکر میں شریک ہو کر کافروں سے جنگ کی، مال غنیمت اور بیت المال سے آپ نے جو دیا وہ بخوشی قبول کر لیا، اور جہاں کہیں آپ نے مجھے جنگ کے لیے بھیجا، میں گیا اور دل کھول کر لڑا یہاں تک کہ ان کے حکم سے شرعی سزائیں بھی دیں۔

جب آپ کا وصال ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے اور وہ خلیفہ اول کے بہترین جانشین اور سب نبوی پر عمل پیرا ہوئے تو ہم نے ان کے ہاتھ پر بھی بیعت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے پر بھی کسی شخص نے اختلاف نہیں کیا، نہ کسی نے روگردانی کی اور نہ ہی کوئی شخص ان کی خلافت سے پیرا ہوا۔ پہلے کی طرح میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھی حقوق ادا کیے اور انکی مکمل اطاعت کی۔ جو کچھ انہوں نے مجھے دیا وہ میں نے لیا۔ انہوں نے مجھے جنگوں میں بھیجا جہاں میں نے دشمنوں سے مقابلے کیے اور انکے عہد میں بھی اپنے کوزوں سے محرموں کو سزا دی۔

جب انکے وصال کا وقت قریب آیا تو میں نے حضور ﷺ کے ساتھ اپنی قرابت، اسلام لانے میں اپنی سبقت، اپنے اعمال اور اپنی بعض دیگر فضیلتوں پر غور کیا تو مجھے خیال ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میری خلافت میں اعتراض نہیں کریں گے لیکن شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خوف ہو کہ وہ کہیں ایسا خلیفہ نامزد نہ کر دیں جس کے اعمال کا خود انہیں قبر میں جواب دینا پڑے۔ اس خیال کے پیش نظر انہوں نے اپنی اولاد کو بھی نظر انداز کر دیا اور اسے خلافت کے لیے نامزد نہیں فرمایا۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود کسی کو خلیفہ بناتے تو لازمی طور پر اپنے بیٹے کو خلیفہ بناتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ خلیفہ کا انتخاب چھ قریشیوں پر چھوڑ دیا جن میں ایک میں بھی تھا۔

جب ان چھ ارکان کا اجلاس ہوا تو مجھے خیال آیا کہ اب خلافت کا بار میرے کندھوں پر رکھ دیا جائے گا اور یہ مجلس میرے برادر کسی دوسرے کو حیثیت نہیں دے گی اور مجھے ہی خلیفہ منتخب کرے گی۔ وہاں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہم سب سے عہد لیا کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے جس کو خلیفہ بنا دے، ہم سب اس کی اطاعت کریں گے اور اسکے احکام پر ماضور و غبت، بحالائیں گے۔

اسکے بعد انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ میں نے سوچا کہ میری اطاعت میری بیعت پر غالب آگئی اور مجھ سے جو وعدہ لیا گیا وہ اصل میں دوسرے کی بیعت کے لیے تھا۔ بہر حال میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور پہلے خلفاء کی طرح ان کی اطاعت کی، انکے حقوق ادا کیے، انکی قیادت میں جنگیں لڑیں، انکے عطیات کو قبول کیا اور محرموں کو شرعی سزائیں بھی دیں۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مجھے خیال ہوا کہ وہ دونوں خلیفہ جن سے میں نے لفظ بالصلوٰۃ کے ساتھ بیعت کی تھی، وہ وصال فرما چکے اور جن کے لیے مجھ سے وعدہ لیا گیا تھا وہ بھی رخصت ہو گئے لہذا یہ سوچ کر میں نے بیعت لینا شروع کر دی چنانچہ مجھ سے مکہ و مدینہ اور بصرہ و کوفہ کے لوگوں نے بیعت کر لی۔ اب خلافت کے لیے میرے مقابل وہ شخص کھڑا ہوا ہے (یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) جو قرابت، علم اور سبقت اسلام میں میرے برادر نہیں اس لیے میں ہر طرح اس شخص کے مقابلے میں خلافت کا زیادہ حقدار ہوں۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۶۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس تفصیلی ارشادِ گرامی سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ نے اپنے بعد خلافت کے لیے انہیں نامزد نہیں فرمایا تھا اور نہ ہی ان سے کسی قسم کا وعدہ فرمایا تھا۔ اسی لیے آپ نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت و اطاعت کی اور کبھی ان کی مخالفت نہیں کی۔

”آپ کے دورِ خلافت میں جو فسادات یا جھگڑے ہوئے وہ آپ کے استحقاقِ خلافت پر نہیں تھے بلکہ وہ ایک اجتہادی غلطی تھی جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی سزا میں جلدی کا مطالبہ تھا۔“ (تحفیل الایمان: ۱۶۰)

(اس کے متعلق آئندہ صفحات میں گفتگو کی جائے گی) حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا، کیا وجہ ہے کہ پہلے بیٹوں خلفاء کا دور خلافت ہوا؟ انتظام سے گزرا اور کسی کوشش سے اختلاف و مخالفت نہیں ہوئی مگر آپ کے دور خلافت میں ہر طرف انتشار اور بے چینی پائی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا، اُن کے دور خلافت میں ہم ان کے معاون تھے اور ہمارے دور خلافت کے معاون تم ہو۔ (ایضاً: ۱۵۸)

۷ ایامِ رمضان المبارک ۴۰ھ کی صبح حضرت علیؓ نماز فجر پڑھانے کے لیے گھر سے نکلے۔ راستے میں آپ لوگوں کو نماز کے لیے آواز دیکر جگاتے جا رہے تھے کہ اچانک ہنّ علیہ السلام خارجی سامنے آگیا اور اس نے تم کو روکا اور کہے آپ کو شدید زخمی کر دیا۔ آپ نے فرمایا، فُزْتُ وَزَبْتُ الْمَكْنَةُ - ”رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔“ دو دن بقید حیات رہ کر ۱۹ ایامِ رمضان کو آپ کی روحِ مبارک و قدس میں پرواز کر گئی۔

(ماخوذ از تاریخ الخلفاء)

فضائلِ سیدنا علیؓ، قرآن میں:

1۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

”اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔ یہ تمہارے بہت بہتر اور بہت سہرا ہے، پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ (الحجرات: ۱۲، کنز الایمان)

سید عالمؐ کی بارگاہ میں جب انبیاء نے عرض و عروض کا سلسلہ دراز کیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ فقرائے کو اپنی عرض پیش کرنے کا موقع کم ملنے لگا تو عرض پیش کرنے والوں کو عرض پیش کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم دیا گیا۔ اس حکم پر حضرت علی مرتضیٰؓ نے عمل کیا اور ایک دینار صدقہ کر کے دس مسائل دریافت کئے۔

عرض کیا، وفا کیا ہے؟ فرمایا، تو حیدر تو حید کی شہادت دینا۔ عرض کیا، نسا دیا ہے؟ فرمایا، کفر و شرک۔ عرض کیا، حق کیا ہے؟ فرمایا، اسلام، قرآن و حدیث جب تجھے ملے، عرض کیا، حیلہ (یعنی تدبیر) کیا ہے؟ فرمایا، ترکِ حیلہ۔ عرض کیا، مجھ پر کیا لازم ہے؟ فرمایا، اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت۔ عرض کیا، اللہ تعالیٰ سے کیسے دعا مانگوں؟ فرمایا، صدق و یقین کے ساتھ۔ عرض کیا، کیا مانگوں؟ فرمایا، عاقبت۔ عرض کیا، اپنی نجات کے لئے کیا کروں؟ فرمایا، حلال کھا اور بیچ بول۔ عرض کیا سرور کیا ہے؟ فرمایا، جنت۔ عرض کیا، راحت کیا ہے؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ کا دیدار۔

جب حضرت علیؓ ان سوالوں سے فارغ ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور رخصت نازل ہوئی۔ سوائے حضرت علیؓ کے کسی اور کو اس پر عمل کرنے کا وقت نہیں ملا۔

(خرائن العرفان بحوالہ خازن و مدارک)

ابن ابی شیبہ نے مصنف اور حاکم نے مستدرک میں حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ کتاب اللہ میں ایک آیت ایسی ہے کہ جس پر میرے سوا کسی نے عمل نہیں کیا۔ میرے پاس ایک دینار تھا میں نے اس کے دس درہم لئے میں جب بھی حضورؐ سے مناجات کرتا تو ایک درہم صدقہ کرتا۔ (تفسیر مظہری)

2۔ أَجْمَلْتُمْ سَفَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوِ عِنْدَ اللَّهِ - (التوبة: ۱۹)

”تو کیا تم نے حاجیوں کی سہیل اور مسجد حرام کی خدمت اس کے برابر ٹھہرائی جو اللہ اور قیامت پر ایمان لیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں۔“

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ)

اس آیت کریمہ میں حضرت علیؑ کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے جب طلحہ بن شیبہ نے فخر یہ کہا، میں بیت اللہ کا خادم ہوں اور انکی چابیاں میرے پاس ہیں۔ حضرت عباسؑ نے فرمایا، میں حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت کرتا ہوں۔ ان کے یہ فخر یہ جملے سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا، مجھے معلوم نہیں کہ تم کس بات پر فخر کر رہے ہو جبکہ میں چھ سال سے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہوں یعنی تم لوگوں سے پہلے میں نے اسلام قبول کیا تھا اور میں مجاہد ہوں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(تفسیر مظہری تفسیر بنوی)

3- يُولَئِكَ بِاللَّذِّبِ وَتَعَاْفُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعَمُوْنَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حَيْثُ مَسَكْنَتِهِمْ وَيَتَمَنَّا وَابْتِهَارًا ۝ اِنَّمَا نَطْعِمُكُمْ لِيُؤْخِذَ اللّٰهُ لَا تَرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكْرًا ۝ (الدھر: ۷، ۸، ۹)

”اپنی نیتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی (یعنی شدت اور سختی) پھیلی ہوئی ہے۔ اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔ ان سے کہتے ہیں، ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں، تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔“ (کنز الایمان)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر بنوی تفسیر مظہری) صدر الافاضل لکھتے ہیں، یہ آیات حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہؑ اور ان کی کثیر فضیلت کے حق میں نازل ہوئیں۔ حسنینؑ کریمینؑ بیمار ہوئے۔ ان حضرات نے ان کی صحت پر تین روزوں کی نذر رمانی، اللہ تعالیٰ نے صحت دی نذر پوری کرنے کے لئے انہوں نے روزے رکھے۔ ایک یہودی سے تین صاع لے کر آئے۔

حضرت خاتون جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا تو ایک روز ایک مسکین، ایک روز ایک یتیم اور ایک روز ایک اسیر آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں اور تینوں دن پانی سے روزہ افطار فرمایا اور پانی عطا سے رکھا گیا۔ (تفسیر خزائن العرفان) یہ واقعہ تفسیر کبیر تفسیر روح البیان تفسیر خازن تفسیر بنوی اور تفسیر بیضاوی میں بھی ذرا مختلف الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ ایک روایت میں یہ حصہ زائد ہے کہ تینوں دن ایثار کرنے پر حضرت جبرائیلؑ حاضر ہوئے اور عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ اللہ آپ کے بلیت کے بارے میں مبارک باد دیتا ہے۔ اور پھر یہ آیات تلاوت کیں۔

4- هَلْ يَنْصَلِفُ اَخْنَصْمُوْا فِيْ رَبِّهٖم (الحج: ۱۹)

”یہ دو فریق ہیں کہ اپنے رب (کے بارے) میں جھگڑنے۔“ (کنز الایمان)

ان فریقوں میں سے ایک مومنوں کا ہے اور دوسرا کافروں کا۔ بخاری و مسلم میں سینا ابوذرؓ سے مروی ہے، یہ آیت حضرت علیؑ، حضرت حمزہؓ، حضرت عبیدہؓ اور ان سے مقابلہ کرنے والے کافروں عقبہ، شیبہ اور ولید کے بارے میں نازل ہوئی۔

علامہ بنو ابی عمیر نے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا، کفار سے جھگڑا کرنے کے سبب قیامت کے دن رحمت الہی کے سامنے سب سے پہلے دوڑانوں ہو کے بیٹھنے والا میں ہی ہوں گا۔ (تفسیر بنوی تفسیر مظہری)

5- اَلَّذِيْنَ يَنْفَقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالْاِثْلِ وَالْاَنْهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً فَلَهُمْ اُجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (البقرہ: ۲۷۳)

”وہ جو مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں، چھپے اور ظاہر، ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔“ (کنز الایمان)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر درمنثور)

آپ ہی سے مروی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ نے کثیر دینار اصحاب صفہ کی طرف بھیجے اور حضرت علی ؓ نے رات کے اندھیرے میں ایک وقی (تقریباً چھ من) کھجوریں بھیجیں تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ دن اور اعلانیہ طریقے سے عبدالرحمن بن عوف ؓ، رات اور مخفی طریقے سے حضرت علی ؓ کا صدقہ مراد ہے۔ (بنو، مظہری)

6- وَ نَزَّ غَنَا مَا فِي ضُلُوبِهِمْ مِنْ غَلِيٍّ - (الاعراف: ۳۳)

”اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کیسے کھینچ لیے، (جنت میں) اُن کے نیچے نہریں بہیں گی۔ اور کہیں گے، سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی۔“

(کنز الایمان از امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ)

حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ یہ آیت ہم اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، مجھے امید ہے کہ میں، عثمان، طلحہ اور زبیر ؓ ان میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر خازن، مظہری)

صدر الافاضل رحمہ اللہ اس کے بعد فرماتے ہیں، ”حضرت علی ؓ کے اس ارشاد نے رضی کی بیخ و بنیا دکال قلع قمع کر دیا۔“ (خزائن العرفان)

7- اَلْفَمَّنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوِيْنَ - (السجدة: ۱۸)

”تو کیا جو ایمان والا ہے، اُس جیسا ہو جائے گا جو بے حکم ہے، یہ برابر نہیں ہیں۔“

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ حضرت علی ؓ اور ولید بن عقبہ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ اس کافر نے حضرت علی ؓ سے کہا، تم خاموش رہو کیونکہ تم بچے ہو جبکہ میں تم سے زیادہ زبان دراز اور بہادر ہوں۔ حضرت علی ؓ نے جواب میں فرمایا، خاموش ہو جا کیونکہ تو فاسق ہے۔ اس پر آپ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن، تفسیر مظہری)

8- اِنَّ الْاٰدِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَبَّحْنٰ لَھُمُ الرُّحْمٰنُ وَ ذَا -

”بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لئے رحمن (لوگوں کے دلوں میں) محبت پیدا کر دے گا۔“ (مریم: ۹۶، کنز الایمان)

طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت علی شیر خدا ؓ کے بارے میں نازل ہوئی کہ رب تعالیٰ ان کی محبت تمام مومنوں کے دلوں میں اور ساری کائنات میں پیدا فرما دے گا۔ (تفسیر مظہری)

حضرت براء ؓ سے روایت ہے کہ آقا مومنی ؓ نے حضرت علی ؓ سے فرمایا، تم دعا کرو کہ الہی! مجھے اپنی بارگاہ رحمت سے عہد عطا فرما اور مجھے اپنی محبت کا مستحق بنا لے اور میری محبت مومنوں کے دلوں میں پیدا فرما دے۔ حضرت علی ؓ نے دعا کی تو مذکورہ آیت مبارک نازل ہوئی۔ (تفسیر درمنثور)

9- اِنَّمَا اَنْتَ مُنْبِرٌ وَ لِكُلِّ قَوْمٍ نَّهَادٌ - (الہمد: ۷)

”تم تو ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے ہادی (ہو)۔“ (کنز الایمان)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے سینہ انور پر دستِ اقدس رکھا اور فرمایا، میں منذر یعنی ڈر سنانے والا ہوں اور پھر حضرت علی ؓ کے کندھے پر دست مبارک رکھ کر فرمایا،

”اَنْتَ الْنَّهَادِی الْمُنْهَدُوْنَ مِنْ مَّعْنٰی“ ”اے علی! تو ہادی ہے اور میرے بعد راہ پانے والے تجھ سے راہ پائیں گے۔“ (تفسیر درمنثور، تفسیر کبیر)

یعنی تجھ سے ولایت کے سلسلے جاری ہو گئے اور امت کے تمام اولیاء کرام اور صالحین تجھ سے فیض پائیں گے۔

10- يٰۤاَيُّهَا الْاٰدِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَحْزَنُوْا طَيِّبَ مَا اَحْلٰی اللّٰهُ لَكُمْ -

”اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراؤ وہ سحری چیزیں جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں۔“ (المائدہ: ۸۷، کنز الایمان)

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت جماعت صحابہ کی ایک جماعت کے بارے میں ہوئی جن میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی وغیرہ بھی تھے۔ جب انہوں نے عہد کیا کہ دنیا ترک کر کے رہبانیت اختیار کر لیں، ثاب کا لباس پہنیں، گوشت و روغن نہ کھائیں، ہمیشہ روزہ رکھیں صرف بقدر ضرورت کھائیں، عورتوں کے پاس نہ جائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور استدلال کا راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ (تفسیر مظہری، تفسیر درمنثور)

11۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الْمَلِيْنَ يَفِيْضُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ (المائدہ: ۵۵)

”تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اللہ کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں“ (کنز الایمان)

طبرانی نے اوسط میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سائل آیا جبکہ آپ نفل نماز کے رکوع میں تھے۔ آپ نے حالت رکوع میں اپنی انگلی اٹا کر سائل کو دے دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کی سند میں بعض روای مجہول ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایسی بعض اسناد کا ذکر کر کے قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ وہ شواہد ہیں جن میں بعض بعض کثرت پہنچاتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا، یہ آیت مومنوں کے حق میں نازل ہوئی۔ آپ سے عرض کی گئی، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تو مومنوں میں شامل ہیں۔ (ایضاً)

شیعہ حضرات اس آیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہاں ولی کا مفہوم مسلمانوں کے امور میں تصرف کرنا ہے اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت ثابت ہوئی اور چونکہ ”انما“ کلمہ حصر ہے اس لئے ان کے سوا خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی نفی ثابت ہوئی۔ علماء اہلسنت اس کے جواب میں فرماتے ہیں:-

(۱) یہاں ولی کا مطلب خلیفہ نہیں ہو سکتا، اس کی دو وجوہ ہیں بول یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو بھی ولی فرمایا اور وہ کسی کے خلیفہ نہیں۔ نیز ایک لفظ بیک وقت متعدد معانی میں استعمال نہیں ہو سکتا۔ دوم یہ کہ اس آیت کے نزول کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں تھے۔ اگر اس آیت میں حضور ﷺ کے بعد کا زمانہ مراد لیا جائے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی۔ تین خلفاء کے بعد کا زمانہ بھی حضور ﷺ ہی کا زمانہ کہلائے گا۔

(ب) اگر لفظ ”انما“ سے جو حصر کے لئے ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات میں خلافت و امامت منحصر مان لی جائے اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت و امامت کا انکار کر دیا جائے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے ائمہ بلیغ کی بھی نفی ہو جائے گی اور یہ بات مخالفین کے نزدیک بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ، تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں، اگر اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات ہے تو بصریوں کے قول کے مطابق ”انما“ سے حصر اضافی مراد ہوگا اور وہ یہود و نصاریٰ ہوں گے جن کو خارج کیا جائے گا مومنوں کو اس سے خارج نہیں کیا جائے گا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان و ما محمد ﷺ رسول میں حصر اضافی مراد ہے۔

(ج)۔ پس یہاں ولی بمعنی دوست اور محبوب کے ہے یا بمعنی مددگار کے۔ جیسا کہ حدیث پاک ”من کنت مولاهُ فعلي مولاهُ“ کے تحت آگے تفصیل آئے گی۔

فضائل سیدنا علی رضی اللہ عنہ، احادیث میں:

101۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں چھوڑ دیا۔ آپ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہو

جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت ہارون علیہ السلام کو تھی ماسوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (متفق علیہ)

102 - حضرت زبیر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی امی ﷺ نے مجھ سے عہد فرمایا ہے کہ مجھ سے مومن ہی محبت کرے گا اور مجھ سے بغض رکھنے والا منافق ہی ہوگا۔ (مسلم، ترمذی)

103 - حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز فرمایا، کل یہ جھنڈا میں ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے نیز اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اگلے روز صبح کے وقت ہر آدمی یہی تمنا رکھتا تھا کہ جھنڈا اسی کو دیا جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ ﷺ! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ فرمایا، انہیں بلاؤ۔ انہیں بلایا گیا اور رسول کریم ﷺ نے ان کی آنکھوں پر عذاب دہن لگا دیا۔ ان کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں جیسے کوئی تکلیف ہی نہ ہوئی تھی اور انہیں جھنڈا دے دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ ﷺ! میں ان سے لڑوں گا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ فرمایا، ہر می اختیار کرو، جب ان کے میدان میں اتر جاؤ تو انہیں اسلام کی دعوت دو اور اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ان پر لازم ہیں وہ انہیں بتاؤ۔ خدا کی قسم! تمہارے ذریعے اگر اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو بھی ہدایت عطا فرمادی تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

104 - ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ فلاں شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر بیٹھ کر برا بھلا کہتا ہے۔ انہوں نے پوچھا، وہ کہتا کیا ہے؟ جواب دیا، وہ انہیں ابوتراب کہتا ہے۔ یہ بیس پڑے اور فرمایا، خدا کی قسم! ان کا یہ نام تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہے اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ نام اپنے اصل نام سے زیادہ پیارا ہے۔ پس راوی نے کہا، اے ابو عباس! پورا واقعہ بتائیں۔

فرمایا، ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پھر کسی وجہ سے مسجد میں آ کر لیٹ گئے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو ان سے دریافت فرمایا، علی کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا، وہ مسجد میں ہیں۔ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے ہیں، ان کی چادر اٹھلکی ہوئی ہے اور ان کی کمرٹی سے آلو ہے۔ آقا کریم ﷺ اپنے مبارک ہاتھ سے وہ مٹی جھاڑنے لگے اور آپ نے دوبار فرمایا، اے ابوتراب اٹھو، اے ابوتراب اٹھو، اے ابوتراب اٹھو۔ (بخاری باب مناقب علی)

105 - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک بھنا ہوا پرندہ تھا۔ آپ نے دعا کی، اے اللہ! میرے پاس اس شخص کو بھیج جو تجھے اپنی مخلوق میں سب سے پیارا ہو، تاکہ وہ اس پرندے کو میرے ساتھ کھائے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر بارگاہ ہوئے اور آپ کے ساتھ اسے کھایا۔ (ترمذی)

106 - حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ (متفق علیہ)

107 - حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، علی مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور وہ ہر ایمان والے کے پارو مدگار ہیں۔ (ترمذی)

108 - حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جس کا میں مددگار ہوں، اس کے علی بھی مددگار ہیں۔ (احمد، ترمذی)

109 - حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طائف کے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے سرکوشی فرمائی۔ لوگوں نے کہا، آپ نے اپنے چچا کے بیٹے سے بہت لمبی سرکوشی فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں نے ان سے سرکوشی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے سرکوشی فرمائی ہے یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان سے سرکوشی کی ہے۔ (ترمذی)

110 - حضرت فضی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

”علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔ میری طرف سے میرے یا علی کے سوا کوئی دوسرا (انہیں کر سکتا)۔“ (ترمذی)

111 - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انکی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ عرض گزار ہوئے کہ آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمادیا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بتایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (ترمذی)

112 - حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے جب کوئی چیز مانگتا تو آپ عطا فرماتے اور اگر میں خاموش رہتا تو حضور مجھ سے ہمتاؤ فرماتے۔ (ترمذی)

113 - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ (ترمذی، حاکم)

114 - حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے، میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ (طبرانی، المعجم، تاریخ الخلفاء: ۲۵۷)

115 - حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ”ہم اس مشکل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں جس کو علی رضی اللہ عنہ حل نہ کر سکیں۔“

صحابہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہتا ہو کہ مجھ سے پوچھو البتہ علی رضی اللہ عنہ یہ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے پوچھا کرو۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۵۸، الصواعق المحرقة: ۱۹۶)

116 - حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، حالت جنابت میں کسی کے لیے اس مسجد سے گزرنا جائز نہیں ہے سوائے میرے اور تمہارے۔ (ترمذی)

117 - حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا، جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ دونوں ہاتھ اٹھا کر فرما رہے تھے، اے اللہ! مجھے وفات نہ دینا جب تک میں علی کو نہ دیکھ لوں۔ (ترمذی)

118 - حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، کوئی منافق علی سے محبت نہیں رکھے گا اور کوئی مومن اس سے بغض نہیں رکھے گا۔ (مسند احمد، ترمذی)

119 - ان سے ہی روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ)

120 - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا، تمہاری مثال حضرت عیسیٰ ﷺ جیسی ہے کہ یہود نے ان سے عداوت رکھی یہاں تک کہ ان کی والدہ ماجدہ پر بھی بہتان چڑھ دیا اور نصاریٰ نے ان سے محبت رکھی یہاں تک کہ انہیں اس مقام پر پہنچا دیا جو ان کا حق نہیں۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرے متعلق دو آدمی ہلاک ہو جائیں گے۔ محبت میں غلط کرنے والا کہ ایسی باتیں کہے گا جو مجھ میں نہیں ہیں۔ دوسرا عداوت رکھنے والا جس کو دشمنی ابھارے گی کہ مجھ پر بہتان چڑھے۔ (احمد، مشکوٰۃ)

121 - حضرت سعد بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھنے لگا۔ آپ نے ان کے نیک اعمال بیان کر کے فرمایا، یہ باتیں تجھے بری لگی ہوگی؟ اس نے کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و خوار کرے۔ پھر اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے ان کی بھی خوبیاں بیان کیں اور فرمایا، ایسے ہیں کہ ان کا گھرنی کریم کے گھروں کے درمیان ہے۔ پھر پوچھا، یہ باتیں بھی تجھے بری لگی ہوگی؟ اس نے کہا، ہاں۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و خوار کرے۔ جادف ہو اور مجھے نقصان پہنچانے کی جو کوشش کر سکتا ہو کر لے۔ (بخاری باب مناقب علی)

122 - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم فرمایا سوائے دروازہ علی کے۔ (ترمذی)

123 - حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں مجھے ایک قرب حاصل تھا جو کسی دوسرے کو حاصل نہ تھا۔ میں علی الصبح حاضر بارگاہ ہوتا اور عرض کرتا، یا نبی اللہ! آپ پر سلام ہو۔ اگر آپ کھنکارتے تو اپنے گھر والوں کی طرف واپس لوٹ آتا ورنہ حاضر خدمت ہو جاتا۔ (نسائی)

124۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ میں بیمار تھا تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے اس وقت میں کہہ رہا تھا، اے اللہ! اگر میری موت کا وقت آ پہنچا ہے تو مجھے راحت پہنچا اور میرے تو صحت بخش اور اگر آزمائش ہے تو صبر عطا فرما۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے کیا کہا؟ میں نے جو کہا تھا وہ دہرا دیا۔ حضور ﷺ نے پائے اقدس سے مجھے ٹھوکر ماری اور کہا، اے اللہ! اسے عافیت اور صحت عطا فرما۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں، اس کے بعد وہ تکلیف مجھے پھر نہیں ہوئی۔ (ترمذی)

125۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہر کار و دعاء ﷺ نے فرمایا، علیؓ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔
(حاکم، بطریقی، المستدرک، المصواعن الخرقہ: ۱۹۰)

126۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے بھی یہی روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علیؓ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (ابن عساکر، تاریخ الخلفاء: ۱۶۳)

127۔ حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ ایک جنگ سے واپسی پر چار افراد نے بارگاہ رسالت میں حضرت علیؓ کی شکایت کی۔ حضور اکرم ﷺ کے چہرہ انور پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے اور آپؐ نے فرمایا تم علیؓ سے کیا چاہتے ہو؟ علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علیؓ سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں۔ (ترمذی)

128۔ حضرت اطلق بن براءؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے بارگاہ نبویؐ میں خط کے ذریعے حضرت علیؓ کی شکایت کی۔ اس پر نبی کریم ﷺ ناراض ہوئے اور آپؐ نے فرمایا تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول ﷺ کو وہ محبوب ہے۔ (ترمذی)

129۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہؓ، نبیؐ کو چکی پیسنے سے تکلیف ہوتی تھی۔ وہ یہ عرض کرنے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گئیں لیکن کاشا نہ اقدس پر آپؐ کو نہ پایا تو حضرت عائشہؓ، نبیؐ کو آنے کی وجہ بتا کر آ گئیں۔ جب رسول کریم ﷺ کو ام المؤمنینؓ نے خبر دی تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں اٹھنے لگا تو آپؐ نے فرمایا، اپنی اپنی جگہ رہو۔ پس آپؐ ہمارے درمیان رونق افروز ہو گئے یہاں تک کہ میں نے آپؐ کے مبارک قدموں کی ٹھنک اپنے سینے میں محسوس کی۔ آقا کریم ﷺ نے فرمایا،

کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتا دوں جو اس سے بہتر ہے جس کا تم نے سوال کیا؟ جب تم اپنے بستروں پر لیٹے لگاتو ۳۳ بار اللہ اکبر، ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ پڑھ لیا کرو، یہ تم دونوں کے لیے خادم سے بہتر ہے۔ (بخاری باب مناقب علیؓ)

130۔ حضرت ام سلمہؓ، نبیؐ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ علیؓ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؓ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں عوض کوڑ تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے۔ (بطریقی فی الاوسط، المصواعن الخرقہ: ۱۹۱)

131۔ امام طحاویؒ نے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ حضرت علیؓ کی کوڑ میں سر مبارک رکھے ہوئے تھے اور آپؐ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ حضرت علیؓ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی۔ اس دوران سورج غروب ہو گیا۔ آقاؐ نے دو جہاں ﷺ نے دعا فرمائی، اے اللہ! علیؓ تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں تھے اس لیے ان کے لیے سورج لوٹا دے۔ تو سورج غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا۔ اس حدیث کو امام طحاویؒ نے صحیح قرار دیا ہے، قاضی عیاضؒ مائلی نے بھی کتاب القضاء میں اسے صحیح کہا ہے۔ علامہ ابن حجرؒ کی اور دیگر محدثین نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ہم مدقق

132۔ حضرت ام سلمہؓ، نبیؐ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، جس نے علیؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔ اور جس نے علیؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

(طبرانی فی الکبیر، الصواعق المخرجة: ۱۹۰)

133۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے آقاؐ کو ﷺ سے شکایت کی کہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا، کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے لوگوں میں چوتھے تم ہو؟ وہ چار لوگ تمیں، تم، حسن اور حسین ہیں۔ (مسند احمد، طبرانی فی الکبیر، مجمع الروائد)

134۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا،

چار آدمیوں کی محبت کسی منافق کے دل میں جمع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی مومن کے سوا کوئی ان چاروں سے محبت کر سکتا ہے وہ چار لوگ ابو بکر، عمر، عثمان اور علی ہیں۔

(ابن عساکر، الصواعق المخرجة: ۱۱۹)

135۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم انصار کے لوگ منافقوں کو سیدنا علیؑ سے بغض رکھنے کی وجہ سے پہچان لیتے تھے۔ (ترمذی ابواب السناقب)

136۔ حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے آقاؐ کو ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے چار لوگوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ لوگوں نے عرض کی، ہمیں ان کے نام بتا دیجیے۔ آپؐ نے تین بار فرمایا، ان میں سے ایک علی ہیں۔ پھر فرمایا، دیگر تین لوگ ابو ذر، مقداد اور سلمان ہیں۔ (ترمذی ابواب السناقب)

137۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، تم لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہوا میں اور علیؑ ایک ہی درخت سے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۵۸)

138۔ حضرت ام سلمہؓ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، جب سرکارِ دو عالم ﷺ غصہ کی حالت میں ہوتے تھے تو سوائے حضرت علیؑ کے کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ آپؐ سے گفتگو کر سکے۔ (طبرانی، تاریخ الخلفاء: ۲۵۹)

139۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے مجھے یمن کی جانب قاضی بنا کر بھیجا چاہا تو میں نے عرض کی، میں ابھی ما تخر بہ کار ہوں اور معاملات طے کرنا نہیں جانتا۔ آپؐ نے میرے سینے پر ہاتھ مبارک مار کر فرمایا، اُلیٰ! اسکے قلب کو روشن فرما دے، اسکی زبان کو تاثیر عطا فرما دے۔ خدا کی قسم! اس دعا کے بعد سے مجھے کبھی کسی مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے شک و تردید نہیں ہو اور میں نے درست فیصلے کیے۔ (حاکم)

140۔ حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آقاؐ کو ﷺ نے فرمایا، دو شخص سب سے زیادہ شقی و بد بخت ہیں۔ ایک وہ جس نے صالحؑ کی اونٹنی کی کوٹھیں کاٹ دی تھیں اور دوسرا وہ ہے جو تمہارے سر پر کھوار مارے گا اور تمہاری داڑھی خون سے تر ہو جائے گی۔ (مسند رک للہاکم، مسند احمد)

141۔ حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ خیمہ غدیر پر اترے تو حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، کیا تم جانتے نہیں کہ میں ہر صائب ایمان سے اس کی جان سے بھی زیادہ قریب ہوں؟ لوگ عرض گزار ہوئے، کیوں نہیں؟ فرمایا، کیا تم جانتے نہیں کہ میں مسلمانوں کا ان کی جان سے بھی زیادہ مالک ہوں؟ عرض کیا، کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا،

اے اللہ! جس کا میں دوست ہوں اس کے علیؑ بھی دوست ہیں۔ اے اللہ! اس سے دوستی رکھ جو ان سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو ان سے دشمنی رکھے۔

اس کے بعد سیدنا عمرؓ ان سے طے تو فرمایا، اے ابن ابوطالب! آپ کو مبارک ہو کہ آپ ہر صبح و شام ہر ایمان والے مرد و عورت کے دوست



عشرہ مبشرہ کے فضائل، قرآن میں:

1- وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا (فتح: ۲۹)

”اور انکے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں کرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے۔ (کنز الایمان)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ وَالَّذِينَ مَعَهُ سے مراد حضرت ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سے مراد باقی عشرہ مبشرہ ہیں۔

(تفسیر مظہری، تفسیر بغوی)

2- إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ الْحَسَنِ أُولَٰئِكَ عَلَيْهَا يُبْعَثُونَ ○

”بے شک وہ ہیں جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا ہے، وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔“ (الانعام: ۱۰۱، کنز الایمان)

ابو داؤد، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جہنم سے دور رکھے جانے والوں میں سے، میں (یعنی علی) ہوں اور ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، سعید، سعد، عبد الرحمن بن عوف اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر نماز کے لئے اقامت کی گئی تو آپ اپنی چادر کھینچتے ہوئے کھڑے ہوئے اور اس سے اگلی آیت تلاوت کی، لَا يَسْمَعُونَ حَبِشَتَهَا وَهُمْ لِمِی مَا أَشْنَتْهُمُ أَنْفُسُهُمْ خَلِيلُونَ ○

ترجمہ: ”اور اس (جہنم) کی بھک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے۔“ (کنز الایمان)

عشرہ مبشرہ کے فضائل، احادیث میں:

اب وہ احادیث بیان ہوگی جن میں عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک صحابی کی یا ان میں سے بعض صحابہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

142- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حرا پہاڑ پر تھے، آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ پہاڑ بنے گا تو آ کا دوٹی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تمہر جا! تمہ پر صرف نبی ہے یا صدیق یا شہید۔ (مسلم)

143- حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو بکر جنت میں ہے، عمر جنت میں ہے، عثمان جنت میں ہے، علی جنت میں ہے، طلحہ جنت میں ہے، زبیر جنت میں ہے، عبد الرحمن بن عوف جنت میں ہے، سعد بن ابی وقاص جنت میں ہے، سعید بن زید جنت میں ہے، اور ابوعبیدہ ابن الجراح جنت میں ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

144- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خلیفہ بننے کا ان حضرات سے زیادہ کوئی مستحق نہیں جن سے وصال فرمانے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی رہے۔ پھر آپ نے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے نام لیے۔ (بخاری)

145- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آ کا دوٹی رضی اللہ عنہ کو کسی کے لیے اپنے والدین کو جمع کرتے ہوئے نہیں سنا سوائے حضرت سعد کے۔ میں نے غزوہ اُحد کے دن فرماتے سنا، ”اے سعد! تیر چلاؤ۔ تم پر میرے ماں باپ قربان۔“ (بخاری، مسلم)

146- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر نبی کا ایک خواری ہوتا ہے اور میرا خواری زبیر ہے۔ (بخاری، مسلم)

147- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کا امین ابوعبیدہ ابن الجراح ہے۔ (بخاری، مسلم)

148- حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ اُحد کے دن نبی کریم ﷺ پر دو زہریں تھیں۔ آپ ایک پتھر پر چڑھنا چاہتے تھے لیکن نہ چڑھ سکے۔ پس حضرت طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ پتھر پر چڑھ گئے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، طلحہ نے (جنت) واجب کر لی۔ (ترمذی)

149- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ فرمایا، جو ایسے شخص کو دیکھنا چاہے کہ زمین پر پڑے ہوئے اپنا وعدہ پورا کر چکا ہو تو اس کی طرف دیکھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جو اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ زمین پر پڑے ہوئے شہید کو دیکھے تو اُسے طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھنا چاہیے۔ (ترمذی)

150- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارگاہ رسالت میں عرض کی گئی، آپ اپنے بعد کس کو امیر بناتے ہیں؟ غیب بتانے والے آقا موملی ﷺ نے فرمایا، اگر تم ابو بکر کو امیر بناؤ گے تو انہیں امانت دار، دنیا سے منہ موڑنے والا اور آخرت کی رغبت رکھنے والا پاؤ گے۔ اگر تم عمر کو امیر بناؤ گے تو انہیں طاقتور اور امانت دار پاؤ گے جو اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نڈرے۔ اور اگر تم علی کو امیر بناؤ گے تو میرے خیال میں تم ایسا کرنے والے نہیں ہو تو انہیں ہدایت دیئے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے جو تمہیں سیدھے راستے پر لے جائے۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ)

151- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میری امت میں ابو بکر سب سے زیادہ مہربان ہیں۔ اللہ کے کاموں میں عمر سب سے زیادہ سخت ہیں، حیا میں عثمان ان سب سے آگے ہیں، ان میں فرائض کو سب سے زیادہ جاننے والے زید بن ثابت ہیں، ابی بن کعب سب سے بڑے قاری ہیں، ان میں حلال و حرام کا سب سے زیادہ علم معاذ بن جبل کو ہے اور ہر امت کا ایک امین ہونا تھا اور اس امت کے امین ابوعبیدہ ابن الجراح ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور قنادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ان میں سب سے بڑے فاضل علی ہیں۔ (مشکوٰۃ، ترمذی)

152- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اپنی بیٹی ہیرے نکاح میں دی، مجھے ہجرت کے گھر کی طرف سوار کر کے لے گئے، غار میں ہیرا ساتھ دیا، اور بلال کو اپنے مال کے ذریعے آزاد کیا۔ اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے جو حق بات کہتے ہیں خواہ کسی کو کڑوی معلوم ہو، اور حق نے انہیں ہیرا کر چھوڑا کہ ان کا کوئی دوست نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے جن سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ علی پر رحم فرمائے، اے اللہ! جہاں علی جائے حق اس کے ساتھ رہے۔ (ترمذی)

153- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میری امت میں سب سے زیادہ رحمدل ابو بکر ہیں۔ سب سے زیادہ حسن اخلاق والے ابوعبیدہ ابن الجراح ہیں۔ زیادہ صحیح لہجہ والے ابوذر ہیں۔ حق کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں، اور سب سے زیادہ اچھے فیصلے کرنے والے علی ہیں۔ (ابن عساکر)

154- حضور ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر فرمایا، لو کو! ابو بکر نے مجھے کبھی رنج نہیں پہنچایا، اسے یاد رکھو۔ لو کو! میں ان سے راضی ہوں اور عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبد الرحمن اور مہاجرین الاولین سے بھی خوش ہوں۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۱۵)

155- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آقا موملی ﷺ نے فرمایا، چار آدمیوں کی محبت کسی منافق کے دل میں جمع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی مومن کے سوا کوئی ان چاروں سے محبت کرتا ہے، وہ چار عمر، ابو بکر، عثمان اور علی ہیں۔

(ابن عساکر، الصواعق المحرقة: ۱۱۹)

اہل بیت اطہار ﷺ:

عام طور پر ہل بیت یعنی گھر والوں سے بیوی اور اولاد مراد ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں ہل بیت کا اطلاق بیویوں پر کیا گیا ہے۔

سورۃ ہود کی آیت ۷۱، ۷۲ اور ۷۳ ملاحظہ کیجیے۔ جب فرشتوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری دی تو انہوں نے تعجب سے کہا، کیا اس بڑے عاقلے میں میرے بچہ پیدا ہوگا؟ اس پر فرشتوں نے کہا،

اتَّعَجِبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ زَخَمْتُ اللَّهُ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۔

”کیا تم اللہ کے کام پر تعجب کرتی ہو؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اے گھر والو!“۔ (ہود: ۷۳)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ بیویاں ہل بیت میں داخل ہیں۔ سورہ طہ کی آیت ۱۰ ملاحظہ فرمائیے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے اہل و عیال کے ہمراہ وادی سینا سے گزر رہے تھے کہ طور کی سمت انہیں آگ نظر آئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا،

إِذْ زَا نَا زَا لَفَقَالَ لَا هِلَالٌ لَهَا هِيَ سَمُوتٌ نَارًا ۔

”جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی بی بی سے کہا، ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔“ (طہ: ۱۰)

یہاں بھی ”اہل“ سے بیوی مراد ہے۔ عام گفتگو میں بیوی کو گھر والی کہتے ہیں۔ قرآن کریم سے ایک اور حوالہ پیش خدمت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب شیرخوار بچے کے طور پر فرعون کے محل میں پہنچ جاتے ہیں اور فرعون کی بیوی کو ایسی عورت کی تلاش ہوتی ہے جو اس بچہ کو دودھ پلا سکے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کہتی ہے،

هَلْ أَتَاكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ۔ (سورۃ القصص: ۱۴)

”کیا میں تمہیں بتا دوں ایسے گھر والے کہ تمہارے اس بچہ کو پال دیں۔“ (کنز الایمان)

صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، نبی کریم ﷺ کے ہلمیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج ہل بیت سے نہیں؟ انہوں نے فرمایا، آپ کی ازواج بھی اہل بیت میں سے ہیں لیکن آپ کے اہل بیت وہ بھی ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام کر دیا گیا۔ پوچھا گیا، وہ کون ہیں؟ فرمایا، وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ہیں۔ (باب فضائل علی بن ابی طالب)

آیات و احادیث کی روشنی میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اکابر علماء کرام کی تحقیق کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے کہ ہیت تین طرح کے ہیں۔

(۱) ہیت نسب (خاندان)، (۲) ہیت ولادت (ولاد)،

(۳) ہیت سکنی (کاشانہ مبارکہ میں رہنے والے)۔

پس نسب کے اعتبار سے حضرت عبدالمطلب کی ولاد میں سے نبی کریم ﷺ کے ہل بیت ہیں۔ قرینی دادا کی ولاد کو ہیت کہتے ہیں مثلاً کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں بزرگ کا ہیت یعنی خاندان ہے۔ سکونت و رہائش کے اعتبار سے ازواج مطہرات رسول کریم ﷺ کے ہل بیت ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی چونکہ آپ کے کاشانہ اقدس میں رہتے تھے اس لیے صاحب مشکوٰۃ نے مناقب ہلمیت کے باب میں ان کا بھی ذکر کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی اولاد مبارکہ ولادت کے اعتبار سے ہل بیت ہے۔ اگرچہ آقا و مولیٰ ﷺ کی تمام اولاد آپ کے ہل بیت میں داخل ہے تاہم ان میں سے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم زیادہ عظمت و فضیلت کے ساتھ نمایاں شان کے حامل ہیں اس لیے جب لفظ ہلمیت بولا جاتا ہے تو ذہن انہی کی طرف جاتا ہے۔ ان نفوس قدسیہ کے فضائل و مناقب اور عظمت و کرامت کے بارے میں بیشمار احادیث وارد ہیں۔ (امجد الممعات شرح مشکوٰۃ)

فضائل اہلمیت ہر آن میں:

اب اہل بیت اطہار کی فضیلت و شان قرآن کریم کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔

1۔ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ○ (الاحزاب: ۳۳)

”اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاک کی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستر کر دے۔“ (کنز الایمان)

علماء فرماتے ہیں، ریخس کا اطلاق گناہ نجاست، عذاب اور عیوب پر ہوتا ہے اور رب تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ تمام چیزیں اہل بیت کرام سے دور فرما دیں۔ کوہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے اہل بیت! اگرچہ تم پاک ہو مگر اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا پاک کرنا چاہتا ہے کہ تمہیں پاکیزگی کا اعلیٰ ترین مقام حاصل ہو جائے نیز رب کریم تمہاری پاک کو ہمیشہ برقرار رکھنا چاہتا ہے۔

اس آیت سے پچھلی آیت کا آغاز یُنْسَاءُ النَّبِيِّ لَسُنُّنٌ کَاخِذٍ مِنَ النَّسَاءِ کے مبارک کلمات سے ہو رہا ہے جن کا ترجمہ ہے، ”اے نبی کی بیویاں تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔“ اس آیت مقدسہ کا آغاز وَقَرْنٌ فِیْ بُیُوتِکُمْ کے الفاظ مبارک سے ہوا ہے جن کا ترجمہ ہے، (اے نبی کی بیویاں) ”اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔“

اس آیت کریمہ کے بعد والی آیت ملاحظہ فرمائیے۔ اس کا آغاز یوں ہو رہا ہے، وَاذْکُرْنَ مَا بُدِّلَ فِیْ بُیُوتِکُمْ۔ اس میں بھی ازواج مطہرات کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں تلاوت کی جانے والی آیات کو یاد کریں۔ کوہ آیت تطہیر سے قبل بھی اور بعد میں بھی ازواج مطہرات ہی سے خطاب کیا گیا ہے۔ اس لیے ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ میں اہل بیت سے مراد رسول کریم ﷺ کی ازواج مطہرات ہی ہیں۔

امام رازی رحمہ اللہ آیت تطہیر کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ آیت نبی کریم کی ازواج مطہرات کو شامل ہے کیونکہ آیت کریمہ کی روش اس پر دلالت کرتی ہے لہذا انہیں اس آیت سے خارج کرنا اور اس آیت کو ان کے سوا دوسرے لوگوں سے مخصوص کرنا صحیح نہیں۔

اہل بیت میں ازواج مطہرات اور نبی کریم ﷺ کی اولاد اہل بیت ہیں، امام حسن، امام حسین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ان میں داخل ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے معاشرت کی بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اہل بیت میں سے ہیں۔

(بہار المعانی شرح مشکوٰۃ)

بعض لوگ اہل بیت میں سے صرف حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو مراد لیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان نفوس قدسیہ کو اپنی چادر مبارک میں لے کر آیت تطہیر تلاوت فرمائی اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے یہ دعا فرمائی، اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِیْ۔ اے اللہ ایدہ میرے اہل بیت ہیں۔

(مسلم باب فضائل انس و احسین، مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت)

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ اپنے دیگر عزیز و اقارب اور ازواج مطہرات کو بھی اکٹھا کیا۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے صحیح روایت میں ہے کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ میں بھی اہل بیت میں سے ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، بَشَّکَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ۔ (الصواعق المحرقة: ۲۲۲)

ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردودہ رحمہم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے بھی اس چادر میں اپنا سر داخل کر کے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ نے دوبار فرمایا، ”تم بھلائی پر ہو۔“ پھر علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا، ”سلمان ہم میں سے، اہل بیت میں سے ہے۔“ (الشفیع المودل محمد)

حق یہ ہے کہ جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو ازواج مطہرات سے خطاب ہونے کی بناء پر یہ گمان تھا کہ کہیں کوئی اولاد رسول ﷺ کو اہل بیت سے خارج نہ سمجھے

اس لیے آپ نے انکے لیے خاص طور پر آیت تطہیر تلاوت کی اور دعا فرمائی۔

دوسری بات یہ ہے کہ نسب عام طور پر باپ کی طرف سے چلتا ہے۔ اس سلسلے پر حضرت علیؑ کی اولاد، ابو طالب کی اولاد کہلانی چاہیے تھی نہ کہ اولاد رسول ﷺ۔ لیکن رب تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علیؑ کی اولاد، اولاد مصطفیٰ ﷺ شمار ہوتی ہے۔

2۔ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَن يَقْرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حَسَنًا۔ (الشوریٰ: ۲۳)

”تم فرماؤ، میں اس (تبلیغ رسالت پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا مگر قربت کی محبت۔ اور جو نیک کام کرے تم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھائیں۔“

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی تو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، اس سے مراد حضور ﷺ کے قرابت دار ہیں۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس کے ساتھ حضور کی رشتہ داری نہ ہو، اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مراد یہ ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے تم اس کا لحاظ کرو۔ (صحیح بخاری باب المناقب)

اہل عرب اگرچہ خاندانی مصیبت کی بناء پر قرابت کا پاس رکھتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کو دعوت حق کی وجہ سے ایذا دیتے تھے۔ اس پر آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، تم کم از کم قرابت ہی کا لحاظ کرو اور مجھے ستانے سے باز رہو اور مجھے دعوت حق پہنچانے دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اور قول یہ مروی ہے کہ جب آکا مولیٰ رضی اللہ عنہ منورہ شریف لائے اور انصار نے دیکھا کہ حضور کے ذمہ مصارف بہت ہیں اور مال کچھ بھی نہیں ہے تو انہوں نے بہت سامان جمع کر کے بارگاہ نبوی میں پیش کیا اور عرض گزار ہوئے، آکا کریم! آپ کی بدولت ہمیں ہدایت ملی اور ہم نے مگر اہی سے نجات پائی۔ یہ مال آپ کی ہڈی پر بے قول فرمائیے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضور رضی اللہ عنہ نے وہ اموال واپس فرمادیے اور فرمایا، میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم اپنے اقربا سے محبت کرو۔ (تفسیر کبیر، خزائن العرفان)

امام احمد رحمہ اللہ نے بروایت مجاہد رحمہ اللہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے تمہیں جو روشن دلیلیں اور جو ہدایت دی ہے، اس پر کسی اجر کا طلبگار نہیں سوائے اس کے کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور اس کی اطاعت کے ذریعے اس کا قرب حاصل کر لو۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔ (تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر)

پس پہلے قول کے مطابق قربت سے مراد حضور رضی اللہ عنہ کا قریش کو اپنی رشتہ داری یا دلدانا ہے۔ دوسرے قول کے مطابق مسلمانوں کا اپنے اقربا سے اور باہم محبت کرنا ہے۔ تیسرے قول کے مطابق رب تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ چوتھا قول جو امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اسکے مطابق التَّوَدُّةُ فِي الْقُرْبَى سے مراد حضور رضی اللہ عنہ کے قربت دار یعنی بلیت اطہار سے محبت ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے تفسیر قرآن مشور میں اس آیت کے تحت یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول کریم رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا، یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ ارشاد فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے بیٹے حسن و حسین رضی اللہ عنہ۔ اس حدیث کی سند پر علماء نے کلام کیا ہے جبکہ اس ضمن میں بعض دیگر روایات بھی موجود ہیں۔ امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں، بزار اور طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ایسے طرق سے بیان کیا ہے جن میں بعض حسن ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں فرمایا، میں ان بلیت میں سے ہوں جن سے محبت اور دوستی کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے اور فرمایا ہے، قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا التَّوَدُّةُ فِي الْقُرْبَى۔ (اصوحن الحرقہ: ۲۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وَمَنْ يُفْقِرْ حَسَنَةً نَّزَلَتْ فِيهَا حَسَنًا میں نیکیاں کرنے سے مراد آل رسول رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا ہے۔ (ایضاً)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا، ”اس سے مراد رسول کریم رضی اللہ عنہ کی قربت ہے۔“ (تفسیر ابن کثیر)

جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو قید کر کے دمشق لایا گیا تو ایک شامی نے کہا، خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کر لیا، تمہاری جڑ کاٹ دی اور تمہارا فتنہ ختم کیا۔ آپ نے اسے فرمایا، کیا تو نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی،

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا التَّوَدُّةُ فِي الْقُرْبَى۔ اس نے کہا، کیا وہم ہو؟ فرمایا، ہاں۔ (تفسیر ابن کثیر، اصوحن الحرقہ: ۲۵۹، طبرانی)

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے، اِزْلَمُوا مَحْشَا فِيْ اَهْلِ بَيْتِهِ۔ ”حضرت محمد رضی اللہ عنہ کا ان کے اہل بیت کے بارے میں لحاظ رکھو۔“ (بخاری کتاب النساب)

یعنی حضور رضی اللہ عنہ کے اہل بیت کے حقوق اور مراتب کا خیال رکھو۔

صحیح بخاری ہی میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد موجود ہے جو آپ نے سیدنا علی المرتضیٰ خیر خدا رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا،

”اللہ تعالیٰ کی قسم! رسول کریم رضی اللہ عنہ کے قربت داروں سے حسن سلوک کرنا مجھے اپنے قربت داروں کے سلوک سے بھی زیادہ پیارا ہے۔“ (بخاری کتاب النساب)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا، خدا کی قسم! آپ کا اسلام لانا مجھے اپنے والد خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ اچھا لگا کیونکہ آپ کا اسلام رسول کریم رضی اللہ عنہ کو خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب تھا۔ یہ روایت لکھ کر علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ آل رسول اور اہل بیت کے ساتھ وہی معاملہ رکھے جو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ان کے ساتھ تھا۔ یعنی بلیت اطہار کے ساتھ حسن ادب اور حسن عقیدت سے پیش آنا چاہیے۔ (تفسیر ابن کثیر)

آقا و مولیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے، ہم اہل بیت سے محبت لازم رکھو کیونکہ ہماری محبت والا جو شخص بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوگا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں جائے گا۔ اُس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! ہمارا حق پہنچانے بغیر کسی بندے کا عمل اسے فائدہ نہیں دے گا۔ (اشرف المؤمنین علیہ السلام)

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ نے بھی بڑی پیاری بات کہی، فرماتے ہیں، اس آیت کی رو سے جب مسلمانوں میں باہم ایک دوسرے کے ساتھ محبت واجب ہوئی تو سید عالمین ﷺ کے ساتھ کس قدر محبت فرض ہوگی۔۔۔۔۔۔ حضور سید عالم ﷺ کی محبت اور حضور کے اقارب کی محبت دین کے فرائض میں سے ہے۔“

(تفسیر خزائن العرفان)

3۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ يَصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ یٰۤاٰیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (الاحزاب: ۵۶)

”جیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔“ (کنز الایمان)

حضرت کعب بن جحزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میں رب تعالیٰ نے آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو سکھا دیا ہے اب آپ یہ فرمائیں کہ ہم آپ پر درود کیسے پیش کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا تم اس طرح درود بھیجو۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید۔۔۔۔۔ الخ۔۔۔۔۔ ”اے اللہ! درود بھیج حضرت محمد پر اور آل محمد پر۔۔۔۔۔“ (مشفق علیہ، مشکوٰۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ درود بھیجنے کے حکم کی تعمیل میں آقا و مولیٰ ﷺ نے اپنے ساتھ اپنی آل کو بھی شامل فرما کر ان کی عظمت اُجاگر کی ہے۔ آپ کا ایک ارشاد گرامی ہے، مجھ پر کٹا ہوا درود نہ بھیجا کرو۔ عرض کی گئی، کٹا ہوا درود کیا ہے؟ ارشاد ہوا، صرف اللھم صل علی محمد کہنا۔ تم یوں کہا کرو، اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد۔

معلوم ہوا کہ آل کا ذکر کیے بغیر درود پڑھنا کٹا ہوا درود ہے اور آل کے ذکر کے ساتھ پڑھنا پورا درود ہے جو کہ آقا کریم ﷺ کو پسند ہے۔ (الصواعق المحرقة: ۲۲۵)

4۔ فَذَلِّلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اٰہْنَاءَ نَا وَاٰہْنَاءَ کُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ کُمْ وَانْفُسَنَا وَانْفُسَکُمْ ثُمَّ نَنْہٰی لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلٰی الْکٰذِبِیْنَ۔ (آل عمران: ۶۱)

”تو ان سے فرما دو، آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے، اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں، اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں، پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت (الیں)۔“ (کنز الایمان)

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب حبران کے عیسائی مناظرہ میں لا جواب ہو کر جھگڑنے لگے تو آقا و مولیٰ ﷺ نے انہیں مباہلے کی دعوت دی جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ تین دن بعد عیسائی بڑے بڑے پادریوں کو ساتھ لیکر آئے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ اس شان سے تعریف لائے کہ آپ کی کوہ میں امام حسین رضی اللہ عنہ تھے اور امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کا دست مبارک پکڑے ہوئے تھے، خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور خیر خدا سیدنا علی رضی اللہ عنہ دونوں آپ کے پیچھے تھے اور آقا و مولیٰ ﷺ ان سے فرما رہے تھے، جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔

یہ منظر دیکھ کر ان کا سب سے بڑا پادری بولا، جیشک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ پہاڑ اُٹکی جگہ سے ہٹا دے تو وہ پہاڑ اُٹکی جگہ سے ہٹا دے گا۔ خدا کے لیے ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔ پس انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی،

اے ابو القاسم! ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے، آپ اپنے دین پر رہیں اور ہمیں ہمارے دین پر چھوڑ دیں۔ پھر انہوں نے جزیہ دینے پر صلح کر لی۔

آقا مولیٰ ﷺ نے فرمایا، خدا کی قسم! اگر وہ مباہلہ کرتے تو وہ سب بندر اور نور بن جاتے اور انکا جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور بحر ان کے چہند پرند تک ہلاک ہو جاتے۔ (تفسیر کبیر، تفسیر قرآن المہرقان)

بعض کم فہم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں تو وہ مباہلے میں کیوں شریک نہ ہوئیں؟ جواب یہ ہے کہ مباہلہ ۱۰ھ میں ہوا جبکہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ۲ھ میں، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ۸ھ میں اور سیدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال ۹ھ میں ہو چکا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کی چار بیٹیاں ہونا تو شیعہ فرقہ کی معتبر ترین کتاب اصول کافی سے بھی ثابت ہے۔ ”حضرت خدیجہ کے بطن سے حضور کی یہ اولاد پیدا ہوئی۔ بعثت سے پہلے قاسم، رقیہ، ام کلثوم اور بعثت کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ“۔ رضی اللہ عنہم (اصول کافی ج ۱ ص ۳۳۹ مطبوعہ تہران)

5- سلام“ غلیٰ اٰلِہٖٖسَلَامِ۔ ”سلام ہو الیاسین پر“۔ (مشکوٰۃ: ۲۳)

مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد آل رسول ﷺ پر سلام پڑھنا ہے اور کبھی صحابہ نے بھی یہی کہا ہے جبکہ جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد حضرت الیاس رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، نحن آل محمد آل یاسین۔ ”آل یاسین ہم آل محمد ﷺ ہی ہیں“۔

(ابن ابی حاتم، طبرانی، در مشورۃ، الصواعق المحرقة: ۲۸)

6- وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا۔ ”اور اللہ کی رسی مضبوط قہام لو سب مل کر“۔ (آل عمران: ۱۰۳، کنز الایمان)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، نحن حبلى الله الذى قال الله فيه۔ ”ہم ہبلیت وہ اللہ کی رسی ہیں جس کے بارے میں رب تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے“۔ (الصواعق المحرقة: ۲۳۳)

7- وَلَقَدْ هَمَمْنَا أَنَّهُمْ مَنُفَوْنُوهُ ۖ۔ ”اور انہیں ٹھہراؤ، ان سے پوچھتا ہے“۔ (مشکوٰۃ: ۲۳، کنز الایمان)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا یَوْفُوْنَهُمْ یعنی انہیں ٹھہراؤ کیونکہ ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ علامہ ابن حجر مکی، محد لکھتے ہیں، پوچھے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تبلیغ رسالت پر جو اقرباء کی محبت طلب کی تھی، ایسے متعلق پوچھا جائے گا کہ کیا انہوں نے حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق حق موالات کو کیا ہے یا اسے بیکار خیال کیا ہے۔ (الصواعق المحرقة: ۲۲۹)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، (قیامت میں) ہر شخص سے چار چیزوں کے متعلق پوچھا جاتا ہے۔ اپنی عمر کس کام میں صرف کی، اپنے جسم کو کس کام میں استعمال کیا، مال کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور ہم ہبل بیت کی محبت کے بارے میں پوچھا جاتا ہے۔

(طبرانی، اشرف المؤید)

ہبلیت اطہار کی محبت سے متعلق احادیث مبارکہ کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔

8- وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ۔ (الانفال: ۳۳)

”اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو“۔ (کنز الایمان از امام احمد رضا محدث بریلوی مدظلہ)

علامہ ابن حجر مکی، محد فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے اپنے ہبلیت میں ان معنوں کے پائے جانے کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ وہ بھی نبی کریم ﷺ کی طرح زمین والوں کے لیے امان ہیں۔ ایسے متعلق بہت سی احادیث ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ”ستارے آسمان والوں کے لیے امان ہیں اور میرے ہبلیت میری امت کے لیے امان ہیں“۔ امام احمد کی دوسری روایت میں ہے کہ جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان والے بھی ختم ہو جائیں گے اور جب میرے ہبلیت ختم ہو جائیں گے تو اہل زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔ (الصواعق المحرقة: ۲۳۳)

9- وَإِنِّي لَنَفَّارٌ ۖ لَّيْسَ ثَابٌ وَأَمِّنٌ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَى ۝

”اور بیشک میں بہت بخشنے والا ہوں اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔“ (طہ: ۸۲، کنز الایمان)

حضرت ثابت البنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثَمَّ اُفْتَدِیَ سے مراد بلیت کی طرف ہدایت پانے والا ہے۔ امام ابو جعفر محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔ ابن سعد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے آکا دوئی رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی ہے کہ جنت میں پہلے میں، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین کریمین داخل ہو گئے۔ میں نے عرض کی، ہم سے محبت کرنے والوں کا کیا ہوگا؟ فرمایا، وہ تمہارے پیچھے آئیں گے۔ (الصواعق المحرقة: ۲۳۵)

یہ حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے کہ مومن کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کا بغض جمع نہیں ہو سکتے۔ اس ضمن میں علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب لکھا ہے۔ فرماتے ہیں، وہ شخص اس قوم کی محبت کا کیسے گمان کرتا ہے جس نے کبھی ان کے اخلاق میں سے کسی وصف کو نہیں اپنایا اور نہ کبھی ان کے کسی قول پر عمل کیا ہے اور نہ کبھی ان کے کسی فعل کی پیروی کی ہے اور نہ ان کے افعال میں سے کسی چیز کے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت میں یہ محبت نہیں بلکہ امرہ شریعت و طریقت کے نزدیک بغض ہے جبکہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کی اطاعت کی جائے اور نفس کی محبوب و مرغوب چیزوں کے مقابلے میں محبوب کی مرضی اور محبت کو ترجیح دی جائے نیز اس کے اخلاق و آداب سے ادب سیکھا جائے۔

خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد پیش نظر رہے کہ میری محبت اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بغض کسی مومن کے دل میں اکٹھے نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جو جمع نہیں ہو سکتیں۔ (الصواعق المحرقة: ۲۳۸)

10۔ وَلَسَوْفَ يَنْفُذُكَ رَبُّكَ فَارْضَیْ

”اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔“ (الضحیٰ: ۵، کنز الایمان)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے بلیت میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہو۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مسند صحیح روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رب تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ میرے بلیت میں سے جو توحید و رسالت کا اقرار کرے گا اور یہ بھی کہ میں نے رب تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا ہے، اسے وہ عذاب نہیں دے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، میں نے یہ دعا کی، اَللّٰہُمَّ اِمْرِیْ بِبَلِیَّتِیْ مِنْ سَعَةِ کَوْجِنِیْمْ مِیْنِ ذٰلِکَ اِنَّا تَوَاسَّیْنِیْ بِہِیْ یٰ دَعَا قَبُوْلَ فَرَمَیْ۔ (الصواعق المحرقة: ۲۳۳)

آبِ تَلْمِیْذِیْ سَیْ جَسْمِیْ فِیْ یَوْمِیْ جِیْ اُسْ رِیَاضِیْ نِجَابَتِیْ پَہْ لَکْھُوں سَلامِ
خَوْنِیْزِ اَزْ نَسْلِیْ سَیْ جِیْ جَسْمِیْ کَافِیْرِیْ اُنْ کِیْ بَہْ لَوْثِ طِیْنَتِیْ پَہْ لَکْھُوں سَلامِ

فضائل اہل بیت، احادیث میں:

بعض جہلاء کو یہ کہتے سنا گیا کہ امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے بلیت اطہار کی فضیلت میں کوئی حدیث روایت نہیں کی ہے، حالانکہ یہ عظیم بہتان ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المناقب میں ”مناقب علی بن ابی طالب“ کے عنوان سے سات حدیثیں، ”مناقب قرینہ رسول اللہ و منقرہ فاطمہ علیہا السلام“ کے عنوان سے تین حدیثیں اور ”مناقب الحسن والحسین“ کے عنوان سے آٹھ حدیثیں روایت کیں ہیں۔

اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا علی کے فضائل کے باب میں تیرہ احادیث، سیدہ فاطمہ کے فضائل کے باب میں آٹھ احادیث اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے فضائل کے باب میں چھ احادیث روایت کیں ہیں۔ ان احادیث کے علاوہ بھی انہوں نے اپنی کتب میں ان نفوس قدسیہ کے متعلق بیسار احادیث روایت کیں ہیں۔

بلیت کرام کے فضائل پر مبنی اکثر احادیث اس کتاب میں تحریر کی جا چکی ہیں اور بعض اب تحریر کی جا رہی ہیں۔ چونکہ بلیت اطہار میں ازواج مطہرات کو خاص مقام حاصل ہے اس لیے ان کی فضیلت میں مخصوص آیات اور احادیث علیحدہ سے بیان ہوگی۔

1- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ میں خم نامی چشمے پر خطبہ دینے کھڑے ہوئے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور وحفظ و صحت فرمائی پھر ارشاد فرمایا، اے لوگو! میں بشر ہوں۔ قریب ہے کہ اللہ کا قاصد میرے پاس آئے اور میں اسے قبول کر لوں۔ میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جن میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس اللہ کی کتاب کو لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔ آپ نے اللہ کی کتاب کی طرف ابھار اور انکی ترغیب دی۔

پھر فرمایا، دوسرے میرے اہل بیت ہیں اور میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ یا دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ یا دلاتا ہوں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ یا دلاتا ہوں۔ (مسلم باب من فضائل علی)

2- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حج کے موقع پر عرفات میں دیکھا کہ اپنی قصواء لونثی پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا، اے لوگو! میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر انہیں پکڑے ہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے، وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہل بیت ہیں۔ (ترمذی)

3- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے۔ ان میں سے ایک دوسری سے بہت عظمت والی ہے یعنی اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک لنگی ہوئی رسی ہے اور میرے اہل بیت۔ اور یہ دونوں ہرگز الگ نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھے ملیں گے۔ پس خیال رکھنا کہ تم میرے بعد ان سے کیسا سلوک کرتے ہو۔ (ترمذی)

4- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے اور اللہ سے محبت رکھنے کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو، اور مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔ (ترمذی، المستدرک)

5- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ۔ اپنے نبی ﷺ کی محبت، آپ کے اہل بیت کی محبت اور قرآن مجید پڑھنا۔ (جامع البیہقی: ۱۷۱)

6- حبیب کبریا ﷺ نے ارشاد فرمایا، اے نوح عبد المطلب! میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ تمہارے دیندار کو استقامت، بے علم کو علم اور بے راہ کو ہدایت دے۔ اگر کوئی شخص رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان چلا جائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے۔ پھر وہ اہل بیت سے بغض رکھتے ہوئے مرجائے تو وہ آگ میں داخل کیا جائے گا۔ (طبرانی، حاکم، المستدرک: ۲۶۵)

7- آقا مہدی ﷺ نے فرمایا، اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! ہم اہل بیت سے کوئی بغض نہ رکھے ورنہ اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل فرمائے گا۔

(المستدرک للحاکم، المستدرک: ۲۶۳)

8- نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اور میری اولاد اُسے انکی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں، اور اُسے مجھ سے اپنی ذات سے زیادہ اور میری اولاد سے اپنی اولاد کی نسبت زیادہ محبت نہ ہو جائے۔

(المستدرک للحاکم، المستدرک: ۲۶۲، بیہقی)

9- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا مہدی ﷺ نے فرمایا، میرے اہل بیت کو اپنے درمیان وہ جگہ دو جو جسم میں سر کی اور سر میں آنکھوں کی جگہ ہے اور سر آنکھوں ہی سے ہدایت پاتا ہے۔ (اشرف الموبدال محمد)

10- رسول کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے لیے تین عزتیں ہیں۔ جو ان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کے معاملے کی حفاظت فرمائے گا

اور جو ان کی حفاظت نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت نہیں فرمائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا، اسلام کی عزت، میری عزت اور میرے قرابت داروں کی عزت۔ (طبرانی، المعجم الکبیر: ۲۲۱)

11 - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنکا دھولی ﷺ نے فرمایا، تم میں ہل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جو میرے ہل بیت اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔ (ابن سعدی، المعجم الکبیر: ۲۸۲)

12 - سید عالم، نور مجسم ﷺ نے فرمایا، میرے ہل بیت حضرات کو شہر آئیں گے اور میرے امت میں سے ان سے محبت کرنے والے بھی ان کے ساتھ ایسے ہونگے جیسے دو انگلیاں باہم قریب ہوتی ہیں۔ (المصنف الکبیر: ۲۲۵، اشرف الموبد لآل محمد)

اس حدیث کی تائید بخاری و مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ ”جو جس سے محبت کرتا ہے وہ اسی کے ساتھ ہوگا۔“

13 - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا، تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو میرے بعد میرے ہل بیت کے لیے بہتر ہوگا۔ (المصنف: ۲۸۲، حاکم)

14 - سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس نے میرے ہل بیت پر ظلم کیا اور مجھے میری اولاد کے بارے میں اذیت دی، اس پر جنت حرام کر دی گئی۔ (اشرف الموبد لآل محمد)

15 - حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کا دروازہ پکڑے ہوئے فرمایا، میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، ”خبردار ہو جاؤ! تم میں میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی ہے جو اس میں سوار ہوا، وہ نجات پا گیا اور جو پیچھے رہا وہ ہلاک ہو گیا۔“ (احمد، مشکوٰۃ)

کتاب کے آغاز میں یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، ”میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔“ اس حدیث میں صحابہ کرام کو آسمانی ہدایت کے ستارے فرمایا اور مذکورہ بالا حدیث میں اپنے اہلیت کو کشتی کی مثل قرار دیا۔ کوئی منزل پر پہنچنے کے لیے اہلیت اطہار کی محبت کی کشتی میں سوار ہونا بھی ضروری ہے اور منزل کے حصول کے لیے ستاروں سے راہنمائی لینا بھی ضروری ہے۔ الحمد للہ! اہلسنت ہی اہلیت اطہار کی محبت کی کشتی میں سوار ہو کر نجوم ہدایت یعنی صحابہ کرام سے روشنی لیتے ہوئے منزل مقصود حاصل کرتے ہیں۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور غم ہیں اور ناؤ ہے عزت رسول اللہ کی

فضائل سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا:

16 - حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز صبح کے وقت باہر تشریف لے گئے۔ آپ کے نوپریاہ اون سے ہٹتی ہوئی چادر تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے انہیں اس چادر میں داخل کر لیا۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی اس چادر میں داخل کر لیا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو انہیں بھی داخل کر لیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے انہیں بھی اس چادر میں لے لیا۔ پھر فرمایا، ”بے شک اللہ یہ چاہتا ہے کہ اسے گھر والو! تم سے گندگی دور کر دے اور تمہیں خوب پاک صاف کر دے۔“

(صحیح مسلم، مصنف ابن ابی شیبہ، المستدرک للحاکم)

17 - حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ الخ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے کاشانہ اقدس میں نازل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر چادر اوڑھائی پھر دعا مانگی، اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے گندگی دور رکھ اور انہیں خوب پاک و صاف بنا دے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میں بھی ان کے

ساتھ ہوں؟ آپ نے فرمایا تم اپنی جگہ پر ہو اور تم خیر کی جانب ہو۔ (ترمذی ابواب المناقب)

انہی احادیث کی بنا پر ان نفوسِ قدسیہ کو بچھن پاک کہا جاتا ہے۔

18 - حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چھ ماہ تک نبی کریم ﷺ کا یہ معمول رہا کہ جب نماز فجر کے لیے نکلتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس سے گزرتے تو فرماتے، اے بل بیت! نماز قائم کرو۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُنْجِبَ عَنْكُمْ الرَّجْسَ..... الخ۔ "بے شک اللہ یہ چاہتا ہے کہ اے گھر والو! کہ تم سے گندگی دور کر دے اور تمہیں خوب پاک صاف کر دے۔"

(مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، المستدرک للحاکم)

19 - حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اٰبَاءَنَا وَنَادِعُ اٰبَاءَنَا ثُمَّ..... الخ۔ "فرما دو، آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو" تو رسول کریم ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلا یا اور فرمایا، اے اللہ! یہ میرے بل بیت ہیں۔ (صحیح مسلم)

20 - حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج آپ کے پاس جمع تھیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آگئیں ان کا چلنا رسول اللہ ﷺ کے چلنے سے مختلف نہیں تھا۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو فرمایا، میری بیٹی خوش آمدید۔ پھر انہیں بٹھایا اور ان کے ساتھ سرکوشی فرمائی تو وہ بہت زیادہ روئیں۔ ان کا غم دیکھ کر آپ نے دوبارہ سرکوشی فرمائی تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے پوچھا، آقا صوملی ﷺ نے تم سے کیا سرکوشی فرمائی تھی؟ کہا، میں رسول اللہ ﷺ کے راز کو فاش نہیں کر سکتی۔

جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو میں نے کہا، میں تمہیں اس حق کا واسطہ دیتی ہوں جو میرا تم پر ہے کہ مجھے وہ بات بتا دو۔ کہا، ہاں اب بتا دیتی ہوں۔ پہلی دفعہ جب آپ نے مجھ سے سرکوشی فرمائی تو بتایا کہ جبریل میرے ساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے اس سال دوسرے کیا ہے، میرے خیال میں میرا آخری وقت قریب آگیا ہے لہذا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیونکہ میں تمہارے لیے اچھا پیش رو ہوں۔ یہ سن کر میں روئی۔ آپ نے جب میری پریشانی ملاحظہ فرمائی تو دوبارہ سرکوشی کی اور ارشاد فرمایا،

"اے فاطمہ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم ایمان والی عورتوں کی سردار ہو یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو؟"۔ (صحیح مسلم)

21 - آپ ہی سے دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے سرکوشی فرمائی کہ اسی مرض میں میرا وصال ہو جائے گا تو میں رونے لگی۔ پھر آپ نے سرکوشی فرماتے ہوئے مجھے بتایا کہ میرے بل بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے آملو گی تو میں ہنس پڑی۔ (بخاری، مسلم)

22 - ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عادات و اطوار اور نشست و برخاست میں رسول کریم ﷺ سے مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔

(المستدرک، فضائل الصحابہ للنسائی)

23 - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا صوملی ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مل کر سفر پر روانہ ہوتے اور جب سفر سے تشریف لاتے تو بھی سب سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے۔ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے، میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

(المستدرک للحاکم، صحیح ابن حبان)

24 - حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، فاطمہ میرے جسم کا کھڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ (بخاری، مسلم)

25 - حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی لڑکی کے لیے نکاح کا پیغام دیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بیشک فاطمہ

میرے جسم کا حصہ ہے اور مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اُسے کوئی تکلیف پہنچے۔ خدا کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ (بخاری، مسلم)

26۔ اُنہی سے روایت ہے کہ آنکادولہؓ نے فرمایا، غوث شام بن مغیرہ نے مجھ سے یہ اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی علی بن ابی طالب سے کر دیں۔ میں اُن کو اجازت نہیں دیتا، میں ان کو اجازت نہیں دیتا، پھر میں ان کو اجازت نہیں دیتا۔ ہاں اگر میں ابی طالب چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دیدے اور پھر اُنکی بیٹی سے شادی کر لے۔ کیونکہ میری بیٹی میرے جسم کا حصہ ہے۔ جو چیز اُسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی ہے اور جو چیز اُسے تکلیف دیتی ہے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے۔

(مسلم ہرمذی، ابوداؤد)

27۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا، فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اسے تکلیف دینے والا مجھے تکلیف دیتا ہے اور اسے مشقت میں ڈالتا ہے۔ (مسند احمد، المستدرک)

28۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنکادولہؓ نے سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ تیری ناراضگی پر ناراض اور تیری رضا پر راضی ہوتا ہے۔

(المستدرک، طبرانی فی الکبیر، مجمع الروائد)

29۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنکادولہؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں۔

(طبرانی فی الکبیر، مجمع الروائد)

30۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا کہ میرے لیے ان کی شادی کے موقع پر خاص دعا فرمائی، اے اللہ! میں اپنی اس بیٹی کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ (صحیح ابن حبان، طبرانی فی الکبیر)

31۔ حضرت بريدہؓ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہؓ نے فرمایا، میں نے سیدنا علیؓ کی شادی کی رات حضور اکرمؐ نے اُن پر پانی چھڑکا اور فرمایا، اے اللہ! ان دونوں کے حق میں برکت دے اور ان دونوں پر برکت نازل فرما اور ان دونوں کے لیے ان کی اولاد میں برکت عطا فرما۔ (طبقات ابن سعد، اسد الغابہ)

32۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا، قیامت کے دن میرے حسب و نسب کے سوا ہر سلسلہ نسب منقطع ہو جائے گا۔ ہر بیٹے کی نسبت باپ کی طرف ہوتی ہے سوائے ولاد فاطمہ کے کہ ان کا باپ بھی میں ہی ہوں اور ان کا نسب بھی میں ہی ہوں۔ (مصنف عبدالرزاق، سنن الکبریٰ للبیہقی، طبرانی فی الکبیر)

33۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ اور حسینؓ کے متعلق فرمایا، میں اُن سے لڑنے والا ہوں جو ان سے لڑیں اور اُن سے صلح کرنے والا ہوں جو ان سے صلح کریں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

34۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ نے دریافت فرمایا، عورت کے لیے کون سی بات سب سے بہتر ہے؟ اس پر صحابہ کرام خاموش رہے۔ میں نے گھبرا کر یہی سوال سیدہ فاطمہؓ سے کیا تو انہوں نے جواب دیا، عورت کے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ اسے غیر مرد نہ دیکھے۔

میں نے اس جواب کا ذکر حضورؐ سے کیا تو آپؐ نے فرمایا، فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ (مسند بزار، مجمع الروائد)

35۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنکادولہؓ نے فرمایا، بیشک فاطمہؓ نے اپنی عصمت و پا رسانی کی ایسی حفاظت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد پر آگ حرام کر دی ہے۔ (المستدرک للحاکم، مسند بزار)

36۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریمؐ نے سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری اولاد کو آگ کا عذاب

نہیں دے گا۔ (طبرانی فی الکبیر، مجمع الروائد) علامہ بخاری نے کہا ہے کہ اس کے درجہ جلال اللہ ہیں۔

37۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، آج رات ایک فرشتہ جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہ اتر تھا، اُس نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کرنے کے لیے حاضر ہو اور یہ خوشخبری دے کہ فاطمہ ختی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین ختی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(ترمذی، مسند احمد، فضائل الصحابة للنسائی، المستدرک للحاکم)

38۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا، سب سے پہلے جنت میں تم، فاطمہ، حسن اور حسین داخل ہو گے۔ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! ہم سے محبت کرنے والے کہاں ہو گئے؟ حضور ﷺ نے فرمایا، وہ تمہارے پیچھے ہو گئے۔ (المستدرک للحاکم، الصواعق الحریقہ: ۲۳۵)

39۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، میں تم اور یہ دونوں (یعنی حسن و حسین) اور یہ سونے والا (سیدنا علی جو کہ اس وقت سو کر اٹھے ہی تھے) قیامت کے دن ایک ہی جگہ ہو گئے۔

(مسند احمد، مجمع الروائد)

40۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور ﷺ انہیں مرحبا کہتے، کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے، ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیتے اور انہیں اپنی نشست پر بٹھالیتے۔ (المستدرک، فضائل الصحابة للنسائی)

41۔ حضرت جعفی بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی بھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے پوچھا، لوگوں میں سے رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا؟ فرمایا، فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ پوچھا، مردوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا، ان کے شوہر یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

(ترمذی، المستدرک، طبرانی فی الکبیر)

42۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو میرے اور فاطمہ میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، فاطمہ مجھے تم سے زیادہ پیاری ہے اور تم مجھے اس سے زیادہ عزیز ہو۔ (طبرانی فی الاوسط، مجمع الروائد)

43۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور فرمایا، اے فاطمہ! خدا کی قسم! میں نے آپ سے زیادہ کسی سستی کو رسول کریم ﷺ کے نزدیک محبوب نہیں دیکھا۔ اور خدا کی قسم! لوگوں میں سے سوائے آپ کے والد رسول کریم ﷺ کے مجھے کوئی اور آپ سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، المستدرک للحاکم)

44۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصال سے قبل حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا، میرا جنازہ لے جاتے وقت اور مدفین کے وقت پر دے کا پورا لحاظ رکھنا۔ انہوں نے کہا، میں نے جش میں دیکھا ہے کہ جنازہ پر درخت کی شاخیں باندھ کر ان پر پردہ ڈال دیتے ہیں (اس طرح جسم کی ہیئت نمایاں نہیں ہوتی)۔ پھر انہوں نے کھجور کی شاخیں منگوا کر ان پر کپڑا ڈال کر سیدہ کو دکھایا۔ آپ نے پسند کیا پھر بعد وصال اسی طرح آپ کا جنازہ اٹھا۔ (أسد الغابہ، استیعاب)

45۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا غیب سے آواز دے گا، اے اہل محشر! اپنی بیویاں جھکا لو کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ گزر جائیں۔ (المستدرک للحاکم، أسد الغابہ)

سیدہ زہرہ طیبہ طاہرہ جانبہ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

فضائل سیدنا حسنؑ و سیدنا حسینؑ:

حضرت سیدنا امام حسنؑ اور حضرت سیدنا امام حسینؑ کے فضائل پر چالیس احادیث تحریر کی جا رہی ہیں، پڑھیے اور اپنے دل میں اہلبیت اطہار خصوصاً نوجوانانِ جنت کے سرداروں کی محبت کی شمع فروزاں کیجیے۔

46۔ حضرت امراء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن بن علیؑ کو اپنے مبارک کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے، "اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت فرما۔"

(بخاری، مسلم)

47۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں دن کے ایک حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلا، آپ حضرت فاطمہؑ کی رہائش گاہ پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا، کیا کچھ یہاں ہے؟ یعنی حسنؑ۔ تھوڑی سی دیر میں وہ دوڑتے ہوئے آگے یہاں تک کہ دونوں ایک دوسرے کے گلے سے لپٹ گئے۔ آقا مولاؑ نے فرمایا، "اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ لو اس سے بھی محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے۔" (بخاری، مسلم)

48۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے، جس نے ان دونوں یعنی حسن و حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ (فضائل الصحابہ للنسائی)

49۔ حضرت ایاسؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں اس سفید خچر کی لگام پکڑ کر چلا ہوں جس پر میرے آقا نبی کریم ﷺ اور حضرت حسن و حضرت حسین سوار تھے یہاں تک کہ وہ نبی کریم کے حجرہ مبارکہ میں داخل ہو گئے۔ رسول کریم ﷺ آگے سوار تھے اور حسین کریمین آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ (مسلم)

50۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جب حسن پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام حمزہ رکھا اور جب حسین پیدا ہوا تو اس کا نام جعفر رکھا۔ مجھے آقا مولاؑ نے بلا کر فرمایا، مجھے ان کے نام تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ میں نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں تو حضور نے ان کے نام حسن اور حسین رکھے۔ (مسند احمد، حاکم)

51۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز تھے اور حسنؑ آپ کے پہلو میں تھے کبھی آپ لوگوں کی جانب متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف، پھر آپ نے ارشاد فرمایا،

"میرا یہ بیٹا حقیقی سردار ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بہت بڑے گروہوں میں صلح کروادے گا۔" (بخاری، ترمذی)

52۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے نانا نانی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے چچا اور پھوپھی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے ماموں اور خالہ کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو اپنے ماں باپ کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ وہ حسن اور حسین ہیں۔ ان کے نانا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ، انکی نانی خدیجہ بنت خویلد، ان کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ، ان کے والد علی بن ابی طالب، ان کے چچا جعفر بن ابی طالب، انکی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالب، ان کے ماموں قاسم بن رسول اللہ اور انکی خالہ اللہ کے رسول کی بیٹیاں زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ ان کے نانا، نانی، والد، والدہ، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ سب جنت میں ہوں گے اور وہ دونوں یعنی حسن و حسین بھی جنت میں ہوں گے۔ (طبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد)

53۔ حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حسن اور حسین کی پیدائش کے ساتویں دن ان کی طرف دو دو کبریاں عقیقہ میں ذبح

کیں۔

(مصنف عبد الرزاق، ابن حبان)

54۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ مشابہت رکھنے والا کوئی نہیں تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی فرمایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ (بخاری، ترمذی)

55۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سر تک رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھتے ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے نیچے (پاؤں تک) نبی کریم ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ (ترمذی)

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا محدث بریلوی مدظلہ نے خوب فرمایا،

معدوم نہ تھا سایہ شاو ثقلین اس نور کی جلوہ گہ تھی ذاتِ حسین
تمثیل نے اس سائے کے دو حصے کیے آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین

56۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو رسول کریم ﷺ کے مرض الوصال کے دوران آپ کی خدمت میں لائیں اور عرض کی، یا رسول اللہ! انہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں۔ آقا کریم ﷺ نے فرمایا، حسن میری ہیبت اور سرداری کا وارث ہے اور حسین میری جرأت اور سخاوت کا وارث ہے۔ (طبرانی فی الکبیر، مجمع الرواۃ)

57۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑا اور فرمایا، اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت رکھ۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ انہیں پکڑ کر اپنی ایک ران پر بٹھالیتے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو دوسری ران مبارک پر۔ پھر یہ کہتے، اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ میں بھی ان پر مہربانی کرتا ہوں۔ (بخاری)

58۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صوملی ﷺ نے فرمایا، جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ ان دونوں یعنی حسن و حسین سے بھی محبت کرے۔ (نضائل الصحابۃ للنسائی، صحیح ابن خزیمہ، مجمع الرواۃ)

59۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا صوملی ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا تو ایک آدمی نے کہا، اے لڑکے! کیا خوب سواری پر سوار ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سوار بھی تو بہت خوب ہے۔ (ترمذی)

60۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن و حسین کو آقا صوملی ﷺ کے مبارک کندھوں پر سوار دیکھا تو ان سے کہا، آپ کی سواری کتنی اچھی ہے! نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، یہ بھی تو دیکھو کہ سوار کتنے اچھے ہیں۔ (مسند زہری، مجمع الرواۃ)

61۔ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز عصر پڑھی پھر باہر نکلے اور ان کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلنے ہوئے دیکھا تو اسے اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا، میرا باپ قربان! تم نبی کریم ﷺ سے مشابہت رکھتے ہو اور علی سے مشابہت نہیں رکھتے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔ (بخاری)

62۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، حسن اور حسین دونوں جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی، مسند احمد، صحیح ابن حبان)

63۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، حسن اور حسین دونوں دنیا میں سے میرے دو پھول ہیں۔ (ترمذی، مسند احمد، صحیح ابن حبان)

64۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات میں کسی کام سے میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آقا صوملی ﷺ باہر تشریف لائے۔

آپ نے چار میں کوئی چیز لی ہوئی تھی اور مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ چیز کیا ہے۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو عرض گزار ہوا میرے آقا! آپ نے کس چیز پر چادر لیجی ہوئی ہے؟ آپ نے چادر ہٹائی تو دیکھا کہ آپ کی دونوں رانوں پر حسن اور حسین موجود ہیں۔ فرمایا، میری دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت رکھ اور ان سے بھی محبت رکھ جو ان دونوں سے محبت رکھیں۔ (ترمذی، صحیح ابن حبان)

65۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اپنے اہل بیت سے آپ کو سب سے پیارا کون ہے؟ فرمایا، حسن اور حسین۔ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے، میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ۔ پھر آپ دونوں کو سونگھا کرتے اور انہیں اپنے ساتھ لپٹا لیا کرتے۔ (ترمذی، مسند ابویعلیٰ)

66۔ حضرت مریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ اس دوران حسن اور حسین آگئے۔ ان کے اوپر سرخ قمیصیں تھیں اور وہ گرتے پڑتے چلے آ رہے تھے تو رسول کریم ﷺ منبر سے اترے، دونوں کو اٹھایا اور سامنے بٹھالیا۔ پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فرمایا ہے، اَلْمَا اَمُو الْكُم وَاَوْلَادُكُمْ فَسَبِّحُوْهُ۔ "پیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں"۔ (۲۸:۸) میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ گرتے پڑتے آ رہے ہیں تو میں مہربانہ کر سکا اور اپنی بات چھوڑ کر ان دونوں کو اٹھالیا۔ (ترمذی، ابوداؤد سنائی)

67۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا صوملی ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین کے لیے (خاص طور پر) کلمات تعوذ کے ساتھ دم فرماتے۔ آپ نے یہ ارشاد فرمایا، تمہارے جد امجد یعنی ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے صاحبزادوں اسماعیل علیہ السلام و اسحاق علیہ السلام کے لیے ان کلمات کے ساتھ دم کرتے تھے۔ اَعُوْذُ بِكَ لِمَا بَالِغُ النَّامَةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ غَيِّبٍ لَّامَةٍ۔ "میں اللہ تعالیٰ کے کمال کلمات کے ذریعے ہر شیطان اور ہلا سے اور ہر نظر بد سے پناہ مانگتا ہوں"۔ (بخاری، ابن ماجہ)

68۔ حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔ حسین میری اولاد میں سے ایک فرزند ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

69۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صوملی ﷺ نے فرمایا، جس نے حسن اور حسین سے محبت کی، اس نے درحقیقت مجھ ہی سے محبت کی۔ اور جس نے حسن اور حسین سے بغض رکھا، اس نے درحقیقت مجھ ہی سے بغض رکھا۔

(ابن ماجہ، فضائل الصحابة للمصنف طبرانی فی الکبیر)

70۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آقا صوملی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، جس نے حسن اور حسین سے محبت کی، اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی، اُس سے اللہ تعالیٰ نے محبت کی اور جس سے اللہ نے محبت کی، اُس نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔ اور جس نے حسن اور حسین سے بغض رکھا، اُس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہو گیا اور جو اللہ کے نزدیک مبغوض ہوا، اللہ تعالیٰ نے اسے آگ میں داخل کر دیا۔ (المستدرک للحاکم)

71۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار رسول کریم ﷺ نے حسن اور حسین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد اور انکی والدہ سے محبت کی، وہ قیامت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (مسند احمد، طبرانی فی الکبیر)

72۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا صوملی ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم السلام کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا، جو تم سے لڑے گا میں اُس سے لڑوں گا اور جو تم سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔ یعنی جو تمہارا دوست ہے وہ میرا بھی دوست ہے۔ (مسند احمد، المستدرک للحاکم، طبرانی فی الکبیر)

73 - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آٹھویں ؑ کے ساتھ نماز عشاء ادا کر رہے تھے۔ جب آپ سجدے میں گئے تو حسن اور حسین آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ جب آپ نے سجدے سے سر اٹھایا تو دونوں شہزادوں کو اپنے پیچھے سے نرمی کے ساتھ پکڑ کر نیچے بٹھادیا۔ جب آپ دوبارہ سجدے میں گئے تو وہ پھر کمر مبارک پر سوار ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ نے نماز مکمل کر لی۔ پھر آپ نے دونوں کو اپنے مبارک زانوؤں پر بٹھالیا۔ (مسند احمد، المستدرک للحاکم، طبرانی فی الکبیر)

74 - حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے کہ اس دوران حضرت حسن اور حضرت حسین آپ کی کمر مبارک پر سوار ہو گئے۔ لوگوں نے ان کو منع کیا تو آٹھویں ؑ نے فرمایا، ان کو چھوڑ دو، ان پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، صحیح ابن حبان، طبرانی فی الکبیر)

75 - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آٹھویں ؑ نماز کے سجدے میں ہوتے تو حسن یا حسین آ کر آپ کی کمر مبارک پر سوار ہو جاتے اور اس وجہ سے آپ سجدوں کو طویل کر دیتے۔ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں عرض کی گئی، یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ نے سجدے کو طویل کر دیے ہیں؟ ارشاد فرمایا، مجھ پر میرا بیٹا سوار تھا اس لیے مجھے اچھا نہ لگا کہ میں سجدوں سے اٹھنے میں جلدی کروں۔ (مسند ابو یعلیٰ، مجمع الروائد)

76 - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آٹھویں ؑ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ کے مبارک شانوں پر حضرت حسن اور حضرت حسین سوار تھے۔ آپ دونوں شہزادوں کو باری باری چومنے لگے۔ (مسند احمد، المستدرک للحاکم)

77 - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آٹھویں ؑ کے سامنے حسین کریمین کشتی ٹوڑ رہے تھے اور آپ فرما رہے تھے، حسن! جلدی کرو۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ صرف حسن ہی کو ایسے کیوں فرما رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، کیونکہ جبریل امین، حسین کو ایسا کہہ کر حوصلہ دلا رہے ہیں۔

(مسند الغابہ، الاصابہ)

78 - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آٹھویں ؑ کے ساتھ سفر پر نکلے۔ راستے میں آپ نے حسین کریمین کے رونے کی آواز سنی تو آپ انکے پاس تشریف لے گئے اور رونے کا سبب پوچھا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ انہیں سخت پیاس لگی ہے۔ حضور ﷺ پانی کے لیے مشکیزے کی طرف بڑھے تو پانی ختم ہو چکا تھا۔ آپ نے لوگوں سے دریافت کیا مگر (گرمی کی وجہ سے زیادہ استعمال کے باعث) کسی کے پاس پانی موجود نہ تھا۔ آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، ایک صاحبزادہ مجھے دیدو۔ انہوں نے پردے کے نیچے سے ایک شہزادہ دے دیا۔ آپ نے اسے سینے سے لگا لیا لیکن وہ سخت پیاس کی وجہ سے مسلسل رورہا تھا۔

پس آپ ﷺ نے اس کے منہ میں اپنی مبارک زبان ڈال دی۔ وہ اسے چومنے لگا یہاں تک کہ سیراب ہو گیا۔ پھر میں اس کے دوبارہ رونے کی آواز نہ سنی جبکہ دوسرا ابھی تک رورہا تھا۔ حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دوسرا صاحبزادہ لے کر اس کے منہ میں بھی اسی طرح اپنی مبارک زبان ڈال دی تو وہ بھی سیراب ہو کر خاموش ہو گیا۔ (طبرانی فی الکبیر، مجمع الروائد، خصائص کبریٰ)

79 - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آٹھویں ؑ نے ارشاد فرمایا، اے میں! میں ان دونوں (یعنی حسن و حسین) سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت فرما۔ (مسند احمد، طبرانی فی الکبیر، مجمع الروائد)

80 - حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں، یا رسول اللہ ﷺ! آج رات میں نے برا خواب دیکھا ہے۔ فرمایا، وہ کیا ہے؟ عرض کیا، آپ کے جسم انور کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری کود میں رکھا گیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، تم نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشاء اللہ فاطمہ کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوگی جو تمہاری کود میں ہوگا۔ پس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حسین ؑ پیدا ہوئے اور

وہ میری کو دیتے تھے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔

ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی تو رسول کریم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو روہیں تھے۔ میں عرض گزار ہوئی، یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا بات ہے؟ فرمایا، جبرئیل میرے پاس آئے تھے اور مجھے بتایا کہ عنقریب میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کرے گی۔ میں نے کہا، انہیں (یعنی حسین کو)؟ فرمایا، ہاں! اور وہ میرے پاس اس جگہ کی مٹی لائے جو سرخ ہے۔

(دلائل النبوة للبيهقي، مشکوٰۃ)

81۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس لا کر طشت میں رکھا گیا تو وہ اسے چھپڑنے لگا اور اس نے آپ کے حسن و جمال پر نکتہ چینی کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے کہا، ”خدا کی قسم! یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے ہیں۔“ امام عالی مقام نے وسعہ کا خضاب کیا ہوا تھا۔ (بخاری)

82۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس تھا جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا تو وہ ایک چھڑی ان کی ناک پر مارنے لگا اور طر ابولا، میں نے ایسا حسن والا نہیں دیکھا تو پھر انکا ذکر کیوں ہوتا ہے۔ میں نے کہا، تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ (ترمذی)

83۔ عبد الرحمن بن ابی نعیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے احرام کے متعلق مسئلہ پوچھا۔ شعبہ نے کہا، میرے خیال میں مکھی مارنے کے متعلق پوچھا تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، یہ عراق والے مجھ سے مکھی مارنے کے متعلق مسئلہ پوچھتے ہیں حالانکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو شہید کر دیا تھا جبکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ دونوں دنیا میں میرے دو بچوں ہیں۔ (بخاری)

84۔ حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ رورہی تھیں۔ میں نے عرض کی، آپ کیوں روتی ہیں؟ فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ سر اقدس پر درازھی مبارک گرد آلود ہے۔ میں عرض گزار ہوئی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو کیا ہوا؟ تو آپ نے فرمایا، میں ابھی حسین کی شہادت گاہ میں گیا تھا۔ (ترمذی)

85۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ گیسوئے مبارک بکھرے ہوئے ہیں اور دست مبارک میں ایک شیشی ہے جس میں خون تھا۔ میں عرض گزار ہوا، میرے ماں باپ آپ پر قربان! یہ کیا ہے؟ فرمایا، یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں دن بھر اسے جمع کرتا رہا ہوں۔ میں نے وہ وقت یاد رکھا تو معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اسی وقت شہید کیے گئے تھے۔ (دلائل النبوة للبيهقي، مسند احمد)

محمد زین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

وہ حسن مجتبیٰ سید الاخیاء راکب دوش عزت پہ لاکھوں سلام
لوح مر ہدیٰ موج بحر ندی روح روح سخاوت پہ لاکھوں سلام
شہد خواہ لعاب زبان نبی چاشنی کبر عصمت پہ لاکھوں سلام
اُس حمید بلا شاو گلگوں قبا یکس دہت غربت پہ لاکھوں سلام

اہلبیت اطہار میں سے سیدنا علی، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کے مناقب کے بعد چند متفرق فضائل کی احادیث پیش خدمت ہیں۔

دیگر اہل بیت کے فضائل:

86۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”بیشک اس کے لیے

جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔ (بخاری)

87 - حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط سے دوچار ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے۔ وہ کہتے، اے اللہ! ہم تیرے نبی کے وسیلے سے بارش مانگا کرتے تھے اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔ پس ہم پر بارش برسا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر بارش ہو جاتی۔ (بخاری باب ذکر العباس)

88 - حضرت عبد المطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ غصے کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں بھی وہاں موجود تھا۔ آقا مومنی ﷺ نے فرمایا، تمہیں کس نے ناراض کیا؟ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ ﷺ! قریش کا ہمارے ساتھ یہ کیا سلوک ہے کہ جب آپس میں ملیں تو خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ اور جب ہم سے ملیں تو دوسری طرح۔ پس رسول اللہ ﷺ ناراض ہو گئے یہاں تک کہ نہ نور چہرہ سرخ ہو گیا پھر فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! ایمان کسی آدمی کے دل میں داخل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی خاطر تم سے محبت نہ کرے۔

پھر فرمایا، اے لوگو! جس نے میرے چچا جان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی کیونکہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔ (ترمذی)

89 - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، عباس مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ (فضائل الصحابة للنسائی، ترمذی)

90 - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا، میری صبح اپنے بیٹوں سمیت میرے پاس آنا تاکہ میں تمہارے لیے ایسی دعا مانگوں جو تمہیں نفع دے۔ چنانچہ جب ہم حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ہم پر ایک چادر اوڑھا کر دعا مانگی، الہی! عباس اور اسکی اولاد کی ظاہری و باطنی مغفرت فرما، تاکہ کوئی گناہ باقی نہ رہے اور انہیں انکی اولاد میں معزز فرما۔ (ترمذی)

91 - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنے مبارک سینے سے لگا کر کہا، اے اللہ! اسے حکمت سکھا دے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اسے کتاب سکھا دے۔ (بخاری)

92 - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کے لیے پانی رکھ دیا۔ جب باہر نکلے تو فرمایا، یہ کس نے رکھا ہے؟ آپ کو بتایا گیا تو آپ نے میرے لیے دعا فرمائی، اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما۔ (بخاری، مسلم)

93 - غیب جاننے والے آقا مومنی ﷺ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر لکھا ہوا ہے کہ حمزہ رضی اللہ عنہ سید اللہ اور سید الرسول ہیں۔ (مواعظ الدنیہ، مدارج النبوة)

94 - رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، میرے تمام چچاؤں میں سب سے بہتر حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ سید العبداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (مدارج النبوة)

95 - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَبَشِّرْهُمْ مِنْ قُضٰی نَجَاتٍ (یعنی ان میں سے کوئی شہید ہو چکا ہے) سے مراد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تفسیر ابن عباس، مواہب الدنیہ)

96 - حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول کریم ﷺ کو کبھی ایسے آنسو بہاتے نہ دیکھا جیسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر آپ کے آنسو بہے۔ آپ ان کے جنازے پر اس قدر روئے کہ آپ کو کٹش آگیا۔ آپ نے فرمایا، اے حمزہ! اے رسول اللہ ﷺ کے چچا! اے اللہ کے شیر اور اس کے رسول کے شیر! انکی نیکیاں کرنے والے! اے سختیاں جھیلنے والے! اے حمزہ! اے رسول اللہ ﷺ کے روئے انور کو گھلانے والے!۔ (مواعظ الدنیہ، مدارج النبوة)

97 - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو مسکین لوگوں سے محبت تھی، آپ ان کے پاس بیٹھتے اور ان سے گھل مل کر باتیں کیا کرتے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان کی کنیت ابو المساکین رکھی ہوئی تھی۔ (ترمذی)

98۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں نے جعفر کو دیکھا کہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑ رہے ہیں۔ (ترمذی)

99۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے فرمایا، تم صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہو۔ (ترمذی)

100۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تو فرماتے، ”اسعد پردوں یا دو بازوؤں والے کے بیٹے اتم پر سلام ہو“۔ (بخاری)

101۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سفر سے واپس آتے تو ہم آپ سے ملاقات کرتے۔ ایک بار سفر سے واپسی پر میں اور حسن یا حسین آپ سے ملے تو آپ ﷺ نے ہم میں سے ایک کو سواری پر آگے بٹھایا اور دوسرے کو پیچھے یہاں تک کہ ہم مدینہ میں داخل ہوئے۔ (مسلم)

102۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب بتانے والے آقا مہدی نے فرمایا، ہر نبی کو سات نجیب و رفیق یا رقیب دیے گئے جبکہ مجھے چودہ عطا ہوئے۔ پوچھا گیا، وہ کون ہیں؟ فرمایا، میں، میرے دونوں بیٹے حسن اور حسین، جعفر، حمزہ، ابو بکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، مقداد، حذیفہ اور عبد اللہ بن مسعود۔ (ترمذی)

103۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکارا اور فرمایا، اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت رکھ۔

104۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ انہیں پکار کر اپنی ایک ران پر بٹھا لیتے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو دوسری ران مبارک پر۔ پھر یہ کہتے، اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما کیونکہ میں بھی ان پر مہربانی کرتا ہوں۔ (بخاری)

105۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اس کا سپہ سالار مقرر فرمایا بعض لوگوں نے ان کو امیر بنانے پر نکتہ چینی کی چنانچہ آقا مہدی ﷺ نے فرمایا،

تم اس کی امارت ہی کو ناپسند نہیں کرتے بلکہ تم تو اس کے باپ کی امارت میں بھی اس سے پہلے نکتہ چینی کر چکے ہو۔ حالانکہ خدا کی قسم اوہ امارت کے لائق تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جو مجھے بہت پیارے تھے اور یہ ان بعد والوں میں سے ہے جو مجھے سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

106۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منہ فرماتی ہیں کہ نبی مہدی کی ایک عورت نے چوری کر کے قریش کو پریشانی میں مبتلا کر دیا اور وہ کہنے لگے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے سوانہی کریم ﷺ اس کی سفارش کی جرأت کون کر سکتا ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ کو ان سے محبت ہے۔ (بخاری کتاب المناقب)

107۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ مسجد نبوی کے گوشے میں کپڑے پھیلا رہا ہے۔ تو آپ نے فرمایا، دکھو یہ کون ہے؟ کسی نے کہا، اے ابو عبد الرحمن! کیا آپ اسے نہیں پہچانتے؟ یہ تو محمد بن اسامہ رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا سر جھکا لیا اور دونوں ہاتھوں سے زمین کریدنے لگے پھر فرمایا، اگر رسول کریم ﷺ اسے دیکھتے تو ضرور اس سے محبت کرتے۔ (بخاری)

108۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لیے تین ہزار اونچے سولہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے لیے تین ہزار و بیس مقرر فرمایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد کی خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ آپ نے اسامہ کو کس وجہ سے ترجیح دی جبکہ خدا کی قسم اوہ کسی موقع پر مجھ سے سبقت نہیں لے جاسکے؟ فرمایا،

چونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ کو تمہارے والد سے زیادہ پیارے تھے اور خود اسامہ تمہاری نسبت رسول کریم ﷺ کو زیادہ محبوب تھے پس میں نے رسول اللہ ﷺ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دی ہے۔ (ترمذی)

109۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی کریم ﷺ اسامہ کی ناک صاف کرنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں، یا رسول

اللہ ﷺ! آپ چھوڑیں، میں صاف کر دیتی ہوں۔ ارشاد فرمایا، اے عائشہ! اس سے محبت رکھو کیونکہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ (ترمذی)

110۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آئے تو ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ کو رسول کریم ﷺ کے گھر

کثرت سے آنے جانے اور آپ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے یہ سمجھتے رہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے ہل بیت ہیں۔ (صحیح مسلم)

ہلبلیت اطہار میں سے سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم اور بعض دیگر ہلبلیت کرام کے فضائل و مناقب میں 151 احادیث پیش کرنے کے بعد اب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا ذکر کرتے ہیں۔

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن:

رسول کریم ﷺ کو دنیا سے جو چیزیں محبوب و پسندیدہ تھیں انہی میں سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں۔ حضرت عبداللہ بن ابی اؤلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں ہل جنت کے سوا کسی سے نکاح نہ کروں تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول فرمایا۔ (حاکم، طبرانی)

حضور ﷺ اپنی ازواج مطہرات سے خود بھی حسن سلوک فرماتے تھے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جانا آپ کو محبوب تھا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آقا موملی ﷺ کو اپنی ازواج مطہرات سے فرماتے ہوئے سنا، میرے بعد تم پر دل کھول کر فرج کرنے والا سچا نیکو کار ہوگا۔ (مسند احمد)

اب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی شان میں چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْتُ لَكَ مِنْ الْبَنَاتِ۔ (الاحزاب: ۳۴)

”اے نبی کی بیوی اتم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔“ (کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ بے مثل ہے، اس کا قرآن بے مثل ہے، اس کا رسول ﷺ بے مثل ہے اور اس کے رسول ﷺ کی ازواج بھی بے مثل ہیں۔ اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ ازواج مطہرات عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ ان سے افضل اور بے مثل ہیں۔

صدر الافاضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ”تمہارا مرتبہ سب سے زیادہ ہے اور تمہارا اجر سب سے بڑھ کر ہے، جہاں کی عورتوں میں کوئی تمہاری ہمسر نہیں۔“ (قرن ابن العرفان)

2۔ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهُ اُمَّهَاتُهُمْ۔ (الاحزاب: ۶)

”یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔“ (کنز الایمان از امام احمد رضا رحمہ اللہ)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں رسول کریم ﷺ کے مالک و مختار ہونے کی صفت بیان فرما کر آپ کی ازواج مطہرات کو تمام ایمان والوں کی مائیں قرار دیا ہے، اسی لیے ازواج مطہرات کو امہات المؤمنین یعنی ”مومنوں کی مائیں“ کہا جاتا ہے۔ جس طرح ماں کا درجہ تمام عورتوں سے زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح ازواج مطہرات تمام عورتوں سے اعلیٰ و افضل ہیں اور ان کی تعظیم و تکریم سب مومنوں پر لازم ہے۔

3۔ وَاِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ وَرِسُوْلَهٗ وَالْاٰخِرَةَ فَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنِيْنَ مِنْكُمْ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (الاحزاب: ۲۹)

”اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بیشک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“ (کنز الایمان)

اس آیت میں آقا موملی ﷺ کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی برکت سے ازواج مطہرات کو اجر عظیم کی بشارت دی گئی ہے۔ چونکہ تمام ازواج مطہرات نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر دنیا اور اس کی لذتوں اور آسائشوں کو ٹھکرا دیا اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت کو تمام دنیا پر ترجیح دی اس لیے وہ اس بشارت کی مستحق

ہو گئیں جو اس آیت میں مذکور ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تمام ازواج مطہرات جنتی ہیں۔

4- وَمَنْ يَفْعَلْ مِنْكُمْ خَيْرًا فَلْيَفْعَلْ وَلَا يَعْصِ الْأَمْرَ الْفَاسِقَ (الاحزاب: ۳۱)

”اور جو تم میں سے کوئی شخص کوئی نیک عمل کرے، وہ اسے کرے اور جو تم میں سے کوئی شخص کوئی فاسق امر کرے، وہ اسے نہ کرے۔“

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ)

رسول کریم ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے پر رب تعالیٰ نے ازواج مطہرات کے لیے اجر عظیم کو دو گنا کرنے کی خوشخبری دی اور عزت والا رزق دینے کا اعلان بھی فرما دیا۔ ازواج مطہرات کے لیے دو گنے اجر کی وجہ یہ ہے کہ ان کے عمل کی دو جہتیں ہیں۔ اول: اللہ اور رسول کی اطاعت، دوم: رسول کریم ﷺ کی رضا جوئی۔

(تفسیر خزائن العرفان)

5- إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

”اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والوں کو تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستر کر دے۔“ (الاحزاب: ۳۳، کنز الایمان)

سورۃ الاحزاب کی اس آیت سے سابقہ آیات میں رب کریم ﷺ نے ازواج مطہرات کی فضیلت و عظمت بیان فرما کر انہیں پرہیزگاری کی تلقین فرمائی اور اس آیت میں انکی پاکیزگی کو بیان فرمایا۔ گویا جن مقدس خواتین کے سروں پر زوجیت مصطفیٰ علیہ السلام کا مبارک تاج سجانا تھا، رب تعالیٰ نے انہیں طہارت و پاکیزگی کا پیکر بنا کر کاشانہ نبوت کی زمینت بنا دیا۔ اس آیت کے حوالے سے تفصیلی گفتگو پہلے ہو چکی ہے۔

6- وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنَاجُوا أَرْوَاحَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِمْ (الاحزاب: ۵۳)

”اور تمہیں (حق) نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا پہنچاؤ، اور نہ یہ کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔“ (کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے اس لیے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری وصال کے بعد کوئی ان سے نکاح نہیں کر سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو روضہ اقدس میں حقیقی جسمانی حیات حاصل ہے اس لیے بھی آپ کی ازواج دوسرا نکاح نہیں کر سکتیں۔ حیات انبیاء کرام کے عقیدے پر تفصیلی دلائل فقیر کی کتاب ”مزارات انبیاء اور توسل“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن وحدیث کے مضامین کی امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ نے کیا خوبتر جانی فرمائی ہے،

انبیاء کو بھی اجل آتی ہے مگر ایسی کہ نظر آتی ہے
پھر اسی آن کے بعد انکی حیات مثل سابق و عی جسمانی ہے
اُس کی ازواج کو جائز ہے نکاح اُس کا ترکہ بے جو فانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ اُن کا جسم پُر نور بھی روحانی ہے

7- فَرَجَبِي مِنْ نَشْأَةِ مِنْهُمْ وَتَوَلَّى إِلَيْكَ مَنْ نَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ تَقَرَّ أَعْيُنُهُمْ وَلَا يَحْزَنُوا (الاحزاب: ۵۱)

”آپ کو اختیار ہے کہ (بچھے) ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جبکہ دو جسے چاہو۔ اور جسے تم نے کنارے (یعنی دور) کر دیا تھا اُسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ امر اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں، اور تم انہیں جو کچھ چاہو فرماؤ اس پر وہ سب کی سب راضی رہیں۔“

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ)

رب تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی بیویوں کے ساتھ عدل و مساوات کا حکم دیا ہے لیکن اس آیت کریمہ کے ذریعے اپنے محبوب رسول ﷺ کو اس حکم سے مستثنیٰ فرما دیا۔ اس کے باوجود آقا مولا ﷺ اپنی ازواج مطہرات سے عدل و مساوات کا سلوک فرماتے رہے۔ یہ اختیار عطا فرمانے کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ ازواج مطہرات آقا مولا ﷺ سے راضی رہیں اور یہ سمجھ لیں کہ جب حضور پر کوئی پابندی نہیں رہی تو اب آقا کریم جسے چاہیں جتنا وقت عنایت فرمائیں، انہیں کسی قسم کے اعتراض کا حق نہیں رہا۔

ان کے لیے یہی غنیمت اور رب تعالیٰ کی نعمت ہے کہ انہیں محبوب کبریا ﷺ کی زوجیت میں ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ”اَنْ تَقْرَءُ عَنْهُمْ“ کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ کو ازواج مطہرات کی خوشی ملحوظ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ان عورتوں پر غیرت کھاتی تھی جنہوں نے اپنی جان آقا مولا ﷺ کے لیے بہہ کر دی تھی۔ میں نے عرض کی، کیا عورت اپنی جان بہہ کر سکتی ہے؟ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی تو میں نے بارگاہ نبوی میں عرض کی، میرے آقا! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش کو پورا کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

8- لَا يَجْعَلُ لَكَ الْيَسَاءُ مِنْ مَّ بَعْدَ وَلَا أَنْ تَبْدُلَ بِهِنَّ مِنْ أَوْجَاحِ -

”ان کے بعد اور عورتیں تمہیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض اور بیبیاں بدلو اگرچہ تمہیں ان کا حسن بھائے مگر کنیز تمہارے ہاتھ کا مال، اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔“

(الاحزاب: ۵۲، کنز الایمان)

سورۃ الاحزاب کی آیت ۲۸ اور ۲۹ میں مذکور ہوا کہ ازواج مطہرات کو یہ اجازت دی گئی تھی کہ وہ چاہیں تو فقر و فاقہ اور تنگی کے ساتھ کاشانہ نبوت میں رہیں اور چاہیں تو الگ ہو جائیں تو سب ازواج مطہرات نے دنیاوی آسائشوں کو ٹھکرا کر سرکارِ دو عالم کا قرب پسند کیا۔ ان کے اس ایثار کو پسند فرما کر رب کریم نے اپنے محبوب رسول ﷺ سے فرمایا کہ اب کسی اور کو شرف زوجیت نہ بخشیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کو طلاق دیں۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے یہ ممانعت ختم کرتے ہوئے اس آیت کے حکم کو منسوخ فرمادیا اور نکاح کی اجازت دیدی۔ لیکن پھر بھی سرکارِ دو عالم ﷺ نے کوئی نکاح نہیں کیا تا کہ ازواج مطہرات پر آپ کا یہ احسان رہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

9- وَادْخُلْنَ مَنَازِلَهُنَّ لِيُكْمِلَ اللَّهُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (الاحزاب: ۳۳)

”اور پاؤ کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھنی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت، بیشک اللہ ہر بار کی جانتا خبردار ہے۔“ (کنز الایمان)

اس آیت مقدسہ میں رب تعالیٰ نے ازواج مطہرات پر ایک خاص نعمت کا ذکر فرمایا ہے۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں،

اے نبی کی بیویو! رب تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد رکھو کہ اس نے تمہیں ایسے گھروں میں آباد کیا جہاں اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور حکمت پڑھنی جاتی ہے اور اس انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں اپنے لطف و کرم سے نوازا۔ نیز رب تعالیٰ تمہارے متعلق پوری طرح باخبر ہے کیونکہ اس نے اپنے محبوب رسول ﷺ کی زوجیت کا شرف تمہیں عطا کیا ہے۔ حکمت سے مراد صحت ہے۔ (تفسیر طبری زیر آیت ۱۷)

اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے امہات المؤمنین صلوٰۃ علیہن و آلہن و سلم کو قرآن و سنت کے علوم یاد کرنے کی تلقین بھی فرمائی کیونکہ یہ خلوت گاہ نبوت کی رازدار تھیں۔ حضور کے گھر کے احوال و اطوار کو ان سے بہتر کون بیان کر سکتا تھا۔ ازواج مطہرات نے اس حکم پر ایسا عمل کیا کہ وہ لوگوں کی بہترین راہنما اور معلمات بن گئیں اور بعض نے تو علوم قرآن، روایت حدیث اور فقہ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

خصوصاً ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تلامذہ حدیث کی تعداد دو سو بیان ہوئی ہے جبکہ بکثرت صحابہ کرام آپ سے دینی مسائل میں استفادہ کرتے

تھے۔ صلاب فتاویٰ صحابیات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ امہات المؤمنین میں سے حضرت ام سلمہ، حضرت ام حبیبہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے نام بھی مشہور ہیں۔

10۔ وَادَّ قَالَتْ الْمَلَائِكَةُ بَرِّئْتُمْ إِنَّ اللَّهَ الصَّطَفِيَّ وَطَهَّرَكَ وَالصَّطَفِيَّ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ۔ (آل عمران: ۴۲)

”اور جب فرشتوں نے کہا، اے مریم! بیشک اللہ نے تجھے چن لیا اور خوب سحر کیا اور آج سارے جہان کی عورتوں سے تجھے پسند کیا۔“ (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم علیہا السلام کی فضیلت اور ان کا اس وقت میں سارے جہان کی عورتوں سے افضل ہونا بیان ہوا ہے۔ اس کا سبب کثرت عبادت اور عفت و پاکیزگی کے علاوہ ایک نبی سے نسبت کا ہونا ہے یعنی آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ اسی طرح ازواج مطہرات کو دیگر جہان کی عورتوں پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول ﷺ سے زوجیت کی نسبت رکھتی ہیں۔

اب امہات المؤمنین سلام اللہ علیہن کے مختصر احوال پیش کیے جا رہے ہیں۔

1۔ ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا:

رسول کریم ﷺ نے سب سے پہلا نکاح بچیس سال کی عمر مبارک میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جبکہ ان کی عمر چالیس سال تھی اور وہ قریش کی ایک بڑی خاتون تھیں۔ قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے انہیں نکاح کے پیغام بھیجے لیکن انہوں نے سب ٹھکر لوپے اور نبی کریم ﷺ کے لیے انہوں نے خود نکاح کی خواہش ظاہر کی۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی عورت ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق فرمائی۔ آپ نے اپنا تمام مال حضور کی رضا کے لیے خرچ کیا۔ آقا و مولیٰ ﷺ کی تمام اولاد آپ ہی سے پیدا ہوئی سوائے حضرت امیر ایمم ﷺ کے جو سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے خدیجہ کی محبت عطا کی گئی ہے۔

حضور ﷺ کو آپ سے اس قدر محبت تھی کہ آپ کی حیات مبارکہ میں حضور نے دوسری شادی نہیں فرمائی۔ آپ کا وصال بعثت کے دسویں سال ماہ رمضان میں ہوا۔ آپ کی فضیلت میں یہ بات ہی کافی ہے کہ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ ﷺ! امتن میں سالن اور کھانا لیکر خدیجہ آ رہی ہیں۔ جب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں تو انہیں ان کے رب کا اور میر اسلام کہیے گا اور انہیں جنت میں موتی کے محل کی بشارت دیجیے گا جس میں کوئی شوریہ تکلیف نہیں ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بفرماتی ہیں، مجھے نبی کریم ﷺ کی کسی زوجہ پر اتنا شک نہیں آتا جتنا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہیں ہے لیکن آقا و مولیٰ ﷺ اکثر ان کا ذکر فرماتے رہتے ہیں۔ (بخاری کتاب المناقب)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، اپنے زمانے کی عورتوں میں بہترین مریم بنت عمران علیہا السلام تھیں اور اپنے زمانے کی عورتوں میں بہترین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ (بخاری کتاب المناقب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، تمام جہان کی عورتوں میں سے مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ اور فرعون کی بیوی آسیہ کی فضیلت جانتا کافی ہے۔ رضی اللہ عنہن، جن (ترمذی ابواب المناقب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احمد مختار ﷺ نے فرمایا، اہل جنت کی تمام عورتوں میں سے افضل ترین چار ہیں۔ خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد ﷺ، فرعون کی بیوی آسیہ اور مریم بنت عمران۔ رضی اللہ عنہن، جن (مسند احمد، المستدرک، صحیح ابن حبان)

2- اُم المؤمنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا قبیلہ قریش کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ محبت نبوی کے لوہل میں اسلام لائیں اور اپنے شوہر کے ہمراہ حبشہ ہجرت کی۔ آپ جب حبشہ سے واپس مکہ مکرمہ آئیں تو خواب دیکھا کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور قدم اقدس ان کی گردن پر رکھا ہے۔ آپ نے یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا تو انہوں نے کہا، اگر تم سچ کہتی ہو تو پھر تعبیر یہ ہے کہ میرا انتقال جلد ہوگا اور میرے بعد حضور ﷺ تمہیں چاہیں گے۔ چنانچہ اسی طرح ہوا اور حضور ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وصال کے بعد آپ سے نکاح فرمایا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”میں نے کسی عورت کو حمد سے خالی نہیں دیکھا سوائے حضرت سودہ کے“۔ تفاوت دایہ میں بھی آپ نمایاں مقام رکھتی تھیں۔ جب آپ پر بڑھاپے نے غلبہ کیا تو آپ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ سے کسی چیز کی خواہش نہیں ہے۔ میری تمنا صرف یہ ہے کہ کل قیامت میں میرا حشر آپ کی ازواج مطہرات میں ہو، اس لیے میں اپنی باری کا دن عائشہ کو سونپتی ہوں۔ حضور ﷺ نے آپ کی خواہش منظور فرمائی۔ آپ سے پانچ احادیث مروی ہیں۔

3- اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

آپ کا نام عائشہ اور لقب حمیر اور صدیقہ ہیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ بچپن ہی سے ذہین اور دلیر تھیں۔ آپ فزوہ احد میں مشک اٹھا کر زخمیوں کو پانی پلاتیں۔ فزوہ خندق میں خیمہ سے باہر نکل کر جنگ کا نقشہ دیکھا کرتیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جب نبی کریم ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا تو ۱۱ چھ سال کی تھیں اور انکی رخصتی ہوئی تو وہ نو سال کی تھیں۔ (بخاری کتاب الکاح)

اس پر بعض مستشرقین نے نو سالہ لڑکی کو بیوی بنانے کے حوالے سے اعتراض کیا جس کے جواب میں بعض علماء نے تحقیق کے بعد مذکورہ روایت کو بعض دیگر روایات کے متعارض قرار دیا۔ ان علماء کی تحقیق کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

یوسف بن ماہک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، جب یہ آیت (سورۃ القمر کی آیت ۳۶) حضور ﷺ پر مکہ میں نازل ہوئی تو ان دنوں میں ایک نو عمر لڑکی تھی اور کھیل کرتی تھی۔ (بخاری کتاب الغیر)

مفسرین کرام کے مطابق یہ سورت سال ۵ نبوی میں نازل ہوئی۔ اسی سال سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ جبر بن مطعم کے گھر تشریف لے گئے جن سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پہلے منگنی ہو چکی تھی، تاکہ انکے گھر والوں کو ان سے نکاح چر راضی کیا جائے۔ وہ راضی نہ ہوئے اس پر یہ منگنی ختم ہو گئی۔ (تاریخ طبری ج ۱: ۳۹۳، طبقات ابن سعد ج ۸: ۳۹)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت آٹھ نو سال تو ہوگی اسی لیے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کی شادی کرنے پر آمادہ تھے۔ بخاری کی مذکورہ حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی عمر آٹھ نو سال ہوگی، انسی لجاریہ (میں نو عمر لڑکی تھی) کے الفاظ سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔ بخاری ہی کی ایک روایت اور ملاحظہ کیجیے۔

عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، ”جب میں نے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو دین کی آغوش میں دیکھا۔ کوئی دن ایسا نہ گزرتا جب حضور ﷺ ہمارے گھر صبح و شام تشریف نہ لاتے ہوں۔ جب مسلمان آزمائشوں میں مبتلا ہوئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ حبشہ ہجرت کے ارادے سے نکلے۔“

بچے کس عمر میں ہوش سنبھالتے ہیں؟ کم از کم چار پانچ سال عمر تو لازمی ہے۔ نبوت کے پانچویں سال ہجرت حبشہ نیز نبوت کے تیرھویں سال مدینہ ہجرت کا واقعہ ہوا۔ کوپا ہجرت حبشہ سے بھی کئی سال پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا چار پانچ سال کی تھیں تو احوالہ ہجرت حبشہ کے وقت سال ۵ نبوی میں آپ کی عمر آٹھ

نوسال ہی ہوگی جیسا کہ پہلے مذکور ہوا اور ہجرت مدینہ کے وقت سولہ سترہ سال ہوگی۔

سیرت ابن ہشام میں السابقون الاولون کے عنوان سے پہلے اسلام لانے والوں کی جو فہرست تحریر ہے اس میں بیسویں نمبر پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی موجود ہے۔ یعنی نبوت کے پہلے سال آپ اسلام لائیں اس وقت کم از کم آپ کی عمر چار پانچ سال تو ضرور ہوگی کہ اسلام لانے کے لیے باہوش ہونا ضروری ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نوسال میں رخصتی والی جس روایت کی بناء پر مستشرقین اور اسلام دشمن آقا مولیٰ ﷺ پر اعتراض کرتے ہیں، وہ روایت مذکورہ روایات کے متعارض اور روایت کے بھی خلاف ہے کہ نوسال کی بچیوں کی رخصتی نہیں کی جاتی۔ ان دلائل کی بناء پر ایک خیال یہ ہے کہ ۲ھ میں رخصتی کے وقت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کم و بیش سترہ اٹھارہ سال ہوگی۔

بہر حال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سے قطع نظر یہ ضرور ثابت ہے کہ نکاح سے قبل حضور ﷺ کو آپ خواب میں دکھادی گئی تھیں اور یہ بتا دیا گیا تھا کہ یہ آپ کی زوجہ ہوگی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آقا مولیٰ ﷺ نے فرمایا، تم مسلسل تین راتیں مجھے خواب میں دکھائی گئیں۔ ایک فرشتہ ریشمی کپڑے پر تمہاری تصویر لیکر آیا اور کہا، یہ آپ کی زوجہ ہیں، ان کا چہرہ دیکھئے۔ میں نے وہ کپڑا کھولا تو وہ تم تھیں۔ (متفق علیہ)

رسول کریم ﷺ کی رضا جوئی کے لیے لوگ اس دن تھے بیچے تھے جس دن آپ کی باری ہوتی تھی۔ ازواج مطہرات نے عرض کی، حضور ﷺ لوگوں کو حکم دیں کہ وہ ہدیے پیش کیا کریں خواہ حضور کسی زوجہ کے گھر ہوں۔ آپ نے فرمایا، مجھے عائشہ کے بارے میں ایذا نہ دو۔ بلاشبہ مجھے کسی زوجہ کے بستر میں وحی نہیں آتی سوائے عائشہ کے۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، اے بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ سیدہ نے کہا، ہاں کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا، پھر تم عائشہ سے محبت رکھو۔ (مسلم)

رسول کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ، عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثریا کی فضیلت تمام کھانوں پر۔ (بخاری کتاب الناقب)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ عرض الوصال میں پوچھا کرتے کہ کل میں کہاں ہوں گا؟ کل میں کہاں ہوں گا؟ یعنی مراد یہ تھی کہ حضرت عائشہ کی باری کب آئے گی۔ اس پر ازواج مطہرات نے آپ کو اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں جلوہ افروز رہیں۔ چنانچہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۃ اقدس میں رہے یہاں تک کہ ان کے پاس ہی وصال فرمایا۔ (بخاری)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بارگم ہو گیا تو حضور ﷺ نے اسے حلاش کرنے کے لیے بعض صحابہ کو بھیجا۔ پھر نماز کا وقت آ گیا تو پانی نہ ملنے کی وجہ سے انہوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی۔ جب بارگاہ نبوی میں یہ معاملہ عرض کیا تو رب تعالیٰ نے تحیم کی آیت نازل فرمائی۔ اس پر حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، آپ پر جب بھی کوئی مصیبت نازل ہوئی تو رب تعالیٰ نے آپ کو اس سے نجات دی اور مسلمانوں کے لیے اس میں برکت رکھ دی۔ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبرئیل ہیں جو تمہیں سلام کہتے ہیں۔ میں نے کہا، وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر کہا، میرے آقا! آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔ (بخاری)

آپ کا ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی سات صفات عطا کی ہیں جو کسی اور کو نہیں ملیں۔ (۱) فرشتہ میری تصویر لیکر نازل ہوا۔ (۲) حضور نے مجھ سے سات سال کی عمر میں نکاح کیا، نوسال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی اور آپ کے نکاح میں صرف میں کنواری تھی۔ (۳) میرے بستر میں حضور پر وحی نازل ہوتی تھی۔ (۴)

میں سب سے زیادہ حضور کو محبوب تھی اور میں اس کی بیٹی ہوں جو حضور کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ (۵) میری وجہ سے قرآن میں ان امور میں آیات نازل ہوئیں جن میں امت ہلاک ہو رہی تھی (مثلاً تیغ اور حد قدف کے مسائل)۔ (۶) میرے سوا کسی زوجہ مطہرہ نے جبریل کو زندہ دیکھا۔ (۷) میرے حجرے میں حضور کا وصال ہوا، اس وقت میرے لور فرشتے کے سوا کوئی آپ کے قریب نہ تھا۔ (طبرانی فی الکبیر، تجم الروائد)

آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کی برأت اور طہارت میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں۔ آپ سے دو ہزار دو سو حدیثیں مروی ہیں۔ ۵۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

4۔ اُم المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو انہیں پیام میں آپ بھی اسلام لائیں۔ پہلے حضرت حمیس رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں جو اصحاب بدر میں سے تھے۔

ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان سے نکاح کے لیے کہا، انہوں نے کہا، میں ابھی نکاح نہیں کرنا چاہتا۔ پھر آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نکاح کی پیشکش کی تو وہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سب حالات عرض کیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، حفصہ کی شادی اس سے ہوگی جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کی شادی اس سے ہوگی جو حفصہ سے بہتر ہے۔ چنانچہ چند دن بعد سیدہ حفصہ کو نبی کریم ﷺ نے نکاح کے لیے قبول فرمایا اور اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

اسکے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملے اور فرمایا ہم نے مجھ سے حفصہ کے نکاح کی خواہش ظاہر کی تو میں اس لیے خاموش رہا کہ میں جانتا تھا، حضور ﷺ نے حفصہ سے نکاح کے متعلق فرمایا ہے اور میں ان کی بات قبل از وقت نہیں بتانا چاہتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام نے بارگاہ نبوی میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے متعلق عرض کی، وہ راتوں کو بہت عبادت کرنے والی اور روزے رکھنے والی ہیں اور جنت میں بھی آپ کی زوجہ ہیں۔

علم و فضل کے اعتبار سے بھی آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ آپ سے ساٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ کثیر صحابیہ اور نامی خواتین آپ کے حلقہٴ ملائکہ میں داخل ہیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کا جو نسخہ تیار کر لیا تھا وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ ہی کی تحویل میں رہا۔ ۳۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

5۔ اُم المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنو عامر سے تعلق رکھتی تھیں۔ نہایت عبادت گزار اور بخشنی دل خاتون تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں مساکین پر بے حد شفقت کرنے اور انہیں کھانا کھلانے کے باعث لوگ آپ کو اُم المساکین کہتے تھے۔ آپ کا پہلا نکاح حضور ﷺ کے چھوٹے زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا جو غزوہٴ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ مشہور ہے کہ انہوں نے جنگ سے پہلے یہ دعا مانگی،

”اے خالق و مالک! مجھے ایسا مقابل عطا کر جو نہایت بہادر اور غضبناک ہو، میں تیری راہ میں لڑتا ہوں اور اچاؤں اور وہ میرے ہونٹ، ناک اور کان کاٹ ڈالے پھر جب میں تیرے پاس آؤں تو تو پوچھے، اے عبداللہ! تیرے ہونٹ، ناک، کان کیوں کاٹے گئے تو میں عرض کروں، اے اللہ تیرے اور تیرے رسول کے لیے۔“

ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور انہیں غیب سے شہادت کی بشارت ہوئی۔ وہ اس قدر بے جگری سے لڑے کہ انکی کواڑ ٹوٹ گئی۔ عہدِ معارف رضی اللہ عنہ نے انہیں کھجور کی چھڑی عطا فرمائی جو انکے ہاتھ میں کواڑ بن گئی اور اس سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

اسی سال حضور ﷺ نے سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ آپ بہت کم مدت حضور کی خدمت میں حیات رہیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بعد آپ

دوسری زوجہ مبارکہ ہیں جن کا حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں وصال ہوا۔ امہات المؤمنین میں صرف آپ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ رسول کریم ﷺ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن فرمایا۔ ماہ ربیع الثانی ۳ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

6۔ اُم المؤمنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا:

آپ کا اصل نام ہند اور کنیت اُم سلمہ ہے۔ آپ کا پہلا نکاح حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے ہوا جو حضور ﷺ کے چھوٹے زاد بھائی تھے۔ آپ نے دونوں مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر حبشہ سے مدینہ آئیں۔ آپ پہلی صحابیہ ہیں جنہوں نے مدینہ ہجرت فرمائی۔

آپ نے نبی کریم ﷺ سے سن رکھا تھا کہ جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے وہ یہ دعا مانگے، اَللّٰهُمَّ اجْزِنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا۔ ”اے اللہ! اس مصیبت میں مجھے اجر عطا فرما اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما“۔ اس دعا کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ جو نقصان ہوا، اس سے بہتر نعم البدل عطا فرمائے گا۔

آپ فرماتی ہیں، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد میں اس دعا کو پڑھتی اور اپنے دل میں کہتی، ابوسلمہ سے بہتر مسلمانوں میں کون ہو سکتا ہے۔ لیکن حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں یہ دعا پڑھتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر شوہر یعنی نبی کریم ﷺ عطا فرمائے۔

آقا مولیٰ ﷺ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے حضور ﷺ کے چند موعے مبارک چاندی کی ڈبیا میں محفوظ کیے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام میں سے جب کوئی بیمار ہوتا تو وہ ایک پیالہ پانی لے کر آتے، آپ اس پانی میں حضور ﷺ کے موعے مبارک ڈبو دیتیں۔ ان کی برکت سے مریض کو شفا ہو جاتی۔ (بخاری)

آپ صاحب فتاویٰ صحابیات میں سے ہیں۔ علم و فضل کے اعتبار سے امہات المؤمنین میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ کا درجہ ہے۔ آپ سے تین سو اٹھتر (۳۷۸) احادیث مروی ہیں۔ کثیر صحابیات اور تابعین نے آپ سے استفادہ کیا۔

آپ نے چوراسی سال عمر پائی اور سب امہات المؤمنین کے آخر میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۶۲ھ میں وصال فرمایا۔

7۔ اُم المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا:

آپ نبی کریم ﷺ کی چھوٹے زادہ ہیں۔ آپ کا نام پہلے بڑھ تھا، حضور ﷺ نے تبدیل فرما کر زینب رکھا۔ آپ پہلے اسلام لانے اور ہجرت کرنے والی خواتین میں سے ہیں۔

پہلے آپ حضور ﷺ کے آزاد کردہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ انہوں نے طلاق دیدی تو عدت کے بعد حضور ﷺ نے انہی کے ذریعہ آپ کو پیغام بھیجا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، جب میں زینب کے پاس گیا تو وہ میری آنکھوں میں ایسی بزرگ معلوم ہوئیں کہ میں انکی طرف نظر نہ اٹھا سکا۔ آپ نے کہا، میں اس وقت تک کوئی جواب نہیں دوں گی جب تک اپنے رب سے مشورہ نہ کر لوں۔

پھر آپ مصلے پر گئیں اور دو رکعت پڑھ کر سجدے میں دعا کی، اَللّٰہی! تیرے نبی نے مجھے پیغام بھیجا ہے اگر میں انکے لائق ہوں تو مجھے ان کی زوجیت میں دیدے۔ اسی وقت آپ کی دعا قبول ہوئی اور یہ آیت نازل ہوئی،

”پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دیدی کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لئے پالکوں (منہ بولے بیٹوں) کی بیبیوں میں، جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے۔“ (الاحزاب: ۳۷، کنز الایمان)

اس وحی کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا، کون ہے جو زینب کے پاس جائے اور یہ بشارت دے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے میری زوجیت میں دے دیا ہے۔ حضور ﷺ کی خادمہ سلمیٰ رضی اللہ عنہا دوڑیں اور یہ خوشخبری سنائی۔ اس پر آپ نے اپنے زیورات اتار کر اس خادمہ کو دیدیے اور سجدہ شکر ادا کیا اور نذرمانی کہ دو ماہ کے روزے رکھوں گی۔

آپ دیگر ازواج کے سامنے اس بات پر فخر کیا کرتیں کہ تمہارا نکاح حضور ﷺ سے تمہارے والدین نے کیا ہے اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور اس کے کواہ جبریل ہیں۔ آپ ہی کی وجہ سے جناب کا حکم نازل ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سے مجھ سے پہلے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہیں۔ اس پر ہم اپنے ہاتھ اپنے لگیں۔ (جسمانی طور پر سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ زیادہ لمبے تھے لیکن جب سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وصال پہلے ہوا تو معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد زیادہ صدقہ دینا ہے لہذا) سب سے لمبے ہاتھ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے تھے کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں سے کام کاج کیا کرتیں اور صدقہ و خیرات زیادہ کرتیں۔ (مسلم)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی عورت کو بہت زیادہ نیک اعمال کرنے والی، زیادہ صدقہ و خیرات کرنے والی، صلہ رحمی کرنے والی اور اپنے نفس کو عبادت میں مشغول رکھنے والی نہ دیکھا۔ آپ سے گیارہ احادیث مروی ہیں۔ آپ کا وصال ۵۳ برس کی عمر میں ۲۰ھ میں ہوا۔

8۔ اُمّ المؤمنین سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا:

آپ کا اصل نام بھی رہا تھا جو حضور ﷺ نے تبدیل فرما کر جویریہ رکھا۔ آپ کا پہلا نکاح آپ کے عم زلو سے ہوا تھا۔ آپ کے شوہر اور والد دونوں اسلام کے سخت دشمن تھے۔ آپ کے والد قبیلہ بنو مصطلق کے سردار تھے۔ انہوں نے مدینہ پر حملہ کی تیاری شروع کی تو حضور کو خبر ہو گئی۔ اسلامی فوج مدینہ سے روانہ ہوئی اور شعبان ۵ھ میں مدینہ میں منقرض ہوئی کے بعد فتح ہوئی۔

فتح کے بعد حضور ﷺ ایک جگہ تشریف فرما تھے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آئیں اور عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میں مسلمان ہو کر حاضر ہوئی ہوں۔ میں اس قبیلہ کے سردار حارث کی بیٹی ہوں، اب قیدی کے طور پر ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آ گئی ہوں۔ وہ اس پر راضی ہیں کہ اتنے مال کے عوض مجھے چھوڑ دیں گے لیکن میں اس قدر مال ادا نہیں کر سکتی لہذا آپ میری مدد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، میں وہ رقم ادا کروں گا اور تمہارے ساتھ اس سے بھی بہتر سلوک کروں گا۔ عرض کی، اس سے بہتر کیا ہوگا؟ فرمایا، تمہیں اپنی زوجیت کا شرف بخشوں گا۔ اس پر آپ خوش ہو گئیں۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، حضور ﷺ جب بنو مصطلق جہاد کے لیے تشریف لائے اس سے چند روز قبل میں نے خواب دیکھا کہ مدینہ سے چاند چٹا آ رہا ہے یہاں تک کہ وہ میری آنکھ میں اتر آیا۔ میں نے یہ خواب کسی سے بیان نہ کیا۔ البتہ میں نے اپنے خواب کی خودی یہ تعبیر لی تھی جو پوری ہو گئی۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے حرم نبوی میں داخل ہوتے ہی صحابہ کرام نے باہم کہا، ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ آکا صوفی ﷺ کی زوجہ مطہرہ کے رشتہ داروں کو قید میں رکھیں۔ چنانچہ ان کے قبیلے کے سو سے زائد قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ازواج مطہرات میں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ اپنی قوم کے لیے خیر و برکت والی کوئی اور نہیں دیکھی۔

آپ ہی کا ایک اور ارشاد ہے کہ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بڑی شیریں اور نہایت حسین و جمیل تھیں، جو کوئی ان کو دیکھتا وہ ان کو اپنے دل میں جگہ دینے پر مجبور ہو جاتا۔

آپ بڑی عبادت گزار اور ذاکرہ تھیں۔ آکا صوفی ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو آپ کو اکثر عبادت میں مشغول پاتے۔ آپ سے سات احادیث مروی ہیں۔

آپ کا وصال ۶۵ سال کی عمر میں ۵۶ھ میں ہوا۔

9۔ اُمّ المؤمنین سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا:

آپ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زلو بہن ہیں۔ آپ ابتدا ہی میں اسلام لائیں

اور حبشہ کی جانب ہجرت ثانیہ کی۔ آپ کا پہلا شوہر عبید اللہ بن جحش مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا اور حبشہ میں فوت ہوا۔ لہذا آپ اسلام پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ آپ فرماتی ہیں، ”میں نے ایک خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے ”یا اُمّ المؤمنین“ کہہ رہا ہے۔ میں نے اس سے یہ تعبیر لی کہ رسول کریم ﷺ مجھ سے نکاح فرمائیں گے۔“ چنانچہ حضور ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کے پاس بھیجا کہ وہ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے لیے نکاح کا پیغام دیں اور نکاح کر دیں۔ یہ پیغام ملنے پر آپ بہت خوش ہوئیں لہذا آپ نے خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل بنایا۔ نجاشی نے آپ کے نکاح کا خطبہ پڑھا اور سب شرکاء کو کھانا کھلایا۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ قبول اسلام سے پہلے ایک مرتبہ مدینہ منورہ آئے تو آپ سے ملنے آئے۔ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو آپ نے وہ بستر لپیٹ دیا اور اپنے والد سے کہا، یہ بستر طاہر و مطہر ہے اور تم نجاستِ شرک سے آلودہ ہو اس لیے اس پر نہیں بیٹھ سکتے۔ یہ آپ کی آقا مولیٰ ﷺ سے محبت کی دلیل ہے۔

آپ نے اپنے وصال سے قبل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا، مجھے اُن امور میں معاف کر دو جو ایک شوہر کی عیوب کے درمیان ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا، رب تعالیٰ تمہیں معاف کرے، ہم نے بھی معاف کیا۔ آپ نے کہا، اللہ تعالیٰ تمہیں خوش رکھے، تم نے مجھے خوش کر دیا۔

آپ پاکیزہ ذات، حمیدہ صفات، جواد و خفی اور عالی ہمت خاتون تھیں۔ اسلام کی خاطر طویل سفر کی صعوبت اور تنگی و غربت کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ آپ آقا مولیٰ ﷺ کے ارشادات پر پابندی سے عمل پیرا ہوتیں۔ آپ سے پچیس (۶۵) احادیث مروی ہیں۔ ۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں آپ کا وصال ہوا۔

10۔ اُمّ المؤمنین سیدہ صفیہ بنت حبیبہ رضی اللہ عنہا:

آپ بنی اسرائیل سے بتیلہ بنو قحطیر سے ہیں۔ ان کا شوہر کنانہ غزوہ خیبر میں قتل ہوا اور یہ اسیران جنگ کے ساتھ قبضے میں آئیں۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا، اے صفیہ! تمہارے باپ نے میرے ساتھ ہمیشہ دشمنی و عدوت رکھی یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا۔ انہوں نے عرض کی، اللہ تعالیٰ کسی بندے کے گناہ کے بدلے کسی دوسرے کو نہیں پکڑتا۔ حضور ﷺ نے انہیں اختیار دیا کہ چاہیں تو آزاد ہو کر اپنی قوم سے مل جائیں یا اسلام لاکر حضور ﷺ کے نکاح میں آجائیں۔ انہوں نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میں اسلام کی آرزو رکھتی تھی اور میں نے آپ کی رسالت کی تصدیق آپ کے دعوت دینے سے پہلے کی ہے۔ اب جبکہ میں نے آپ کے دربار گہر بار میں حاضر ہونے کا شرف پایا ہے تو مجھے کفر و اسلام کے درمیان اختیار دیا جا رہا ہے۔ خدا کی قسم! مجھے اپنی آزادی اور اپنی قوم کے ساتھ ملنے سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ محبوب ہے۔

ممکن ہے کہ اس طرح حضور ﷺ کو ان کے حال کا امتحان لینا اور ان کی صداقت جانچنا مقصود ہو۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیا۔ دوسرے دن حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا، جس کے پاس جو چیز ہو وہ لے آئے۔ لوگوں نے کھجور، خیر اور گھی لاکر دسترخوان پر رکھ دیے۔ پھر ان چیزوں سے طہیدہ (حیس) تیار کیا گیا۔ حضور ﷺ کی برکت سے سب لوگ حکم سیر ہو گئے۔ آپ کا ولیمہ حضور اکرم ﷺ کے نزدیک بڑی عزت و شان والا تھا۔ اس نکاح سے قبل سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے بھی خواب دیکھا تھا کہ ان کی کوئی چاند آ رہا ہے۔ حضور ﷺ اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا جب مدینہ منورہ پہنچے تو آپ دونوں کے نکاح اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال کی شہرت سن کر ازواج مطہرات اور مدینے کی خواتین انہیں دیکھنے آئیں۔ جب دیکھ کر جانے لگیں تو نبی کریم ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے آئے اور پوچھا تم نے صفیہ کو کیا پایا؟ جواب دیا، یہودیہ ہے۔ آپ نے فرمایا، یوں نہ کہو، اسلام قبول کر چکی ہیں اور ان کا قبول اسلام اچھا اور بہتر ہے۔

ایک دن حضور ﷺ آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ کو روتے ہوئے پایا۔ رونے کا سبب پوچھا تو عرض کی، عائشہ اور حفصہ کہتی ہیں کہ ہم صفیہ سے بہتر ہیں کیونکہ ہمیں رسول کریم ﷺ کے نسب کی شرافت حاصل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے کیوں نہ کہا کہ تم کیسے بہتر ہو جبکہ میرے باپ ہارون علیہ السلام اور چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

حضور ﷺ کے زمانہ علالت میں سب امہات المؤمنین جمع تھیں۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، خدا کی قسم! میں محبوب رکھتی ہوں کہ آپ کا یہ مرض مجھے ہو جائے۔ اس پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم نے اس بات کو بناوٹ جان کر انکی طرف دیکھا تو حضور ﷺ نے فرمایا، خدا کی قسم! صفیہ سچی ہے یعنی ان کا اظہار عقیدت بناوٹی اور نمائشی نہیں بلکہ وہ سچے دل سے یہی چاہتی ہے۔

آپ سے دس احادیث مروی ہیں۔ ساٹھ سال کی عمر میں سن ۵۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

11۔ اُمّ المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا:

حضرت میمونہ بنت حارث عامریہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہاں نام بڑھتا، حضور ﷺ نے تبدیل فرما کر میمونہ رکھا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ایسے بے مثل داماد رکھتی ہیں جو کسی اور عورت کو میسر نہیں۔ ایک دن رسول کریم ﷺ ہیں دوسرے دن داماد حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ آپ کی بہن اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں۔ آپ کی دوسری بہن لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

ام میمونہ کے پہلے شوہر سے دو بیٹیاں تھیں ایک اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں پھر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں۔ دوسری بیٹی زینب (یا کلثمی) بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کی شہادت کے بعد شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ۷ھ میں بیوہ ہوئیں تو انکے بہنوئی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ میمونہ سے نکاح فرمائیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ سے دو میل کے فاصلے پر مقام سرف میں آپ سے نکاح فرمایا۔ آپ حضور ﷺ کی آخری زوجہ مبارکہ ہیں، آپ کے بعد حضور ﷺ نے کسی سے نکاح نہ فرمایا۔

جب حضور ﷺ کا نکاح کا پیغام سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو پہنچا تو وہ اپنے اونٹ پر سوار تھیں۔ پیغام سن کر آپ نے کہا، ”یہ اونٹ اور جو کچھ اس اونٹ پر ہے سب اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔“ مراد یہ ہے کہ آپ نے خود کو حضور ﷺ کے لیے بہہ کر دیا تھا اور یہ بات حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ہم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والی اور رشتہ داروں کا خیال رکھنے والی تھیں۔ کثرت سے نمازیں پڑھتیں اور لوگوں کو حکمت کے ساتھ دینی مسائل سکھاتیں۔ آپ سے چھتر (۶۷) احادیث مروی ہیں۔

جہاں آپ کا نکاح ہوا تھا وہیں ۵۱ھ میں آپ کا وصال ہوا اور آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔ جب جنازہ اٹھانے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مبارکہ ہیں، جنازہ جھکے کے ساتھ نہ اٹھاؤ اور ہلا کر نہ چلو بلکہ لب سے آہستہ آہستہ چلو۔ (ماخوذ از

مواعظ الدنیہ، مدارج النبوت)

تعداد ازواج کی حقیقت:

نبی کریم ﷺ نے ایسے معاشرے میں پرورش پائی جہاں خواہشات نفسانی کی آزادانہ تسکین کوئی عیب نہ سمجھی جاتی تھی۔ اس کے باوجود آپ پچیس سال کی عمر مبارک تک کسی عورت کی طرف مائل نہ ہوئے۔ آپ اپنے پاکیزہ کردار اور اعلیٰ اخلاق کی بناء پر صادق و امین کے القاب سے پکارے جاتے تھے۔

آپ کو پچیس سال کی عمر میں آپ سے پندرہ سال بڑی عمر کی خاتون نے شادی کا پیغام دیا جو صاحبِ اولاد بیوہ تھیں اور جن کے دو شوہر فوت ہو چکے تھے۔ آپ نے عمر کے اس واضح فرق کے باوجود ان دو بار بیوہ ہونے والی خاتون سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ پچاس سال کی عمر مبارک ہونے تک وہ تنہا آپ کی زوجہ رہیں۔ یعنی آپ نے عین شباب کا عرصہ پچیس سال اس معمر بیوہ خاتون کے ساتھ گزارے اور وہ بھی اس طرح کہ ایک ایک ماہ گھر چھوڑ کر غار میں عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

جس مقدس ہستی نے اپنی جوانی کے پچیس سال ایک معمر بیوہ خاتون کے ساتھ اس طرح گزارے ہوں کہ کسی دشمن کو بھی انکے کردار پر انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملا ہو، اور اپنی اس زوجہ سے ایسی محبت کی ہو کہ اس کے وصال کے بعد بھی اسے فراموش نہ کیا ہو، کیا اس مقدس ہستی کے متعلق کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ ان کی کسی شادی کی وجہ خواہش نفس ہو سکتی ہے؟ کوئی منصف مزاج ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔

ام المومنین سیدہ خدیجہ کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد سیدہ سودہ جو کہ ایک بیوہ خاتون تھیں، آپ نے ان سے نکاح کر کے انہیں تحفظ اور سہارا دیا۔ سن ۲ھ میں سیدہ عائشہ کی رخصتی عمل میں آئی جبکہ اس وقت آپ کی عمر چارون (۴۳) سال ہو چکی تھی۔ اس عمر میں پہلی بار آپ کی دو ازواج جمع ہوئیں۔ اس کے ایک سال بعد سیدہ حفصہ پھر کچھ ماہ بعد سیدہ زینب بنت خزیمہ آپ کی زوجیت میں آئیں۔ سیدہ زینب صرف تین یا آٹھ ماہ آپ کی زوجیت میں رہ کر فوت ہو گئیں۔ رضی اللہ عنہا

۳ھ میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ۵ھ میں سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آپ کی زوجیت میں آئیں جبکہ آپ کی عمر مبارک ستاون (۵۷) سال ہو چکی تھی۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد اتنی بڑی عمر میں آ کر آپ کی چار بیویاں جمع ہوئیں۔ جبکہ آپ اس سے قبل بھی چار نکاح کر سکتے تھے جس وقت امت کو چار ازواج کی اجازت ملی تھی لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا حالانکہ آپ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ جتنے چاہیں، نکاح فرمائیں۔

۶ھ میں سیدہ جویریہ اور ۷ھ میں سیدہ ام حبیبہ، سیدہ صفیہ اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہن آپ کی زوجیت میں آئیں۔ انکے حالات پہلے تحریر ہو چکے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ آپ کی ازواج مطہرات میں سوائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سب بیوہ تھیں۔ نیز آپ کے اکثر نکاح بچپن (۵۵) سال سے اُسٹھ (۵۹) سال کی عمر میں ہوئے ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ کے نبی جو کرتے ہیں وہ حق تعالیٰ ہی کی مرضی سے کرتے ہیں۔ یہ پانچ سالہ عرصہ آپ کے پیغمبرانہ مشن کا اہم ترین دور تھا۔ ایک طرف آپ غزوات میں اسلامی فوج کی قیادت فرما رہے تھے تو دوسری طرف اسلامی قوانین کی تشکیل و تعلیم اور مسلمانوں کی تربیت میں مصروف عمل تھے۔

اسی تعلیم و تبلیغ کی دینی ضرورت کے پیش نظر آکاہولی ﷺ کے لیے تعدد و ازواج ایک ضروری امر تھا۔ چونکہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں رسول کریم ﷺ کی راہنمائی کی ضرورت نہ ہو خصوصاً بیویوں سے تعلقات اور ان میں مدد، اپنی نولاد اور سوتیلی نولاد کی تربیت و پرورش، جنابت و طہارت کے مسائل وغیرہ، اس طرح کے پیشاثر معاملات میں امت کو ازواج مطہرات ہی کے ذریعے راہنمائی ملی ہے۔ ازواج مطہرات کی بعض دینی خدمات کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ دینی تعلیم و تدریس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام رسول کریم ﷺ نے خود بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا، "تم اپنے دو تہائی دین کو عائشہ صدیقہ سے حاصل کرو"۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں کسی کو معافی قرآن، احکام حلال و حرام، اشعار عرب اور علم الانساب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ عالم نہیں دیکھا۔ آپ نے وصال نبوی کے بعد اڑتالیس (۳۸) سال تک دین پھیلایا۔

تعدد و ازواج سے قبائلی عصبیت کا خاتمہ ہوا، معاشرتی استحکام میں مدد ملی، غیر اسلامی رسوم کی جڑ کٹی ہوئی اور سیاسی فوائد حاصل ہوئے، ان نکات کی تفصیل کو ہم نے طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔

خلافت راشدہ قرآن کی روشنی میں:

1۔ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الْأَبْنَاءَ مِنَ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الْأَبَدِيَّ ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ مَّ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ○ (النور: ۵۵)

"اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور انکے لیے جمادے گا ان کا وہ دین جو انکے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور انکے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا، میری عبادت کریں، میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور جو اسکے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔" (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں پانچ باتیں بیان ہوئی ہیں:-

(۱)..... اس آیت کے نزول کے وقت موجود مسلمانوں میں سے کچھ لوگ خلیفہ بنائے جائیں گے۔

(۲)..... یہ لوگ متقی اور عبادت گزار ہوں گے۔

(۳)..... رب تعالیٰ پسندیدہ دین مستحکم بنا دے گا۔

(۴)..... ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

(۵)..... ان متقی بندوں کا خلیفہ ہونا عظیم نعمت ہے اور اس نعمت کی ناشکری کرنے والے فاسق ہیں۔

مفسرین صحابہ کرام میں سے سب سے پہلے جس نے اس آیت کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر منطبق کیا اور اس وعدہ کا دور قاروقی میں پورا ہونا سمجھا، وہ باب

مسیحیہ العلم سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ جب اسلامی لشکر ایران میں کسریٰ کی افواج سے برسرِ پیکار تھا اور اس دوران کسریٰ کے خود اپنی افواج کی قیادت کرنے کی خبر ملی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے لشکرِ اسلام کی قیادت کے لیے بغیر کسی قسم کے متعلق مشورہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہی آیت پیش کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح کا یقین دلایا اور محافظ نہ جانے کا مشورہ دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد شیعہ حضرات کی مشہور کتاب نہج البلاغۃ کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا،

”اس دین کو فتح کثرتِ لشکر سے نہیں ملی اور نہ قلیل تعداد اس کی ناکامی کی وجہ بنی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے جس کو اسی نے غالب کیا اور یہ اسی کا لشکر ہے جس کو اس نے خود تیار کیا ہے اور اس کی مدد فرمائی ہے یہاں تک کہ دین اس قدر پھیل گیا۔ ہم لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے (یہاں اسی آیت کی طرف اشارہ ہے) اور اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا اور اپنے لشکر کو ضرور فتح دے گا۔“

(نہج البلاغۃ ج: ۱، ۲۸۳، مطبوعہ مصر)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشادِ گرامی سے واضح ہو گیا کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لشکر کو اللہ تعالیٰ کا لشکر اور ان کی خلافت کو برحق سمجھتے تھے اسی لیے انہوں نے فرمایا کہ آیت مذکورہ میں کیا گیا وعدہ الہی خلافتِ فاروقی میں پورا ہو گا تمام مفسرین نے اس آیت مبارکہ سے خلفائے راشدین علی کی خلافتِ حقہ مراد لی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خلفائے راشدین مومن و صالح ہیں کیونکہ خلافت کا وعدہ مومن و صالح امتیوں سے تھا۔

حدیثِ پاک سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے خلافتِ صدیقی و فاروقی کی فتوحات کو اپنی فتوحات قرار دیکر ان پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہٗ احزاب میں جب آقا مومنی ﷺ نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو راہ میں ایک سخت چٹان حائل ہو گئی۔ ہم نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی تو محبوبِ کبریا ﷺ نے کدال لیکر اس چٹان پر بسم اللہ کہہ کر ضرب لگائی تو اس کا تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ آپ نے فرمایا، اللہ اکبر! مجھے ملکِ شام کی کھجیاں عطا ہوئیں اور میں یہاں سے شام کے سرخ محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر بسم اللہ کہہ کر آپ نے دوسری بار کدال ماری تو دو تہائی چٹان ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا، اللہ اکبر! مجھے ایران کی کھجیاں عطا ہوئیں اور میں یہاں سے فارس کے سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے بسم اللہ کہہ کر تیسری بار کدال ماری تو باقی چٹان بھی ٹوٹ گئی اور آپ نے فرمایا، اللہ اکبر! مجھے یمن کی کھجیاں عنایت ہوئیں۔ خدا کی قسم! میں یہاں سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

(ازلۃ الخفاء ج: ۱، ۳۶۷، سنائی، احمد)

یہ روایت شیعہ حضرات کے امام کلینی کی کتاب فروع کافی کتاب المروصہ ص ۱۰۲ مطبوعہ لکھنؤ میں بھی موجود ہے اور وہاں یہ الفاظ موجود ہیں، لقد فتحت علی فی ضربتی ہذہ کنوز قیصر و کسری۔ ”میری اس ضرب سے قیصر و کسری کے خزانے میرے لیے فتح کر دیے گئے۔“ یہ فتوحات سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں ہوئیں۔ اگر روافض کے بقول حضراتِ شیخین غاصب و ظالم ہیں (حاذی اللہ تعالیٰ عنہ) تو ان کے دورِ خلافت کی فتوحات کو رسول کریم ﷺ نے اپنی فتوحات کیوں فرمایا؟ اور کیا اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو زمین میں خلافت عطا فرمادی جبکہ اس نے مومن و متقی لوگوں کو زمین میں خلافت دیئے کا وعدہ فرمایا ہے۔ پس اگر کوئی شخص خلفائے راشدین خصوصاً سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کو برحق نہیں مانتا اور ان کے بارے میں بدگویی کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے ارشاداتِ حق کا منکر نہیں بلکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اُس ارشاد کا بھی منکر ہے جو لو پر مذکور ہوا۔

2۔ اَلَّذِیْنَ اٰخَرُ جُؤَا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ یَقُولُوا رَبَّنَا اللّٰهُ وَلَوْ لَا دَفَعَ اللّٰهُ النَّاسَ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ لَّفُتِنَتْ صَوَابِعُ وَبَعٍ وَ مَسْجِدٌ یَذْکُرُ فِیْهَا اِسْمُ اللّٰهِ کَثِیْرًا وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَنْصُرُهُ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنَّاهُمْ فِی الْاَرْضِ وَاقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالنَّمْرِ وَفِی وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُورِ ۝ (الحج: ۴۰، ۴۱)

”وہ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ہادی جاتیں خافا ہیں اور گر جائیں اور کلیسے اور مسجدیں، جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے، اور بے شک اللہ ضرور مدد فرمائے گا اُس کی جو اسکے دین کی

مدد کرے گا بیشک ضرور اللہ قدرت والا غالب ہے۔ وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز پر پارکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے لیے سب کاموں کا انجام۔ (کنز الایمان)

ان آیات میں پیشگوئی کی گئی ہے کہ مہاجرین صحابہ کوزمین میں اقتدار دیا جائے گا اور یہ لوگ اپنے اقتدار میں اقامتِ دین کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ اس قرآنی پیش گوئی کا مصداق خلفائے راشدین ۷ؓ ہوئے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ص ۱۷۱ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، اِنْ مَّكَّنْهُمْ فِي الْاَرْضِ اَمَّا هُمْ فِي حَقِّهِمْ خِلَافَةُ الْاَرْضِ كَيْفَ يَكُونُ خِلَافَةُ شَرْعِي اُس حکمین فی الارض کا نام ہے جو اقامتِ دین کے ساتھ ہو۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ بن لوگوں کو اگر زمین میں حکمین ملے گی تو ضرور وہ حکمین، اقامتِ دین کے ساتھ ہوگی اور خلافتِ راشدہ کا بھی مطلب ہے۔ پس خلفائے راشدین جو کہ مہاجرین اولین میں سے تھے، جن کی نسبت يُفْلَحُونَ اور اَنْعَمَ جُؤا آیا ہے اور جن کے لیے اِذْنِ جِهَادِ قَطْعِ ثُبُوتِ ہے، اُن کو زمین میں حکمین ملنا بھی یقینی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ حضرات خلفائے راشدین تھے کیونکہ خلافتِ راشدہ انہی دو اجزاء (یعنی حکمین فی الارض اور اقامتِ دین) کا نام ہے۔ (ازالۃ الخفاء ج: ۱ ص: ۸۹)

حضرت عثمان ۷ؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔ ہمیں اس لیے ہجرت کرنی پڑی کہ ہم نے کہا، ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اقتدار بخشا تو ہم نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی، نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا۔ پس یہ آیت میرے اور میرے ساتھیوں (سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے بارے میں نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر بغیر اللہ را مشور)

علامہ ابن کثیر، ص ۱۷۱ نے عطیہ عوفی، ص ۱۷۱ کا قول کیا ہے کہ یہ آیت اس آیت کی طرح ہے، وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ..... الخ۔

(تفسیر ابن کثیر)

3- بِاٰیٰهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا مَنْ يُّرْتَدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ يٰۤاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ اٰیٰۤاْتِی عَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٌ عَلٰی الْکٰفِرِیْنَ یُجَادِلُوْنَہُمْ فِی سَبۡلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوۡمَۃً لَاۤیۡمٍ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤْتِیۡہٗ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ○ (المائدہ: ۵۴)

”اے ایمان والو! اتم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عقیب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ اُن کا پیارا (ہوگا)، مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت (ہو گئے)، اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔“ (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ بعض لوگ مرتد ہو جائیں گے اور پھر یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ رب تعالیٰ ان مرتدین کے مقابلے کے لیے ایسے لوگ لائے گا جن میں مندرجہ ذیل صفات ہوگی:-

- (۱) وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو گئے۔
- (۲) اللہ تعالیٰ ان کو محبوب ہوگا۔
- (۳) مسلمانوں پر نرم ہو گئے۔
- (۴) کافروں کے لیے سخت ہو گئے۔
- (۵) رضائے الہی کے لیے اسکی راہ میں لڑیں گے۔
- (۶) کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہ کریں گے۔
- (۷) ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ عہد مختار ﷺ کے آخری زمانے میں عرب کے تین گروہ مرتد ہو گئے تھے۔ ان میں بڑا فتنہ مسلیمہ کذاب کا تھا۔ علاوہ ازیں سرکارِ دو عالم ﷺ کے وصال کی خبر ملتے ہی کئی قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان منکرین زکوٰۃ سے قتال کا فیصلہ کر لیا۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ نے قتال جیسے انتہائی اقدام سے منع کیا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں ان سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریں گے۔ خدا کی قسم! اگر وہ زکوٰۃ میں ایک رسی یا بکری کا بچہ دینے سے بھی انکار کریں گے جو وہ رسول کریم ﷺ کو دیا کرتے تھے، تو میں ان سے قتال کروں گا۔ یہ سن کر سیدنا عمر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ سے متفق ہو گئے۔ یوں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جرأت ایمانی اور حسن تدبیر سے فتنہ ارتد اوپر قابو پا لیا۔

اس پر اہلسنت اور اہل تشیع دونوں کا اتفاق ہے کہ مرتدین کے خلاف سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے جہاد کیا۔ آپ نے مختلف سمتوں میں کئی لشکر روانہ کیے۔ سب سے بڑا معرکہ مسلیمہ کذاب سے ہوا جس میں کذاب اور اسکے ساتھی قتل کیے گئے۔ اس لیے مفسرین کے نزدیک اس آیت کا مصداق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء ہیں۔ لامحالہ مذکورہ آیت میں جو سات صفات بیان ہوئیں، ان کا مصداق بھی آپ اور آپ کے تابعین ہی ہیں۔

ان صفات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہونا نیز جہاد کا اعلان و انتظام کرنا ایسی صفات ہیں جن سے متصف ہونے کے لیے ہر اقدار ہونا ضروری ہے۔ لہذا اس آیت میں اشارہ ہے کہ مرتدوں سے جہاد کرنے والے لوگ ہر اقدار ہوں گے اور ان کا ہر اقدار ہونا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوگا۔ پس سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ و امیر المؤمنین ہونا رب تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے۔

4۔ قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سُنْفُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِيٰ نَاسٍ شِدِيدٍ فَنَقَالُوهُمْ أَذِيَ يَسْلَمُونَ فُلَانٌ فُطِنُوا يَوْمَكَمُ اللَّهُ أَجْرًا خَسَنًا وَإِنْ تَقُولُوا نَحْمَدُ اللَّهَ نَزَّلْنَا إِلَيْنَا ۝ (فتح: ۱۶)

”ان پیچھے رہ گئے ہوئے گنواروں سے فرماؤ! انقریب تم ایک سخت لڑائی والی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے کہ ان سے لڑو یا وہ مسلمان ہو جائیں۔ پھر اگر تم فرمان مانو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا ثواب دے گا اور اگر پھر جاؤ گے جیسے پہلے پھر گئے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا۔“ (کنز الایمان)

اس آیت کے پہلے حصے میں دو باتیں نمایاں ہیں۔ اول: یہ کہ جن کفار سے لڑائی کے لیے بلایا جائے گا وہ ”أُولِيٰ نَاسٍ شِدِيدٍ“ یعنی تمام سابقہ جنگوں کے فریقین سے زیادہ قوت و شوکت والے ہوں گے۔ دوم: یہ بلانا ایسے جہاد کے لیے ہوگا جس کے نتیجے میں یا تو کفار قتل کر دیے جائیں گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

غزوہ موتہ، غزوہ حنین، فتح مکہ، غزوہ تبوک وغیرہ کا تجزیہ کرنے پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اس آیت میں مذکور جنگ کا مصداق نہیں ہو سکتی کیونکہ ان میں مذکورہ بالا دونوں شرائط نہیں پائی جاتیں۔

کفر و اسلام کا وہ عظیم خوریز معرکہ جو اس آیت کا مصداق ہو سکتا ہے وہ جنگ یمامہ ہے جو خلافتِ صدیقی میں مسلیمہ کذاب سے لڑی گئی، جس میں ہزاروں صحابہ کرام شہید ہوئے، ہزاروں کفار قتل ہوئے اور باقیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

بعض مفسرین کے نزدیک اس جنگ جو قوم سے مراد بیل فارس و روم ہیں جن سے خلافتِ فاروقی و خلافتِ عثمانی میں جنگ ہوئی اور مسلمانوں نے فتح پائی۔ یہ ماننے میں بھی مضائقہ نہیں کیونکہ سیدنا عمر و سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما کی خلافت کا حق ہونا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے کی فرار ہے۔

صدرالافاضل، محدث فرماتے ہیں، ”یہ آیت شیخین جلیلین حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی صحبتِ خلافت کی دلیل ہے کہ ان کی اطاعت پر جنت کا اور ان کی مخالفت پر جہنم کا وعدہ دیا گیا۔“ (خزان المعرفان)

آیت مذکورہ کے آخری حصے پر غور کیجیے۔ اس میں بھی دو باتیں واضح ہیں۔

اول:- بدوؤں کو جہاد کی دعوت دینے والے خلفاء کی اطاعت کا حکم دیا اور اس پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا۔

دوم:- ان خلفاء کی نافرمانی پر دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جن خلفاء کی اطاعت کو واجب قرار دیا اور ان کی نافرمانی پر عذاب کی وعید سنائی، ان کی خلافت حق ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کا اولین مصداق خلیفہ بلا فصل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ حضرت نافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، ”اللہ کی قسم! پہلے ہم یہ آیت پڑھتے تھے مگر ہمیں یہ علم نہ تھا کہ وہ جنگجو قوم کون سی ہے جس سے لڑنے کے لیے بلایا جائے گا لیکن جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں بنو حنیفہ کے ساتھ جنگ کے لیے بلایا تو ہم نے جان لیا کہ یہی وہ قوم ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔“

اکثر وہی تفسیر کا یہی قول ہے۔ (تفسیر مظہری)

5- لِيُفْقَرَاوِ الشَّاهِرِينَ الْاَلْيَنَ اٰخَرُ جَوَا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَسْتَغْنُوْنَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَنُصْرًا مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰبِقُونَ

”(مال غنیمت) ان فقیر بھرت کرنے والوں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے، وہی سچے ہیں۔“ (الحشر: ۸، کنز الایمان)

اس آیت کریمہ میں رب کریم نے مہاجرین صحابہ کرام کے صادقین اور سچے ہونے کی خبر دی ہے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مہاجرین صحابہ کرام ہی نے خلیفہ بنایا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول کریم ﷺ کا وصال ہوا تو انصار نے کہا، ایک خلیفہ ہم میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے گروہ انصار! کیا تم نہیں جانتے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کے امام بنیں (اور انہیں نماز پڑھائیں) پس تم میں سے کون اس بات کو کوار کرے گا کہ وہ ابو بکر کا امام بنے۔ انصار نے کہا، ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیشوا بنیں۔ (پھر سب نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی) (مصنف ابن ابی شیبہ سنائی، مستدرک، ازالۃ الشک ج: ۱ ص: ۱۸۵)

اب باتیں ثابت ہوئیں۔

اول: مہاجرین صحابہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور اس آیت کی رو سے مہاجرین صحابہ جموں نے نہیں ہو سکتے۔ لہذا مہاجرین صحابہ کرام کا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق کہنا حق ہے۔ پس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل بھی حق ہے۔

دوم: مذکورہ آیت میں تمام مہاجرین صحابہ کرام کو صادق و سچا فرمایا گیا ہے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مہاجر صحابی ہیں۔ اگر بقول روافض کے وہ خلیفہ برحق نہ ہوں بلکہ غاصب، جابر اور کاذب ہوں تو یہ قرآن کے خلاف ہوگا کیونکہ اس آیت کی رو سے تمام مہاجرین صحابہ بشمول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صادق ہیں۔ آپ کے صادق ہونے کے لیے لازم ہے کہ آپ کی خلافت برحق ہو۔

مزید یہ کہ آپ نے بوقت وصال، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا جس کی مہاجرین و انصار سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے تائید کی۔ پس اس آیت کی رو سے سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا برحق ہونا ثابت ہو گیا۔

خطیب رسالت نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ رسول اللہ ﷺ ہوا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ پھر یہی آیت تلاوت کر کے فرمایا، اللہ تعالیٰ جن کو صادق فرمائے وہ کبھی کاذب نہیں ہو سکتے۔ اور صحابہ کرام نے جنہیں قرآن نے صادق فرمایا ہے، ہمیشہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رسول کہہ کر مخاطب فرمایا ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں، یہ استدلال بہت قوی اور احسن ہے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۲۹)

6- مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلٰی الْكُفَّارِ رَحِمًا بَيْنَهُمْ قَرٰہِمٌ رَّحْمًا سَجَدًا يَّسْتَغْنُوْنَ فَضْلًا مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سَيِّمًا هُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي النَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْطًا فَازْرَوْهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی

سَوْفَ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيُخَيِّطَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ○ (الف: ۲۹)

”محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور انکے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل، تو انہیں دیکھے گا کوع کرتے، بعدے میں گرتے، اللہ کا فضل و رضا چاہتے۔ ان کی علامت انکے چہروں میں ہے بعدوں کے نشان سے، یہ انکی صفت توریت میں ہے اور انکی صفت انجیل میں، جیسے ایک کھیتی، اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دینے ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی، کسانوں کو بھلی لگتی ہے (یعنی بتد میں اسلام کے ماننے والے کم تھے رب کریم نے صحابہ کے ذریعے اسے طاقت دی اور اللہ و رسول ﷺ کو صحابہ کرام پیارے بھلے لگتے ہیں) تاکہ ان سے کافروں کے دل ملیں، اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اور ایچھے کاموں والے ہیں، بخشش اور بڑے ثواب کا۔“ (کنز الایمان)

اس آیت میں دین اسلام کی مثال ایک کھیتی سے دی گئی ہے اور کوئل پھوٹنے سے لیکر درخت کے تنے پر کھڑا ہو جانے تک چار مراحل کا ذکر کیا گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، رحمہ اللہ ان چار مراحل کے متعلق رقمطراز ہیں،

نبی کریم ﷺ نے مکہ میں جب مشرکوں کو اسلام کی دعوت دی تو کويا ”اَخْرَجَ شَطْنَهُ“ (کوئل پھوٹنے) کا مرتبہ ظاہر ہو گیا۔ پھر حضور نے ہجرت فرمائی اور جہاد کیے یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا تو ”فَاُزْزِعَ“ (اسے طاقت دینے) کا درجہ حاصل ہوا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت اشعث بن قیس نے ہجرت فرمائی اور جہاد کے لیے قیصر و کسریٰ سے جہاد کر کے ان کا نشان مٹا دیا اور دین طاقتور ہو کر پھیل گیا، اب ”فَاسْتَغْلَظَ“ (مضبوط ہو جانے) کا درجہ حاصل ہوا۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں دیگر چھوٹی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا پھر اسلام مفتوحہ علاقوں میں پھیل گیا اور محدثین و فقہاء نے دین کی اشاعت کی، اب ”فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سَوْفِهِ“ (تنے پر کھڑے ہو جانے) کا درجہ بھی حاصل ہو گیا۔

اس آیت سے خلفائے راشدین کی عظمت اور تائید اسلام میں ان کا رُخ مقدم ہونا بھی معلوم ہوا، اور یہ بھی کہ ان کے ذریعہ دشمنانِ خدا پر جہاد اور کلمہ طیبہ کی بلندی اس طرح واقع ہوگی کہ بارگاہِ الہی میں مقبول ہوگی اور عہدِ قریف کی مستحق قرار پائے گی اسی لیے ”يُخَيِّطُ الْكُفَّارَ“ فرمایا گیا یعنی اسلام کی کھیتی کا کاشتکار، رب تعالیٰ صحابہ کرام سے خوب راضی ہے۔ (ازلہ المفہام ج ۱: ۱۶۲، ملخصاً)

7- وَإِذْ أَسْرَ السَّبْيُ إِلَىٰ بَعْضِ أَرْوَاحِهِ خَدِينًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضُهُ وَأَعْرِضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَكَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْمَلَكُ الْمَكِينُ ○ (الاحزاب: ۳)

”اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی، پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اسے کچھ بتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی۔ پھر جب نبی نے اسے اس کی خبر دی تو بولی، حضور کو کس نے بتایا؟ فرمایا، مجھے علم والے خبردار نے بتایا۔“ (کنز الایمان)

سید عالم ﷺ اہم المؤمنین حضرت حصہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں روقِ افروز ہوئے۔ وہ حضور ﷺ کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئیں۔ حضور ﷺ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو سفرِ از خدمت کیا۔ یہ سیدہ حصہ رضی اللہ عنہا پر گراں گزرا۔ حضور ﷺ نے ان کی دلجوئی کے لیے فرمایا، میں نے ماریہ کو اپنے لیے حرام کیا اور میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد امور امت کے مالک ابو بکر رضی اللہ عنہ ہونگے۔ آپ نے یہ بات کسی کو بتانے سے منع فرمایا۔ وہ اس سے بچد خوش ہوئیں اور نہایت خوشی میں انہوں نے یہ گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنائی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آپ ﷺ نے تحریم ماریہ کے متعلق جناب دیا اور خلافتِ شیعین کے متعلق ذکر نہ فرمایا۔ یہ آپ کی شانِ کریمی تھی کہ دوسری بات پر گرفت نہ فرمائی۔ (خرائن العرفان)

امام طبرانی، رحمہ اللہ نے معجم الکبیر جلد ۱۲ صفحہ ۷۱ پر اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت کتب شیعہ میں بھی ہے۔ چنانچہ تفسیر قمی اور تفسیر مجمع البیان دونوں میں سورۃ التحریم کی مذکورہ آیات کی تفسیر میں منقول ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت حصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، ”یشک میرے بعد ابو بکر خلیفہ ہونگے اور ان کے بعد تمہارے والد (یعنی عمر) خلیفہ ہونگے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے، ”اللہ کی قسم! ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت اللہ کی کتاب میں مذکور ہے۔“ اور پھر آپ مذکورہ آیت تلاوت کر کے یہی حدیث بیان فرماتے۔ (تفسیر بنووی، تفسیر مظہری، ازالۃ الخفاء ج: ۱: ۱۱۹)

حضور اکرم ﷺ نے حضرت خضہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، ”تیرے والد اور عائشہ کے والد میرے بعد لوگوں کے ولی یعنی میرے جگے مگر تم کسی کو نہ بتانا۔“ اس حدیث کی کئی سندیں ہیں۔ حضرت علی، سعید بن جبیر، میمون بن مہران، حبیب بن ثابت، ضحاک اور مجاہد رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ حضرت میمون بن مہران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ راز کی بات کہی تھی کہ میرے بعد ابو بکر خلیفہ ہونگے۔ (تفسیر مظہری)

خلفائے راشدین، احادیث کی روشنی میں:

صحابہ کرام نے سب لوگوں سے بہتر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سمجھا اس لیے ان کی بیعت کر لی۔ اور صحابہ کرام کا اجماع کبھی بھی خطا و غلطی پر نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”جو کام مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔“ چونکہ تمام صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو احسن اور پسندیدہ سمجھا ہے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی احسن ہے۔

اب چند احادیث ملاحظہ فرمائیں جن میں خلفائے راشدین کی اسی ترتیب کے ساتھ خلافت کے متعلق واضح اشارے موجود ہیں۔

1- حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا، اگر رسول اللہ ﷺ کسی کو خلیفہ بناتے تو کسے بناتے؟ جواب دیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو۔ پھر ان سے پوچھا گیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد کسے خلیفہ بناتے؟ فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ پھر سوال ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کسے خلیفہ بناتے؟ فرمایا، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو۔ (مسلم باب فضائل ابی بکر)

2- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دیتے تھے۔ سب سے افضل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مانتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو۔ (بخاری باب فضائل اصحاب النبی)

مذکورہ ترتیب کے مطابق صحابہ کرام نے ہر بار افضل ترین ہستی کو خلیفہ منتخب کیا۔

3- حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کسی کام کے لیے حاضر ہوئی۔ آپ نے اسے فرمایا، پھر آنا۔ اس نے عرض کی، اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ اسکا مطلب یہ تھا کہ اگر آپ کا وصال ہو جائے تو کس کے پاس آؤں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس آنا۔ (بخاری، مسلم)

آقا و مولیٰ ﷺ نے اس حدیث میں واضح طور پر اشارہ فرمادیا ہے کہ میرے بعد خلیفہ بلا فصل ابو بکر رضی اللہ عنہ ہونگے۔

4- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مرض الوصال میں مجھ سے فرمایا، اپنے والد ابو بکر کو اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہے گا کہ میں خلافت کا زیادہ حق دار ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابو بکر کے سوا کسی اور کو (خلیفہ) نہیں مانیں گے۔ (مسلم باب فضائل ابی بکر)

اس حدیث میں غیب بتانے والے آقا و مولیٰ ﷺ نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ خلافت کے معاملے میں لوگوں کا اختلاف ہو گا مگر تمام مسلمان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر متفق ہو جائیں گے کیونکہ یہی رب تعالیٰ کی مرضی ہے۔ حدیث قرطاس کے حوالے سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھوانا چاہتے تھے جبکہ ہمارے یہ موقف یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت لکھوانا چاہتے تھے اور اس کی دلیل یہی حدیث ہے۔

5- آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، ابو بکر کی کھڑکی کے علاوہ (مسجد کی طرف کھلنے والی) سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ)

6- دوسری روایت میں یہ ہے کہ آئندہ مسجد میں ابو بکر کے دروازے کے سوا کسی کا دروازہ کھلا نہ رکھا جائے۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

حضور ﷺ نے اپنے وصال سے دو تین دن قبل یہ بات ارشاد فرمائی۔ اس بناء پر شارحین فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور دوسروں کی خلافت سے متعلق گفتگو کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ)

7- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، میں سو رہا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو ایک کنوئیں کے پاس دیکھا جس پر ڈول رکھا ہوا تھا میں نے اس ڈول سے پانی نکالا جتنا اللہ نے چاہا۔ پھر اس کنوئیں سے ابن ابی قحافہ (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے دو ڈول نکالے۔ اللہ ان کی مغفرت کرے، ان کے ڈول نکالنے میں کچھ ضعف تھا۔ پھر وہ ڈول بڑا ہو گیا اور پھر عمر بن خطاب نے اس سے پانی نکالا۔ میں نے کسی ماہر شخص کو نہیں دیکھا جو عمر کی طرح پانی نکالتا ہو یہاں تک کہ لوگوں کو سیراب کر دیا۔ (بخاری کتاب المناقب، مسلم کتاب الفضائل)

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت دو سال ہے یعنی کم ہے اس لیے زیادہ لوگ ان سے استفادہ نہیں کر سکیں گے۔ اسے ضعف سے تعبیر کیا گیا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں لوگ زیادہ عرصہ فیضیاب ہوں گے۔

8- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آکاؤں نے فرمایا، میں تمہیں نہیں بتا سکتا کہ میں تم میں کتنے دن اور رہوں گا پس تم ابو بکر اور عمر کی پیروی کرنا جو میرے بعد ہوں گے۔ (ترمذی ابواب المناقب، مشکوٰۃ)

اس حدیث پاک میں بھی یہ غیبی خبر دی گئی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔

9- ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، میرے آقا! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک ترازو آسمان سے اتر رہا ہے جس میں آپ کا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو آپ کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر ابو بکر اور عمر کا وزن کیا گیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہا۔ پھر عمر اور عثمان کا وزن کیا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہا۔

پھر وہ ترازو اٹھا لیا گیا۔ حضور ﷺ اس خواب سے غمگین ہو گئے اور فرمایا، یہ خلافِ نبوت ہے پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا، حکومت عطا فرمائے گا۔

(ترمذی ابواب المناقب، ابوداؤد کتاب السنۃ)

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد بالترتیب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ ترازو اٹھا لینے کا مطلب موازنہ ترک کر دینا ہے یعنی اس کے بعد خلافت کا معاملہ کمزور ہو جائے گا۔

10- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں صحابہ کہا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کے بعد ابو بکر افضل ہیں پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہ۔

(ترمذی، ابوداؤد کتاب السنۃ)

11- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، آج رات خواب میں ایک صالح شخص کو دکھایا گیا کہ کويا ابو بکر کو رسول اللہ ﷺ سے وابستہ کر دیا گیا اور عمر کو ابو بکر کے ساتھ اور عثمان کو عمر کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے۔ جب ہم وہاں سے اٹھے تو ہم نے کہا، صالح و نیک شخص تو خود رسول کریم ﷺ ہیں اور ایک کو دوسرے سے وابستہ کرنے سے مراد اسی دین کی خلافت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے۔ (ابوداؤد ابواب فی الخلفاء)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ یہ حضرات دین و شریعت کے احکام جاری کرنے میں اسی ترتیب کے ساتھ خلیفہ ہوں گے۔

12- حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے سوال کیا، نبی کریم ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ فرمایا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ میں نے پوچھا، پھر کون؟ فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اب پوچھوں گا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے۔ اس لئے میں نے عرض کی، ابا جان پھر آپ؟ فرمایا، میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔

(بخاری کتاب المناقب، ابوداؤد کتاب السنۃ)

13 - حضرت علیؓ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے اپنے عہد خلافت میں منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا، اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ۔ اگر میں تیسرے کا نام لینا چاہوں تو لے سکتا ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ منبر سے اترتے ہوئے فرمایا، پھر عثمانؓ پھر عثمانؓ۔

(المبدیۃ والنبایۃ ج ۸: ۱۳، از لائۃ الخفاء ج ۱: ۶۸)

یہ احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ حضرت علیؓ کے نزدیک بھی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔
14 - حضرت سفیانؓ فرماتے ہیں کہ جو یہ گمان رکھے اور کہے کہ حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے تو اس نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور تمام مہاجرین و انصار صحابہ کرامؓ کو قصور وار ٹھہرایا۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایسا کہنے والے کا کوئی عمل بھی قبول ہوگا۔ (ابوداؤد کتاب السنۃ)

15 - حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی بارگاہ نبویؐ میں عرض گزار ہوا، ”میں نے خواب میں ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا ہے جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا تھا۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ پھیلا کر اس سے کم یا زیادہ لے رہے تھے۔ پھر میں نے ایک رسی آسمان سے زمین تک لٹکی دیکھی۔ یا رسول اللہؐ! میں نے دیکھا کہ آپ اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھ گئے پھر ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رسی پکڑ کر اوپر چڑھ گیا۔ پھر دوسرے شخص کو دیکھا کہ وہ بھی اوپر چڑھ گیا پھر تیسرے شخص نے رسی کو پکڑا تو وہ ٹوٹ گئی مگر پھر چڑھ گئی تو وہ بھی اوپر چڑھ گیا۔“

یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی، میرے آقا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی تعبیر بیان کروں۔ فرمایا، بیان کرو۔

عرض کی، بادل کا ٹکڑا تو اسلام ہے اور جو گھی اور شہد اس سے ٹپک رہا ہے وہ قرآن مجید کی نرمی اور عطاوت ہے۔ اور جو زیادہ اور کم لینے والے ہیں وہ قرآن کریم سے زیادہ اور کم فیض لینے والے ہیں۔ جو رسی آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی تھی وہ وحی حق ہے جس پر آپ ہیں، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کا رتبہ بلند فرمائے گا۔

پھر آپ کے بعد ایک اور شخص اسے پکڑے گا اور وہ بھی اس کے سبب بلند مرتبہ ہو جائے گا۔ پھر دوسرا شخص اسے پکڑے گا اور وہ بھی بلند مرتبہ ہو جائے گا۔ پھر تیسرا شخص اسے پکڑے گا تو وہ دسین حق منقطع ہو جائے گا مگر پھر اس کے لیے جوڑ دیا جائے گا اور وہ بھی اس کے سبب بلند مرتبہ ہو جائے گا۔ یا رسول اللہؐ! فرمائیے کہ میں نے صحیح تعبیر بیان کی یا غلط؟ ارشاد ہوا، کچھ صحیح اور کچھ غریب۔

عرض کی، یا رسول اللہؐ! میں قسم دیتا ہوں کہ آپ ضرور بیان فرمائیں کہ میں نے کیا غلطی کی؟ فرمایا، قسم نہ دو۔ (ابوداؤد کتاب السنۃ)
”اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ جانتے تھے کہ حضورؐ کے بعد خلافت بالترتیب تین آدمیوں کو حاصل ہوگی اور وہ تینوں حضور اکرمؐ کے طریقوں پر ہوں گے اور اسی حال میں دنیا سے گزر جائیں گے۔ باقی رسی یہ بات جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تعبیر کے موافق سب کچھ واقع بھی ہوا تو پھر تعبیر میں غلطی کس طرح ہوئی؟۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں،

”ان خلفاء کا نام نہ لینا باوجود اس کے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ان تینوں خلفاء کے نام جانتے تھے ظاہری طور پر خطا کی طرف نسبت کیا گیا۔ (از لائۃ الخفاء ج ۱: ۲۱۹)

16 - حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آکا دو ملیؓ نے فرمایا، ہر نبی کے لئے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ میرے آسمانی وزیر حضرت جبرائیلؑ اور میکائیلؑ (علیہ السلام) ہیں اور زمین والوں میں سے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ (ترمذی ابواب

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو حکومتی معاملات میں نبی کریم ﷺ کا خاص قرب حاصل تھا۔

17۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک ڈول اٹکایا گیا ہے۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور اس کو کناروں سے پکڑ کر کمزوری کے ساتھ بیا، پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اسے کناروں کی طرف سے پکڑ کر بیا یہاں تک کہ شکم سیر ہو گئے پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور اس کے کناروں سے پکڑ کر سیر ہو کر بیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے اسے کناروں سے پکڑا تو وہ مل گیا اور اس میں سے کچھ پانی ان کے لو پر گر گیا۔ (ابوداؤد کتاب السنۃ)

اس حدیث میں چاروں خلفاء راشدین کی خلافتوں کی طرف اشارہ ہے۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کمزور طریقے سے پینے سے مراد یہ ہے کہ ان کی مدتِ خلافت کم ہونے کی وجہ سے ان کے بعض کام پورے نہ ہو سکیں گے جبکہ حضرت عمرو عثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہ خلافت طویل ہو گا اور اس میں کئی فتوحات ہوں گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ڈول کے لئے سے پانی کے گرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے دورِ خلافت میں فتنے رونما ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

18۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی تو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ نے ایک پتھر رکھا پھر آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس پتھر کے ساتھ پتھر رکھنے کا حکم دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے ساتھ ایک پتھر رکھیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے ساتھ ایک پتھر رکھیں۔ پھر ارشاد فرمایا، یہی لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ (ازلۃ الخفاء ج: ۱، ۱۱۱، حاکم)

19۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں بارگاہ نبوی میں حاضر تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے۔ حضور ﷺ کے سامنے سات کنکریاں پڑی ہوئیں تھیں آپ نے وہ کنکریاں اپنی مبارک ہضمی پر رکھیں تو وہ تسبیح پڑھنے لگیں، میں نے ان کی آواز شہد کی مکھی کی آواز کی مثل سنی۔ پھر آپ نے وہ کنکریاں زمین پر رکھ دیں تو وہ خاموش ہو گئیں۔

پھر آپ نے وہ کنکریاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھ دیں تو وہ پھر تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے ان کی آواز سنی۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں رکھ دیا تو خاموش ہو گئیں۔ پھر حضور ﷺ نے وہ کنکریاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھیں تو وہ پھر تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں رکھ دیا۔ پھر حضور ﷺ نے وہ کنکریاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھ دیں تو وہ پھر تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا، "ہذہ خلافت نبوة" یہ خلافت نبوت کی علامت ہے۔

یعنی جو معاملہ نبی ﷺ کے ساتھ ہوا کہ ان کے ہاتھ میں کنکریاں تسبیح پڑھنے لگیں وہی معاملہ ان تینوں حضرات کے ساتھ ہوا۔ گویا یہ تینوں حضرات نبی کریم ﷺ کے بعد خلیفہ ہوں گے۔ (ازلۃ الخفاء ج: ۱، ۱۱۲، بزار، طبرانی، بیہقی)

20۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے قبیلہ بنی معطلق کے لوگوں نے بارگاہ نبوی میں یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ اگر آپ کا وصال ہو جائے تو ہم زکوٰۃ کس کو دیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، ابو بکر کو۔ میں نے ان لوگوں کو یہ بات بتادی۔

انہوں نے مجھے پھر دریافت کرنے کو کہا کہ اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی انتقال فرما جائیں تو ہم کس کو زکوٰۃ دیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا، عمر کو۔ پھر انہوں نے مجھے پوچھنے کو کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد زکوٰۃ کس کو دیں؟ تو غیب بتانے والے آقا ﷺ نے فرمایا، پھر وہ اپنی زکوٰۃ عثمان کو ادا کریں۔ (ازلۃ الخفاء ج: ۱، ۱۱۳، حاکم)

21, 22۔ اس مضمون کی احادیث حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہیں۔ (ایضاً: ۱۱۵) ان احادیث میں واضح اشارہ موجود ہے کہ حضور ﷺ کے بعد بالترتیب حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔

23۔ حضرت حسن ؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر ؓ نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں بہت سے لوگوں کی گندگی پر سے گزر رہا ہوں۔ آٹا دھوئی ﷺ نے فرمایا، تم لوگوں کے لیے ایک راستہ مقرر کرو گے۔ حضرت ابو بکر ؓ نے عرض کی، میں نے اپنے سینے پر دو نشان بھی دیکھے ہیں۔ فرمایا، وہ دو سال ہیں (جو تمہاری خلافت کی مدت ہوگی)۔

(تاریخ الخلفاء: ۱۲۷، طبقات ابن سعد)

24۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آٹا دھوئی ﷺ سے عرض کی، آپ نے اپنی علامات کے ليام میں حضرت ابو بکر ؓ کو امام بنایا تھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا، نہیں! میں نے نہیں بنایا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے بنایا تھا (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں ليام بنایا تھا)۔
(تاریخ الخلفاء: ۱۲۶، ابن عساکر)

25۔ حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ان سے فرمایا، میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین بار تمہارے بارے میں سوال کیا کہ تم کو امام بناؤں مگر وہاں سے انکار ہوا اور ابو بکر ہی کے لیے امامت کا حکم ہوا۔

(تاریخ الخلفاء: ۱۲۶، دار قطنی، خطیب، ابن عساکر)

26۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر ؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو انہوں نے نماز پڑھائی۔
27۔ ابن زعمہ سے مروی حدیث میں ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایک مرتبہ جب لوگوں کو حکم دیا کہ ابو بکر سے کہو، وہ نماز پڑھائیں۔ اس وقت ابو بکر ؓ موجود نہ تھے۔ چنانچہ حضرت عمر ؓ آگے بڑھے تاکہ نماز پڑھا دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا، نہیں! نہیں! نہیں! اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابو بکر کے سوا کسی اور کو قبول نہیں کریں گے، صرف ابو بکر لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔

(تاریخ الخلفاء: ۱۲۵، الصواعق المخرجة: ۳۷)

28۔ حضرت ابن عمر سے مروی حدیث میں ہے، جب حضرت عمر ؓ نے تکبیر تحریمہ کہی تو چونکہ آپ بلند آواز تھے اس لیے حضور ﷺ نے آواز سن لی اور سر مبارک ناگواری کے ساتھ اٹھا کر فرمایا، ابن ابی قحافہ (ابو بکر) کہاں ہیں؟
اس حدیث کے بارے میں علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ تمام صحابہ سے افضل ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار اور امامت میں سب سے کوئی ہیں۔ (الصواعق المخرجة: ۳۸)

29۔ حضرت علی مرتضیٰ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے وصال فرمانے سے قبل مجھے یہ خبر دیدی کہ آپ ﷺ کے بعد سیدنا ابو بکر ؓ اسلام کے والی ہوں گے پھر سیدنا عمر ؓ پھر سیدنا عثمان ؓ مسلمانوں کے امیر ہوں گے اور پھر میری طرف رجوع کیا جائے گا مگر میری خلافت پر سب لوگوں کا اتفاق نہ ہوگا۔

اس حدیث کی بعض سندیں ریاض المعرہ اور بعض غنیۃ الطالبین میں مذکور ہیں۔ (ازلۃ الغمائم: ۱۱۸)

30۔ حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ غیب جاننے والے آٹا دھوئی ﷺ نے فرمایا، معراج کی شب میں نے عرش پر تیر تحریر دیکھی۔
”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ابو بکر الصديق عمر الفاروق عثمان ذو النورین“۔

31۔ حضرت ابو الدرداء ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، میں نے شب معراج میں عرش پر ایک بزرگ کاموٹی دیکھا جس پر سفید نور سے تحریر تھا،

”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ابو بکر الصديق عمر الفاروق“۔

(ایضاً: ۱۳۳، دار قطنی، خطیب، ابن عساکر)

خلفائے راشدین، سابقہ آسمانی کتب میں:

1- حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام سے قبل ملک شام میں تجارت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے وہاں ایک خواب دیکھا تو بخیرا راہب سے بیان کیا۔ بخیرا نے خواب سن کر پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بتایا، میں مکہ کا رہنے والا ہوں۔ پوچھا، کس خاندان کے ہو؟ فرمایا قریش سے۔ پوچھا، پیشہ کیا ہے؟ فرمایا تجارت۔ بخیرا نے کہا، اللہ نے تمہیں سچا خواب دکھایا ہے۔ ایک نئی تمہاری قوم میں مبعوث ہوں گے۔ ان کی زندگی میں تم ان کے وزیر رہو گے اور ان کے وصال کے بعد ان کے خلیفہ ہو گے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بات کو پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی، اے محمد ﷺ! آپ جو دعویٰ کرتے ہیں اس پر دلیل کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا، وہی خواب جو تم نے شام میں دیکھا تھا۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے معاف کیا اور آپ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور کہا، میں کو اسی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (ازلہ الخفاء ج: ۱، ۲۲۰، ابن عساکر) اس سے معلوم ہوا کہ سابقہ آسمانی کتب میں خلیفہ اول سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی علامات موجود تھیں نیز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے خلیفہ ہونے کا پہلے سے علم تھا

2- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مؤذن اترے ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک پادری اسقف کو بلوایا اور اس سے پوچھا، کیا تمہاری کتاب میں میرا ذکر موجود ہے؟ اس نے کہا، ہاں! میں آپ کو بلزن "پانا ہوں۔

فرمایا، بلزن "کیا؟ عرض کی، بلزن "سے مراد ہے مضبوط، امانت دار اور سخت مزاج۔ فرمایا، میرے بعد جو خلیفہ ہوگا اسے کیسا پاتے ہو؟ عرض کی، میں اسے ایک نیک خلیفہ پانا ہوں، وہ اپنے قربت داروں پر بہت ایثار کریں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین بار فرمایا، اللہ تعالیٰ عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔

پھر پوچھا، ان کے بعد جو خلیفہ ہوگا وہ کیسا ہوگا؟ اس نے عرض کی، لوہے سے لگا ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، آہ کیسی خواری ہوگی۔

اس نے عرض کی، اے امیر المؤمنین! (یہ نہ کہیے) وہ خلیفہ بھی نیک شخص ہوگا لیکن وہ ایسے وقت میں خلیفہ بنایا جائے گا جب تلوار کھنچی ہوئی ہوگی اور خون بہہ رہا ہوگا۔

(ابوداؤد کتاب السنہ)

اس حدیث سے بھی واضح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کا علم تھا اسی لئے آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ نیز یہ کہ خلفائے راشدین کا ذکر سابقہ کتب آسمانی میں بھی موجود تھا۔

اس بارے میں مزید ایک روایت ملاحظہ فرمائیں۔

3- ابن عساکر نے ابو الطیب سے روایت کیا ہے کہ جب شمر عمویہ فتح ہوا تو لوگوں نے اس کے ایک گرجا پر آب زر سے یہ عبارت لکھی دیکھی،

"وہ بہت ہی برے خلف ہیں جو سلف کو برا کہیں اور ایک شخص سلف میں سے ہزار خلف سے بہتر ہے۔"

اے صاحب غار! تم نے قابل فخر بزرگی پائی کہ تمہاری تعریف بادشاہ جبار نے کی جیسا کہ وہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے، "ثانی الثمین ازہانی الغار۔"

اے عمر! تم والی نہ تھے بلکہ رعایا پر والد کی طرح مہربان تھے۔

اے عثمان! تم کو لوگوں نے ظلم کے ساتھ قتل کر دیا اور تم کو مدفون بھی نہ دیکھ سکے۔

اے علی! تم امیر کے پیشوا اور رسول اللہ کے سامنے سے کافروں کو ہٹانے والے ہو۔

پس وہ (ابوبکر) صلاب غار ہیں اور وہ (عمر) نیکوں میں سے ایک ہیں اور وہ (عثمان) ملکوں کے فریادرس ہیں اور وہ (علی) ہمدرد کے پیشوا ہیں۔
جو شخص ان کو برا کہے اس پر جبار کی لعنت۔“

راوی نے اس گر جا کے بوڑھے خادم سے پوچھا، یہ تحریر تمہارے گر جا کے دروازے پر کب سے ہے؟ اس نے کہا، تمہارے نبی کی بعثت کے دو ہزار سال پہلے سے۔

☆☆☆☆

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَلَعَلِّي "مَوْلَاهُ :

نبی کریم ﷺ اندر خیم کے مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر صحابہ کرام سے فرمایا،

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَلَعَلِّي "مَوْلَاهُ۔ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَاَلَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔

"اے اللہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علی بھی مولا ہیں، اے اللہ اس سے محبت فرما جو اس سے محبت کرے اور اس سے دشمنی کر جو علی سے دشمنی رکھے۔" یہ حدیث صحیح ہے اور اسے امام احمد بن حنبل اور امام طبرانی نے تمس صحابہ کرام سے روایت کیا ہے جبکہ صحاح ستہ سے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے اسے روایت کیا ہے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

شیعہ اس حدیث سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہاں مولیٰ کا معنی کوئی بالتصرف ہوتا ہے اور جو کوئی بالتصرف ہو اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے۔ لہذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین اور امام و خلیفہ نامزد فرمایا۔ اس لئے صحابہ کرام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کے سبب ایمان سے پھر گئے (معاذ اللہ) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت حق پر ہم قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں اس لئے یہاں صرف اس حدیث کی رو سے مذکورہ باطل استدلال کے چند جوابات تحریر کرتے ہیں۔

1۔ اہل لغت کے نزدیک مولیٰ کے معنی کوئی لینا درست نہیں ہے کیونکہ لفظ ولی سے ماخوذ ہے اور اس کے مندرجہ ذیل معانی ہیں۔ محبت، دوست، مددگار، حاکم، مالک، عبد، آزاد کرنے والا، آزاد شدہ، قریب، مہمان، شریک، حصہ، رب، منعم، تابع، سرکاری رشتہ دار، بھانجہ۔ (تاج العروس: ج ۱۰، ص ۳۹۸، ص ۳۹۹)

2۔ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ اس حدیث میں مولا بمعنی اولیٰ ہے تو اس پر لازم نہیں آتا کہ یہ کوئی بالامتہ اور اولیٰ بالتصرف کے معنی میں ہو اور اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بلا فصل ہونا مراد ہو بلکہ یہ کوئی بالقرب کے معنی میں ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِآزْوِهِمْ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَهَلَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا۔

"بے شک سب لوگوں سے امراہم کے زیادہ حق دار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے یہ نبی اور ایمان والے۔" (ال عمران)

اس آیت میں بھی لفظ اولیٰ ارشاد ہوا لیکن اس کا مطلب کوئی بالتصرف نہیں بلکہ کوئی بالمحبت یا اولیٰ بالقرب ہے یعنی نبی کریم ﷺ اور ایمان والے حضرت امراہم علیہ السلام کے قریب ہیں یا محبت کے زیادہ حق دار ہیں۔

3۔ حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی ولایت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت دونوں ایک ہی زمانے میں مجتمع ہیں۔ حدیث شریف میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے بعد ولایت کے حق دار ہوں گے۔ اگر ولایت سے مراد خلافت ہو تو ایک ہی وقت میں دو افراد کا حاکم اور اولیٰ بالتصرف ہونا عقلاً منع ہے۔ جبکہ اگر ولایت سے محبت مراد ہو تو دونوں ولایتوں کا ایک ہی وقت جمع ہونا منع نہیں کیونکہ ایک ہی وقت میں دونوں سے محبت کرنا جائز ہے۔

4۔ اگر بالفرض اس سے مراد کوئی بالامتہ ہو تب بھی حدیث کا یہ معنی نہیں ہوگا کہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہیں بلکہ مفہوم یہ ہی ہوگا کہ آپ خلیفہ بنیں گے یعنی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا وقت آئے گا۔ اس وقت وہی اولیٰ بالامتہ اور خلیفہ ہوں گے۔ بلسنت بھی اس کے قائل ہیں۔

5۔ مذکورہ بالا توجیہ کے تحت اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بعد میں خلیفہ بننا مراد ہو تو اس پر اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنہا کیوں کی گئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ محبوب کبریا عالم ماکان و مایکون ﷺ کو رب کریم نے یہ بھی خبریں دے دیں تھیں کہ حضرت علیؓ کن حالات میں خلیفہ نہیں گئے اور کئی لوگ ان کی بد کوئی کریں گے۔ اس لئے آپ نے امت کو تاکید فرمادی کہ وہ علیؓ سے محبت کریں اور جب علیؓ خلیفہ بنیں تو تسلیم کریں اور دل میں بغض نہ رکھیں۔ اس پر دیگر کئی احادیث شاہد ہیں جو کہ پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔

6- حضرت علیؓ نے خلفائے ثلاثہ کے ہاتھوں پر بیعت کی اور کبھی بھی اس حدیث سے اپنی خلافت پر استدلال نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام نے اور حضرت علیؓ نے اس حدیث پاک کو اپنی خلافت پر نص نہیں سمجھا۔

اس بارے میں اہل بیت کرام کے عقیدہ کی وضاحت کے لئے یہ روایت ملاحظہ فرمائیں جسے ابو نعیم نے حضرت حسن ثقی بن حسن علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔ کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا، حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کیا حضرت علیؓ کی خلافت پر نص ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا، اگر آتما و مولیٰ ﷺ اس سے ان کی خلافت کا ارادہ فرماتے تو واضح طور پر ارشاد فرماتے جس سے تمام مسلمان سمجھ جاتے کیونکہ حضور اکرم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ فصیح کلام فرمانے والے تھے۔ یقیناً آپ یوں ارشاد فرماتے، یا ایہا الناس ہلکاً ولیّ امری والقائم علیکم بعدی فاسمعوا لہ واطیعوا۔ ”اے لوگو یہ (علیؓ) میرے تمام امور کے ولی ہوں گے اور میرے بعد تمہارے حاکم ہوں گے تم ان کی بات سننا اور اطاعت کرنا۔“ پھر فرمایا، اگر اللہ اور اس کے رسول نے حضرت علیؓ کو اس کام کے لئے چنا ہوتا تو ان پر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت لازم ہوتی اور ان کا اس کام سے پیچھے رہنا (یعنی خلافت کا طلب نہ کرنا) اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی خلاف ورزی ہوتا، جو کہ بہت بڑا گناہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ حدیث میں ”مولیٰ“ سے مراد خلافت نہیں ہے۔

7- حدیث میں مذکورہ میں لفظ ”مولیٰ“ سے مراد دوست اور محبت ہے۔ جیسا کہ اسی حدیث پاک کے آخری حصہ میں حضور ﷺ کی یہ دعا ہے۔ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَغَادَہُ مَنْ غَادَاہُ یعنی ”اے اللہ! اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے اور اس سے عداوت کر جو اس سے عداوت رکھے۔“ اگر یہاں لفظ مولیٰ سے اولیٰ بالتصرف ہونا مراد ہوتا تو یوں ارشاد ہوتا،

اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ كَانَ فِیْ تَصَرُّفِہٖ وَغَادَہُ مَنْ لَّمْ یُحْکَمْ عَمَلِہٖ۔

”اے الہی تو اس سے محبت کر جو حضرت علیؓ کی ولایت کے تصرف میں ہو اور اس سے عداوت رکھ جو ان کی ولایت کے تصرف میں نہ ہو۔“ چونکہ آپ نے ایسا نہیں فرمایا اس لئے حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ جس طرح حضور ﷺ کی محبت ہر مومن پر لازم ہے اسی طرح حضرت علیؓ کی محبت بھی لازم ہے اور جس طرح آتما و مولیٰ ﷺ کی عداوت حرام ہے اسی طرح سیدنا علیؓ کی عداوت حرام ہے۔ مزید تفصیل کے لئے علامہ مفتی عبدالرزاق بھٹو الہی علیہ السلام کی تفسیر نجوم المرقا تاجلہ دوم ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا علیؓ کی ہارون علیہ السلام سے تشبیہ:

غزوہ تبوک کے موقع پر رسول کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ میں چھوڑتے ہوئے فرمایا، اَمَّا قَرَضَیْسِیْ اَنْ تَكُوْنِ مِیْنٰی بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنٍ مِنْ مُوسٰی غَیْزَ اَنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعْدَیْ۔ ”کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لئے حضرت ہارون تھے البتہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔“

(صحیح مسلم باب فضائل علی ابن ابی طالب)

شیعہ اس حدیث سے حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل پر استدلال کرتے ہیں۔ ان کے بقول رسول کریم ﷺ نے اس حدیث میں حضرت علیؓ کے لئے خلافت کی وصیت فرمادی تھی۔ اس استدلال کے باطل ہونے پر چند دلائل پیش خدمت ہیں۔

1۔ امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں، ”اس حدیث میں سیدنا علیؑ کی ایک فضیلت بیان ہوئی ہے مگر اس میں خلفاء ثلاثہ کے ان سے افضل ہونے کی نفی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں حضرت علیؑ کے خلیفہ ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے انہیں غزوہ تبوک میں جاتے ہوئے خلیفہ بنایا تھا نہ کہ اپنے وصالِ ظاہری کے وقت تمام عالم اسلام کا خلیفہ بنایا تھا۔“

2۔ اس خلافت سے مراد وقتی خلافت ہے اور اس پر حضرت علیؑ کا ارشاد ”یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں“ دلیل ہے کیونکہ اگر اس خلافت سے مراد حضور ﷺ کی مستقل جانشینی ہوتی تو حضرت علیؑ یہ نہ فرماتے کیونکہ اس صورت میں تو آپ کو تمام مردوں، عورتوں اور بچوں کی ولایت و خلافت حاصل ہوتی۔ لہذا آپ کا مذکورہ ارشاد اس کی دلیل ہے کہ آپ خود بھی یہ بات جانتے تھے کہ رسول کریم ﷺ کی غیر موجودگی کے زمانے میں آپ عارضی خلیفہ ہیں۔

3۔ مذکورہ حدیث پاک میں حضرت علیؑ کو حضرت ہارون ﷺ سے تشبیہ دی گئی ہے یہ بھی آپ کے عارضی خلیفہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ ہارون ﷺ حضرت موسیٰ ﷺ کے صرف کوہ طور پر جانے کے زمانے میں خلیفہ تھے۔ جب حضرت موسیٰ ﷺ واپس آگئے تو ان کے خلیفہ ہونے کی ضرورت ختم ہوگئی۔ اسی طرح حضرت علیؑ بھی حضور ﷺ کے غزوہ تبوک پر جانے کے زمانے میں خلیفہ تھے، جب حضور ﷺ واپس آگئے تو حضرت علیؑ کے خلیفہ ہونے کی ضرورت ختم ہوگئی۔

4۔ امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت ہارون ﷺ حضرت موسیٰ ﷺ کے بعد خلیفہ نہیں بنے بلکہ حضرت ہارون ﷺ حضرت موسیٰ ﷺ کے وصال سے 40 سال قبل انتقال فرما گئے تھے۔ ان سے تشبیہ دینے میں حکمت یہ بھی ہے کہ جس طرح حضرت ہارون ﷺ حضرت موسیٰ ﷺ کے بعد ان کے خلیفہ نہیں تھے اسی طرح حضرت علیؑ بھی حضور ﷺ کے بعد ان کے خلیفہ بلا فصل نہیں ہوں گے۔

اگر یہ ثابت کیا جائے کہ یہ سیدنا علیؑ کی خلافت کا بیان ہے تو بھی اس سے ان کی خلافت بلا فصل ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور اس بات کے تو ہم بھی قائل ہیں کہ سیدنا علیؑ کو آٹا دھولی ﷺ کے بعد چوتھے نمبر پر خلافت کا حاصل ہونا برحق ہے۔

حدیث قرطاس:

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کا مرض شدید ہو گیا تو فرمایا، ”لکھنے کا سامان لاؤ تا کہ میں ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو سکو۔“ حضرت عمرؓ نے کہا، نبی کریم ﷺ پر بیماری کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب قرآن کریم موجود ہے جو ہمیں کافی ہے۔ اس پر حاضرین میں اختلاف ہو گیا جب باتیں بڑھیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میرے پاس سے اٹھو میرے پاس تنازعہ مناسب نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ یہ کہتے ہوئے اٹھے کہ ”بیشک مصیبت اور بڑی مصیبت جو نبی کریم ﷺ کو آپ کی تحریر کے درمیان حائل ہوگئی (وہ لوگوں کا اختلاف اور تنازع تھا)۔“ (صحیح بخاری کتاب العلم)

یہ حدیث صحیح بخاری میں اس کے علاوہ سات جگہ وارد ہے اور حدیث قرطاس کے عنوان سے مشہور ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وصال سے چار دن قبل نبی کریم ﷺ نے کچھ لکھنے کے لئے حاضرین سے قلم و دوات منگوا لیا۔ آپ کے مرض کی شدت کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے فرمایا، ”ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔“ اس پر اختلاف ہوا، کچھ کہتے تھے کہ لکھنے کا سامان لاؤ اور کچھ کہتے تھے کہ نہ لاؤ۔ ان کی باہم تکرار کو حضور ﷺ نے پسند نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا، ”میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔“

اس حدیث کی بناء پر روافض اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضور اکرم ﷺ کا حکم نہ مان کر وحی خدا کو رد کر دیا۔ (معاذ اللہ)
اس اعتراض کے جواب میں چند باتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی رحمہ فرماتے ہیں، مسند امام احمد میں ہے کہ یہ خطاب عام لوگوں سے نہ تھا بلکہ خاص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ لکھنے کا سامان لاؤ۔ (عمدة القاری ج ۲، ص ۱۷۱)

ایک روایت دوسری کی تفسیر ہوتی ہے۔ ثابت ہوا کہ ان روایات میں خطاب اگرچہ عام ہے مگر یہاں بھی مخاطب حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں اس لئے رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد کی تعمیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمے تھی نہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے۔

2۔ اگر کوئی بیمار بزرگ کسی مصلحت کے باعث مشقت برداشت کرنے چاہے تو اس کے عزیز و اقارب اور خدام اسے منع کر دیتے ہیں، یہ منع کرنا ادب اور شفقت و محبت ہی کے باعث ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضور اکرم ﷺ کی تکلیف کو دیکھتے ہوئے آپ کے آرام کی خاطر منع کیا جو یقیناً لائق تحسین ہے اس کی دلیل ان کے الفاظ ہیں، ”إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعَيْنُنَا بِحَاثِ اللَّهِ حَسْبُنَا“۔ نبی کریم ﷺ پر بیماری کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے جو ہمارے لئے کافی ہے۔“

3۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی باطنی فراست اور قوت اجتہاد سے سمجھ گئے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد حکم کے طور پر نہیں اور حضور ﷺ اپنی تکلیف کے باوجود محض کمال شفقت و رحمت سے تحریر لکھنا چاہتے ہیں اسلئے آپ نے صحابہ سے فرمایا، حضور ﷺ کو زحمت نہ دو، ان پر بیماری کا غلبہ ہے۔ محبت کی وجہ سے بعض امور سے انکار مستحسن و پسندیدہ ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ مشرکین نے صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح نامے میں تحریر الفاظ ”رسول اللہ ﷺ“ پر اعتراض کیا اور اس کے بجائے محمد بن عبد اللہ لکھنے کا مطالبہ کیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس تحریر سے ”رسول اللہ ﷺ“ کے الفاظ نکال دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، لَا أَضْحُوكَ أَهْلًا۔ ”میں یہ الفاظ کبھی نہیں مٹاؤں گا۔“ یہاں تک کہ وہ الفاظ خود رسول کریم ﷺ نے مٹائے۔

اس حدیث کی بناء پر کوئی یہ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کے حکم کو تسلیم نہیں کیا بلکہ انکار کیا لہذا انہوں نے رسول کا حکم نہ مان کر وحی خدا کو رد کر دیا (معاذ اللہ) تو ایسا شخص کم عقل، گمراہ اور بد مذہب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ جب میں آپ کو دل و جان سے رسول مانتا ہوں تو پھر میں اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ کے الفاظ کیونکر مٹا سکتا ہوں۔ حقیقت یہی ہے کہ جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے کمال محبت کی وجہ سے انکار کیا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی رسول کریم ﷺ سے کمال محبت اور ہمدردی ہی کی بناء پر انکار کیا۔

4۔ اگر مذکورہ ارشاد کو حکم مان لیا جائے تو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے“ اور حضور ﷺ نے دوبارہ لکھنے کا سامان طلب نہیں فرمایا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات مقبول ہوگئی اور اب وہ حکم باقی نہیں رہا، ورنہ یقیناً حضور ﷺ دوبارہ وہی ارشاد فرماتے۔

روافض کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انکار کی وجہ سے دین کا ایک اہم حکم تحریر ہونے سے رہ گیا۔ اس کے جواب میں چند باتیں پیش ہیں:

(1) سرکارِ دو عالم ﷺ جو لکھنا چاہتے تھے ان میں تین باتیں ممکن ہیں:

اول یہ کہ آپ جتنے احکام بیان فرما چکے تھے اس میں اضافہ فرمانا چاہتے تھے۔

دوم یہ کہ سابقہ احکام کو منسوخ کرنا چاہتے تھے۔

سوم یہ کہ سابقہ احکام ہی کا تکرار فرمانا چاہتے تھے۔

چونکہ اس واقعہ سے تین ماہ قبل دین اسلام کی تکمیل کے حوالے سے یہ آیت نازل ہو چکی تھی، الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَ رَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ یعنی ”آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کمال کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔“ (المائدہ: ۳)

اب نیا حکم نازل ہونے سے یا کوئی پہلا حکم منسوخ ہونے سے اس آیت کی تکذیب لازم آتی اس لئے پہلے دونوں احتمال تو ممکن ہی نہیں۔ یقینی بات یہ ہے کہ

آپ سابقہ احکام ہی میں سے کسی کی تائید فرمانا چاہتے تھے۔ اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے حضرت عمرؓ نے ”عَنْفًا بِحَبْثِ اللَّهِ حَسْبُنَا“ عرض کیا۔

(2) صحیح بخاری کتاب الجہاد باب جواز الوفود کی روایت سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب لوگوں میں تکرار ہوئی تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا، ”مجھے چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا تے ہو“ یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اور تم مجھے اپنے اختلافات طے کرنے کی طرف بلا تے ہو تم جاؤ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ پھر آپ نے زبانی تین باتوں کی وصیت فرمائی۔

آپ نے فرمایا، ”مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا، فوڈ کو اسی طرح عطیات دینا جس طرح میں دیتا تھا“۔ تیسری وصیت ربوئی کو بھول گئی۔ محدثین کرام نے بیان کیا ہے کہ تیسری وصیت یہ تھی کہ اسامہ کے لشکر کو لڑائی کے لئے بھیج دینا اور میری قبر کو بجدہ گاہ نہ بنانا۔

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ جو باتیں آپ لکھنا چاہتے تھے وہ آپ نے بیان فرمادیں۔ یہ باتیں آپ پہلے بھی فرما چکے تھے، اب دوبارہ فرمانا تائید کے طور پر تھا۔ اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ لکھنے کا سامان منگوانے کا ارشاد حکم نہ تھا بلکہ مشورے کے طور پر تھا اور نہ آپ فرماتے ضرور لاؤ۔ اگر آپ لکھنا ہی چاہتے تو آپ کو کون روک سکتا تھا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضور ﷺ کی زبان وحی، الہی کی ترجمان ہے اس لئے جب لکھنے کا سامان کاغذ قلم لانے کا ارشاد فرمایا تو اسے موقوف کیوں کیا۔ جواب یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ کا لکھنے کا ارادہ فرمانا اللہ کی جانب سے تھا تو اس ارادے کا تبدیل فرمانا بھی یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے جو لکھنا تھا وہ لکھنے کی بجائے زبانی ارشاد فرمادیا۔

(3)۔ روافض کہتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت علیؓ کی خلافت لکھنا چاہتے تھے جو بعض صحابہ کرام نے لکھنے نہیں دی۔ مگر اس دعوے کی انکے پاس کوئی دلیل نہیں۔ جبکہ ہم اہلسنت کہتے ہیں کہ تاہم کوئی ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت لکھنا چاہتے تھے اور اس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ مشہور حدیث ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض میں مجھ سے فرمایا، ”اپنے ابا جان ابو بکرؓ اور اپنے بھائی کبیرؓ سے پاس بلاؤ تا کہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔ مجھے ڈر ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہنے والا کہے گا کہ وہ میں ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان نہیں مانیں گے مگر ابو بکرؓ۔“ (مسلم)

(4)۔ ان دلائل کے باوجود اگر کوئی یہ کہے کہ رسول کریم ﷺ نے جو لکھنا تھا وہ حضرت عمرؓ کے ڈر سے زبانی بیان نہیں فرمایا (معاذ اللہ) تو یہ شانِ رسالت میں کھلی گستاخی ہے۔ نیز اس طرح لازم آئے گا کہ حضور اکرم ﷺ نے دینی احکام امت تک نہیں پہنچائے۔ پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ مذکورہ آیت قرآنی کے برخلاف دین مکمل نہ ہو سکا اور ناقص رہ گیا (معاذ اللہ)۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ واقعہ جمعرات کا ہے اس کے بعد چار دن حضور ﷺ ظاہری حیات کے ساتھ رہے اور اس دوران یقیناً اہلبیت اطہار کے ساتھ علیحدہ بھی رہے لیکن آپ نے پھر لکھنے کا ارادہ نہیں فرمایا اور نہ ہی زبانی کوئی وصیت فرمائی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو وصیت لکھنا تھی وہ زبانی فرمادی اور آپ کو یہ اطمینان بھی ہو گیا کہ صحابہ کرام قرآن کریم اور آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا رہیں گے اس لیے مزید کچھ لکھ کر دینے کی ضرورت ہی نہ رہی۔

روافض کا ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم ﷺ کے کلام کو ہڈیاں سے تعبیر کر کے شانِ رسالت میں گستاخی کی ہے۔ جواب میں دو باتیں عرض ہیں:

اول یہ کہ حضرت عمرؓ کی طرف ایسا بیان منسوب کرنا بہتان اور جھوٹ ہے۔ جس لفظ پر اعتراض ہے وہ حضرت عمرؓ نے کہا ہی نہیں۔ اس حوالے سے جتنی بھی روایتیں ہیں سب میں پہلے یہی ہے، قَالَ عُمَرُ يَا قَالَ یعنی ”حضرت عمرؓ نے کہا“، اور پھر دوسرے قول سے پہلے ہے، فَأَنفُوا۔ ”لوگوں نے کہا یا بعض نے کہا“۔ اگر یہ قول حضرت عمرؓ کا ہوتا تو ابن عباسؓ اس کو بھی قَالَ عُمَرُ کہہ کر بیان فرماتے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ جس لفظ پر اعتراض ہے وہ ”ہَجَرَ“ ہے اس کے مشہور معنی ہڈیاں کے ہیں یا چھوڑنے کے۔ اگر بالفرض یہ لفظ کسی نے توہین کے لئے بولا تھا تو توہین کا لفظ سننے والے اور سن کر خاموش رہنے والے دونوں کافر ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت علیؓ شہر خدا، حضرت عمر فاروق، حضرت عباس اور دیگر جید صحابہؓ کے سامنے گستاخی اور توہین کی گئی ہو اور یہ حضرات سن کر خاموش رہے ہوں؟ ہرگز نہیں۔ ثابت ہوا کہ یہ لفظ توہین کے لئے نہیں تھا۔

حدیث کے مطابق سیدنا عمرؓ نے فرمایا، نبی کریمؐ شدید بیمار ہیں اس لئے ان کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں، ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے جو ہمیں کافی ہے تو بعض صحابہ آپ کے ہمراہ ہو گئے اور بعض کہنے لگے کہ قلم دولت اور کافذ لایا جائے تاکہ حضورؐ لکھ دیں۔ انہی حضرات نے استفہام انکاری کے طور پر یہ کلام کیا۔

امام نوویؒ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی شرح میں لکھتے ہیں، ”قاضی عیاضؒ مدغماتے ہیں حدیث میں اَنْهَجَزَ زَسُوْلُ اللّٰہِ جو صحیح مسلم وغیرہ میں آیا ہے وہ استفہام کے طور پر ہے۔ یعنی جو لوگ اس کے قائل تھے کہ حضورؐ کے ارشاد پر عمل کر کے لکھتے کا سامان لایا جائے اور حضورؐ لکھوا لیا جائے، وہ استفہام انکاری کے طور پر کہتے ہیں، کیا نبی کریمؐ ہڈیاں میں جلا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ لہذا جب آپ سے ہڈیاں سرزد نہیں ہو سکتا تو ہمیں آپ کے ارشاد پر عمل کر کے لکھوانا چاہئے۔“

اگر ہَجَرَ کے معنی چھوڑنے کے لئے جائیں تو مفہوم یہ ہوگا کہ جب حضورؐ نے کافذ قلم منگوا لیا تو حاضرین نے سمجھ لیا کہ یہ جدائی کی طرف اشارہ ہے وہ بے قرار ہو کر کہنے لگے، ”سرکار سے دریافت کرو، کیا حضورؐ نے ہمیں چھوڑ دیا کہ ایسا ارشاد فرما رہے ہیں۔“ مستقبل قریب میں جس کا ظہور ہونا ہو، اسے ماضی سے تعبیر کرنا عام بات ہے اس لئے ماضی کا صیغہ استعمال ہوا۔ (ترجمہ القاری: ج ۱ ص ۲۷۵)

خلیفہ بلا فصل کون؟

روافض کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے حضرت علیؓ کو اپنا وصی بنایا تھا یعنی یہ وصیت کی تھی کہ میرے بعد یہ خلیفہ ہو گئے۔ اس خود ساختہ بات کی صحابہ کرام اور خود حضرت علیؓ نے بھی رُز و رزید فرمائی۔ عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے کہ سیدنا علیؓ سے دریافت کیا گیا، کیا رسول اللہؐ نے آپ کے لیے کوئی عہد فرمایا ہے جو دوسروں سے نہیں فرمایا ہے؟ فرمایا، نہیں، قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانہ پیدا کیا اور پچھ تخلیق کیا! ہمارے پاس سوائے اللہ کی کتاب اور اس صحیفے کے کچھ نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت حمزہؓ نے پوچھا، اس صحیفہ میں کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، وصیت اور قیدیوں کے چھڑانے کے احکام اور یہ کہ کافر کے عوض مسلمان نہیں قتل کیا جائے گا۔

اہل المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، نبیہا کے پاس لوگوں نے اس بات کا ذکر کیا کہ حضرت علیؓ وصی تھے؟ ام المؤمنین نے فرمایا، حضورؐ نے کب ان کے بارے میں وصیت کی؟ میں حضورؐ کو اپنے سینے سے بہار ادا دیتے ہوئے تھی۔ حضورؐ نے پانی کا طشت طلب فرمایا اور میری کودہی میں وصال فرما گئے۔ پس حضورؐ نے کب ان کے بارے میں وصیت کی۔ (صحیح بخاری کتاب الوصایا)

خلاصہ یہ ہے کہ تا دہواؓ نے حضرت علیؓ کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی۔ اس کی تائید میں ایک اور اہم دلیل ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے، قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا ہے! اگر رسول کریمؐ نے میرے لیے کوئی عہد کیا ہوتا (کہ خلافت مجھے ملے گی) تو خواہ میرے پاس اس چادر کے سوا کچھ نہ ہوتا، میں اس کے لیے ضرور کوشش کرتا اور ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکرؓ) کو منبر پر ایک نیزہ بھی نہ چڑھنے دیتا لیکن رسول کریمؐ نے میرے اور ان کے مقام کو دیکھا اور انہیں کہا، ”لوگوں کو نماز پڑھاؤ“ اور مجھے چھوڑ دیا۔ پس ہم ان سے اپنی دنیا کے لیے اس

طرح راضی ہو گئے جیسے رسول کریم ﷺ اُن سے ہمارے دین کے لیے راضی ہوئے۔ (الصواعق المحرقة: ۹۳)

ہمارے دعوے کی تائید میں صحیح بخاری کی یہ حدیث بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے مرض وصال میں حضور ﷺ کے پاس سے باہر نکلے تو لوگوں نے پوچھا، حضور کیسے ہیں؟ فرمایا، بحمد اللہ! ابھی ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا،

تم تین دن بعد غمروں کے تابع ہو گے۔ بخدا میں دیکھ رہا ہوں کہ رسول کریم ﷺ اس بیماری میں وصال فرمائیں گے۔ بے شک میں خاندان عبدالطلب کے چہرے پہچان لیتا ہوں کہ موت کے وقت کیسے ہوتے ہیں۔ تم ہمیں نبی کریم ﷺ کے پاس لے چلو تا کہ حضور ﷺ سے پوچھیں کہ امر خلافت کس کے پاس ہوگا۔ اگر آپ نے ہمارے متعلق فرمایا تو ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر آپ نے کسی اور کے متعلق فرمایا تو وہ بھی ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ ہم عرض کریں گے کہ آپ ہمارے لئے وصیت فرمادیں۔

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ”خدا کی قسم! اگر ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا سوال کیا اور حضور ﷺ نے منع فرمایا تو لوگ ہمیں کبھی خلافت نہیں دیں گے۔ خدا کی قسم! ہم رسول اللہ ﷺ سے اس کا سوال نہیں کریں گے۔“

(بخاری باب مرض النبی ﷺ، بخاری کتاب الاستیذان باب المعافاة)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ نے کسی کو اپنا جانشین اور خلیفہ نہیں بنایا تھا بلکہ خلیفہ کے انتخاب کا حق اپنے صحابہ کو دیا تھا۔ اس حدیث سے روافض کے باطل دعووں کی نفی بھی ثابت ہو رہی ہے جو کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلا فصل بنا دیا تھا اور آپ کی خلافت کے لیے وصیت فرمادی تھی لیکن (معاذ اللہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انھیں محروم کر دیا۔

اگر حدیث قرطاس سے اور حدیث ”من كنت مولاہ فعلمی مولاہ“ سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ہوتی تو آپ یہ نہ فرماتے، لَسْنَا غَنَاهَا لَا يُغْنِيَانَا النَّاسُ۔ ”اگر حضور ﷺ نے منع فرمایا تو لوگ ہمیں کبھی خلافت کا حق نہیں دیں گے“ بلکہ آپ فرماتے، ”حضور ﷺ نے مجھے کئی مرتبہ اپنا خلیفہ بلا فصل بنا چکے ہیں اس لیے حضور ﷺ سے اس معاملے کی دوبارہ توثیق کرا لیتے ہیں، کوئی مضائقہ نہیں“ لیکن انھوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی کیونکہ وہ آقا مولا ﷺ کے ارشاد استو عالیہ کو زیادہ سمجھنے والے ہیں۔

حق یہ ہے کہ اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ اندیشہ بیان فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں خلافت کا امر دینے سے منع بھی فرما سکتے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ باب مسئلہ العلم یہ جان چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ، رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کے منصب پر فائز دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ سمجھنا اس لیے بھی دشوار نہیں تھا کہ آقا مولا ﷺ نے مرض وصال میں نمازوں کی ناسیت کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقرر فرما کے کوپا انہیں اپنا خلیفہ بنا دیا تھا۔

اگر خلفائے راشدین کے معاملے میں غور کیا جائے تو یہ بات بھی بالکل واضح ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل منتخب ہونے کی صورت میں خلفائے ثلاثہ رسول کریم ﷺ کی خلافت و نیابت کے منصب پر فائز ہی نہ ہو پاتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ہی میں وصال پا جاتے۔

چونکہ رب تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی رضا اس میں تھی کہ وہ تینوں حضرات خلیفہ رسول ﷺ ہونے کی نعمت سے سرفراز ہوں اس لیے رب کریم نے صحابہ کرام کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اسی ترتیب سے خلیفہ کا انتخاب کریں جس ترتیب سے وہ دنیا سے وصال فرمانے والے ہیں تا کہ وہ تینوں حضرات بھی محبوب خدا ﷺ کے خلیفہ و نائب ہونے کا شرف حاصل کر لیں۔

مسئلہ فدک کی حقیقت:

مسلمانوں کو جو اموال والا ملک کفار سے لڑائی کے بعد حاصل ہوتے ہیں انہیں مال غنیمت کہتے ہیں اور جو بغیر لڑائی کے حاصل ہوں انہیں مال فتنے کہتے ہیں۔
مال غنیمت کے احکام سورۃ الانفال کی آیت ۳۱ میں یوں بیان ہوئے ہیں،

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِلَّذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنْتُمْ أَهْنُمْ بِاللَّهِ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا ۚ اور جان لو کہ جو کچھ غنیمت لڑو اس کا پانچواں حصہ خاص اللہ اور رسول اور قربات والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا۔ (کنز الایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مال غنیمت کے پانچ حصے کیے جائیں جس میں سے چار حصے لڑنے والے مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں اور پانچواں حصہ اس آیت میں مذکور مصارف کے لیے وقف کر دیا جائے۔

مال فتنے کے احکام سورۃ البقرہ کی آیت ۲۷۱ میں بیان ہوئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا،

مَّا آتَاكَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرْبَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِلَّذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ

"جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے۔" اس آیت سے معلوم ہوا کہ مال فتنے کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ، اسکے رسول، حضور کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

فدک، مدینہ منورہ سے تین منزل کے فاصلے پر ایک علاقہ تھا جس میں بکجور کے باغات، زرعی زمینیں اور چشمتھے تھے۔ فدک، خیبر اور بنو نضیر کے بعض علاقے اموال فتنے میں سے تھے اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آمدن کو اپنی، پہلی میت کی اور دیگر مسلمانوں کی ضروریات کے لیے وقف فرما دیا تھا جیسا کہ بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث سے ثابت ہے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ جو چیز وقف ہو وہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی، نہ وہ کسی کو ہبہ کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس میں وراثت جاری ہو سکتی ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ فدک کی آمدن کو جن مصارف میں خرچ فرماتے تھے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفائے راشدین نے بھی اس آمدن کو انہی مصارف میں خرچ کیا۔ شیعہ حضرات کا کہنا یہ ہے کہ باغ فدک کی وارث صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہما نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کی وراثت سے محروم کر کے بڑا ظلم کیا (العیاذ باللہ)۔

اولایہ بات ثابت شدہ ہے کہ فدک اموال فتنے میں سے تھا اس لیے اس پر وراثت کا حکم نافذ نہیں ہو سکتا تھا۔

ثانی یہ کہ بالفرض فدک اگر حضور ﷺ کی میراث ہوتا تو پھر وراثت کا حق صرف حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کا نہ ہوتا بلکہ امہات المؤمنین، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر ورثہ بھی حصہ دار ہوتے۔ پس صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وراثت کا حق قرار دینا اور دیگر ورثہ کو محروم کر دینا قرآنی آیات کی صریح خلاف ورزی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کے ذریعہ پیغام بھیجا اور حضور کی میراث کا مطالبہ کیا جو مدینے اور فدک میں بطور نفے اور خیبر کے خنس میں سے حضور ﷺ کو ملتا تھا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ، لَا تُوْزَرُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ ﷺ فِي هَذَا الْمَالِ وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أُغْبِرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَنْ خَائِفَتِهَا أَلَيْسَ كَانَ عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَلَا عَمَلَنَ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، جو مال ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ البتہ آل رسول ﷺ اس مال میں سے کھاتے رہیں گے۔ (پھر فرمایا) خدا کی قسم! میں حضور کے صدقہ (خرچ کرنے کے طریقے) میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا۔ جس طرح وہ عہد نبوت میں خرچ ہوتا تھا اسی طرح اب بھی خرچ ہوگا اور میں ان اموال میں ایسا ہی کروں گا جس طرح رسول کریم ﷺ کیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب الجہاد، صحیح مسلم کتاب الجہاد)

آپ غور فرمائیے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر ؓ سے فدک کا مطالبہ ہوا تو آپ نے حدیث رسول سنائی اور یہ بھی فرمایا کہ اس کی آمدن آل رسول ؓ پر صرف ہوگی اور جس طرح میرے آقا و ولی ؐ اسے خرچ فرماتے تھے، میں اُن کی اتباع میں اسی طرح خرچ کروں گا۔ کیا اس میں کوئی قابل اعتراض بات ہے؟ یقیناً ہرگز نہیں۔

بعض منکرین اندھے تعصب میں یہ افترا کرتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت ابو بکر ؓ نے بلیغ کا حق غصب کرنے کے لیے خود سے گھڑ لی (معاذ اللہ)۔ حق یہ ہے کہ یہ حدیث متعدد اکابر صحابہ کرام سے مروی ہے۔

حضرت مالک بن انس ؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر ؓ کے پاس حضرت عثمان، عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص آئے، پھر حضرت علی اور حضرت عباس بھی آگئے۔ آپ نے پہلے لون لڈ کر صحابہ سے دریافت کیا، ”کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے یہ فرمایا تھا کہ ”ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے“۔ سب نے کہا، ہاں رسول اللہ ؐ نے یہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر ؓ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے مخاطب ہو کر فرمایا، میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا آپ دونوں جانتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے یہ بات فرمائی ہے؟ ان دونوں حضرات نے اقرار کیا، بیشک رسول اللہ ؐ نے یہ فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد، صحیح مسلم کتاب الجہاد)

صحیح بخاری کتاب الفرائض میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد، حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ ؓ سے بھی روایات مذکور ہیں۔ (ترمذی ابواب البیہار) اس طرح اس حدیث کے مندرجہ ذیل راوی ہوئے۔

1- حضرت ابو بکر، 2- حضرت عمر، 3- حضرت عثمان، 4- حضرت علی، 5- حضرت عباس، 6- حضرت عائشہ، 7- حضرت طلحہ، 8- حضرت زبیر، 9- حضرت عبدالرحمن بن عوف، 10- حضرت سعد بن ابی وقاص، 11- حضرت ابو ہریرہ ؓ۔ ان میں سے آٹھ صحابہ کرام عشرہ مبشرہ ہیں۔ اب خاندانِ بلیغ کی ایک اہم کوائی ملاحظہ کیجیے۔ حضرت زبیر بن علی بن حسین بن علی ؓ نے فرمایا، اگر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو میں بھی فدک کے متعلق وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ (مسند اکبری رحمہم اللہ ج ۶: ۳۰۲)

شیعہ حضرات کی مشہور و معتبر کتاب اصول کافی میں امام جعفر صادق ؓ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ حضور ؐ نے فرمایا، ”علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ بیشک انبیاء کسی کو درہم و دینار (یعنی مال) کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں۔“

(اصول کافی صفحہ ۱۸)

کیا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوئیں؟

شیعہ حضرات بخاری کی ایک روایت سے یہ دوسرا انداز کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فدک نہ ملنے پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئی تھیں اور زندگی بھر ان سے قطع تعلق کیے رکھا۔ یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اسوۂ جمیلہ پر عظیم بہتان ہے۔

رسول کریم ؐ نے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرنے کو حرام کیا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دنیاوی مال نہ ملنے کے غم میں چھ ماہ تک حضرت ابو بکر ؓ سے ناراض رہی ہوں، جبکہ حضرت ابو بکر ؓ نے فدک کی آمدن دینے سے قطعاً انکار نہیں کیا بلکہ حدیث رسول ؐ سنا کر یہ فرمایا کہ اس کی آمدن آل رسول ؐ پر خرچ کی جائے گی۔ کوئی مومن یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ حدیث رسول ؐ سن کر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوئی ہوں۔ اب ہم اس روایت کے الفاظ پر غور کرتے ہیں۔ قَوَّحَتْ فَاطِمَةُ عَلٰی اَبِيْ بَكْرٍ فِیْ ذٰلِکَ فَهَجَرَتْہُ فَلَمْ تُکَلِّمْہُ حَتّٰی تُوَفِّیَتْ۔

”حضرت فاطمہؑ اس پر حضرت ابو بکرؓ سے ناراض ہو گئیں اور ان سے اس کے متعلق کلام نہ کیا یہاں تک کہ انتقال کر گئیں۔“

دوسری روایت کے الفاظ ہیں، فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ وَهَجَرَتْ اَبَا بَكْرٍ۔ ”پس ناراض ہوئیں فاطمہؑ اور ابو بکرؓ سے اس معاملے میں بات کرنا چھوڑ دی۔“

یہ بات قابل غور ہے کہ قَوْلُ جَدَّتْ بِاَفْغَضَبَتْ کے الفاظ نہ تو حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا کے ہیں اور نہ ہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بلکہ یہ بعد کے راویوں میں سے کسی کی قیاس آرائی ہے۔ روایت نے ظاہری واقعہ سے جو نتیجہ اخذ کیا وہ اس نے بیان کر دیا۔ روایت کا عادل اور ثقہ ہونا اپنی جگہ لیکن نتیجہ اخذ کرنا غلط نہیں پڑتی ہے۔

حضرت ابو بکرؓ سے حدیث رسولؐ سن کر حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا کا خاموش ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ حدیث رسولؐ سن کر مطمئن ہو گئیں۔ اور ترک کلام کی حقیقت یہ ہے کہ سیدہ فاطمہؑ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکرؓ سے اس مال کے بارے میں پھر گفتگو نہ کی۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو عمر و بن شیبہ سے مروی ہے،

فلم تكلمه في ذلك المال۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے اس مال کے بارے میں پھر کبھی کوئی گفتگو نہ کی۔ (نزہۃ القاری ج ۴ ص ۱۹۰)

ویسے بھی سیدہ فاطمہؑ رضی اللہ عنہا کو کون سے بہت کم میل جول رکھتیں اور نبی کریمؐ کے وصال کے بعد ان کی جدائی کے غم میں تو آپ علیل اور کوشہ نشین ہو گئی تھیں۔ حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا جب بیمار ہوئیں تو حضرت ابو بکرؓ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور انکی رضامندی چاہتے ہوئے فرمایا، میرا تمام مال اور میری تمام اولاد سب اللہ تعالیٰ، اس کے رسولؐ اور اہل بیت کی رضا کے لیے وقف ہے۔ یہ سن کر حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں۔ امام تہذیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۳۱۰)

حضرت ابو بکرؓ کا حضرت سیدہ فاطمہؑ رضی اللہ عنہا کی رضامندی چاہنا بالکل ویسے ہی ہے جیسے کوئی کسی جاں بہ لب مریض سے معافی کا خواستگار ہو کر اس کی رضا مندی اور دلجوئی چاہتا ہے اور مریض اپنے راضی ہونے کا اظہار کرتا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقعی حقیقت میں کوئی ناراضگی تھی۔ فذک کے مسئلہ میں حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابو بکرؓ سے راضی رہنا تو شیعہ حضرات کی کتب سے بھی ثابت ہے۔

شیعہ عالم کمال الدین مہتمم البحرانی لکھتے ہیں، حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ فرمایا، ”میں اللہ کو کوادہ بنا کر عہد کرتا ہوں کہ فذک کے معاملے میں وہی کچھ کروں گا جس طرح رسول کریمؐ کیا کرتے تھے“، یہ سن کر حضرت سیدہ راضی ہو گئیں اور اس بات پر عمل پیرا رہنے کا پختہ وعدہ کر لیا۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ۵ ص ۱۰۷)

ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو خبر نہ دی۔ اس کی وجہ شارحین نے یہ لکھی کہ حضرت ابو بکرؓ کی زوجہ حضرت اسماءؓ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لیے پہلے ہی سے وہاں موجود تھیں بلکہ انہیں غسل و کفن بھی آپ ہی نے دیا۔ اس لیے حضرت علیؓ نے اطلاع نہیں دی کہ حضرت اسماءؓ رضی اللہ عنہا نے اطلاع کر دی ہوگی۔ بلکہ بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ہی حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

طبقات ابن سعد میں امام حمصی اور امام ابو اہیم نخعیؒ سے دور روایتیں موجود ہیں کہ حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا رسول اللہؐ کی نماز جنازہ حضرت ابو بکرؓ نے پڑھائی۔ الحمد للہ! ان دلائل سے ثابت ہو گیا کہ حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان کسی قسم کی ناراضگی نہیں تھی اور وہ حَمَاءُ بَيْنَهُمْ کے مظہر تھے۔ اب آخر میں ایک دلچسپ واقعہ پیش خدمت ہے جسے امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں تحریر کیا ہے۔

جب بنو عباس کا پہلا خلیفہ سفاح پہلا خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہوا تو ایک شخص قرآن پاک گلے میں لٹکائے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا، اے خلیفہ! میرے اور میرے دشمن کے درمیان اس قرآن کے مطابق فیصلہ کر۔ خلیفہ نے پوچھا، تیرا دشمن کون ہے؟ وہ بولا، میرا دشمن ابو بکرؓ ہے جس نے اہل بیت کو فذک نہیں دیا۔ خلیفہ نے پوچھا، کیا ابو بکرؓ نے تجھے پر ظلم کیا؟ اس نے کہا، ہاں۔ پھر پوچھا، کیا اسکے بعد والوں نے بھی ظلم کیا؟ اس نے کہا، ہاں۔ خلیفہ نے پوچھا، کیا عثمان نے

بھی؟ کہا، ہاں۔ پوچھا، کیا علیؑ نے بھی ظلم کیا؟ اب اس پر سکتہ طاری ہو گیا اور وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔

حق یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے فدک کی آمدن کو صرف کیا، حضرت علیؓ شہر خدائے علیؑ نے بھی اپنے دور خلافت میں انہی کی پیروی

کی اور ازراہ وراثت کسی کو اس میں سے کچھ نہ دیا۔ اگر فدک وراثت ہوتا تو حضرت علیؓ پر اس کی تقسیم فرض تھی لیکن سیدنا علیؓ اور بعد کے ائمہ اہلبیت نے سیدنا ابو بکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ کے طریقے کی پیروی کر کے یہ ثابت کر دیا کہ حدیث ”لا نورث ما ترکنا صدقۃ“ حق ہے۔

سیدنا علیؓ کب بیعت ہوئے؟

امام بخاری اور امام مسلم نے ابن شہاب زہری کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے چھ ماہ تک حضرت ابو بکرؓ سے بیعت نہیں کی۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کر لی۔

اسی روایت میں مذکور ہے کہ ”حضرت علیؓ نے کلمہ شہادت پڑھ کر فرمایا، اے ابو بکر! ہم آپ کی فضیلت کو پہچانتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے (یعنی خلافت و مرتبہ) اسے بھی جانتے ہیں اور اسے آپ سے چھیننا نہیں چاہتے لیکن آپ نے خود ہی یہ (حکومت) حاصل کر لی (یعنی ہمیں مشورہ میں شریک نہیں کیا) حالانکہ رسول اللہ ﷺ سے قربت کی بنا پر ہم بھی اس (مشورے) میں اپنا حق سمجھتے تھے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔“

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! رسول اللہ ﷺ کے قربت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا مجھے اپنے قربت داروں سے زیادہ محبوب ہے اور جن اموال کی وجہ سے میرے اور تمہارے درمیان اختلاف ہوا ہے، میں نے ان میں سے کسی حق کو ترک نہیں کیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو جو جو کام کرتے ہوئے دیکھا میں نے انہیں ترک نہیں کیا ہے۔

حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا، میں دوپہر کے بعد بیعت کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ ظہر کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے منبر پر کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت علیؓ کا بیعت میں تاخیر کرنے کا عذر بیان کیا۔

پھر حضرت علیؓ نے کلمہ شہادت پڑھ کر حضرت ابو بکرؓ کے حق کی عظمت بیان کی اور یہ بتایا کہ انکی تاخیر کا سبب یہ نہیں کہ وہ حضرت ابو بکرؓ کے خلاف خلافت میں رغبت رکھتے تھے اور نہ وہ حضرت ابو بکرؓ کی اس فضیلت کا انکار کرتے تھے جو رب تعالیٰ نے انہیں دی ہے بلکہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس حکومت (کے مشورے) میں ہمارا بھی کچھ حق ہے جس سے انہوں نے ہمیں محروم کر دیا (یعنی ہمارے مشورے کے بغیر خلیفہ کا انتخاب کر لیا) اس سے ہمیں دکھ پہنچا۔

اس بیان سے مسلمان خوش ہو گئے اور سب نے کہا، آپ نے درست فرمایا۔ حضرت علیؓ نے جب اس معروف کام کو اختیار کر لیا تو مسلمان پھر ان کی طرف مائل ہو گئے۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد، صحیح مسلم کتاب الجہاد)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے متعلق اپنی تحقیق یوں بیان کی ہے، ”زہری کی یہ روایت منقطع ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال تک حضرت علیؓ نے بیعت نہیں کی تھی۔ اور حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت صحیح ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی عام بیعت کے وقت ہی حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کر لی تھی۔“

مذکورہ روایت سے شاید زہری کی مراد یہ ہو کہ حضرت علیؓ بیعت کرنے کے بعد چھ ماہ تک گھر میں (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری میں) معروف رہے اور اس کے بعد دوبارہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور بیعت کے تقاضے پورے کیے۔“

امام بنکھتی رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی جس روایت کا ذکر کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے، آپ نے فرمایا،

جب رسول کریم ﷺ کا وصال ہوا تو انصار میں سے ایک شخص نے کہا، اے مہاجرین! جب رسول اللہ ﷺ تم میں سے کسی شخص کو کہیں کا عامل بناتے تو ہم میں سے بھی ایک شخص کو اس کے ساتھ عامل بناتے۔ اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ خلافت کے لیے بھی دو شخص مقرر کیے جائیں، ایک تم میں سے ہو اور ایک ہم میں سے۔ پھر دوسرے انصاری مقررین نے بھی اسی طرح کی تقاریر کیں۔ ان کے بعد حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا،

رسول اللہ ﷺ مہاجرین میں سے تھے لہذا ان کا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہیے اور جس طرح ہم رسول کریم ﷺ کے انصار تھے اس طرح ہم ان کے خلیفہ کے بھی انصار و مددگار رہیں گے۔ یہ کہہ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا، یہ تمہارے صاحب اور امیر ہیں، ان سے بیعت کر لو۔ پھر سب نے بیعت کر لی۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ گئے اور لوگوں پر نظر ڈالی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نظر نہیں آئے۔ آپ نے ان کے متعلق دریافت کیا۔ بعض انصاری انہیں بلا کر لائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد اور داماد! کیا آپ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! مجھے ملامت نہ کریں۔ پھر انہوں نے بیعت کر لی۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجمع میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نہ پایا تو لوگ انہیں بھی بلا کر لائے۔ آپ نے ان سے بھی فرمایا، اے رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد اور آپ کے مددگار! کیا آپ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں؟

انہوں نے بھی کہا، اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! مجھے ملامت نہ کریں۔ پھر انہوں نے بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کر کے فرمایا، یہ حدیث امام بخاری و امام مسلم جہاد کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (المستدرک ج ۳ ص ۷۶)

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، شرح بخاری میں فرماتے ہیں، امام ابن حبان اور دیگر محدثین نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شروع ہی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تھی اور یہ روایت بخاری و مسلم کی اس روایت سے زیادہ صحیح اور اس پر رائج ہے۔ اگر بخاری و مسلم کی مذکورہ روایت کو تسلیم کیا جائے تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری میں مشغول رہنے کی وجہ سے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اکثر وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مجلس سے غیر حاضر رہے تھے اس لیے لوگوں کے اطمینان کی خاطر آپ نے دوبارہ آکر بیعت کی تجدید کی۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۳۹۵)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلافت کا اصل حقدار جانتے تھے، یہ بات متعدد روایات سے ثابت ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، ہمیں اس بات سے تکلیف پہنچی کہ ہمیں خلافت کے مشورے میں شریک نہیں کیا گیا حالانکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے یارِ غار ہیں، ہم ان کے شرف و بزرگی کو پہچانتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ ظاہری میں آپ کو نمازوں کی امامت کا حکم فرمایا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ج ۱ ص ۱۳۳، حاکم)

اس بات کی تائید سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

”جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو ہم نے خلافت کے متعلق غور کیا۔ ہم نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نمازوں کے لیے ہم سب کا امام بنایا تھا۔ پس ہم اپنی دنیا یعنی خلافت کے معاملے میں اس شخص سے راضی ہو گئے جس پر ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ ہمارے دین کے معاملے میں راضی تھے۔“

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۸۳)

چند شبہات کا ازالہ:

روافض یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فوجی میں پہلے حضرت ابو بکرؓ کو کوچ کا امیر بنایا تھا پھر آپ کو معزول کر کے حضرت علیؓ کو امیر جج مقرر فرما دیا۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ دراصل اس وقت تک کعبہ میں مشرکین برہنہ طواف کیا کرتے تھے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو امیر جج بنا کر بھیجا اور انہیں جج کے تحریری احکام بھی عطا فرمائے۔ پھر ان کے بعد حضرت علیؓ کو بھیجا تا کہ وہ مشرکین کو سورہ توبہ کی ابتدائی آیات پڑھ کر سنا دیں۔

جب سیدنا علیؓ سیدنا ابو بکرؓ کے قریب پہنچے تو آپ نے پوچھا، امیر بن کر آئے ہو یا مامور؟ حضرت علیؓ نے عرض کی، میں مامور ہوں۔ آٹھ ذوالحجہ کو سیدنا ابو بکرؓ نے جج کا خطاب دیا اور لوگوں کو کوچ کے مسائل سکھائے۔ دس ذوالحجہ کو سیدنا علیؓ نے لوگوں کو سورہ توبہ کی آیات سنائیں اور حضور ﷺ کے احکام پہنچائے۔ (تفسیر روح المعانی)

عربوں میں معروف رواج تھا کہ جب کوئی معاہدہ کرنا یا توڑنا ہوتا تو یہ کام یا تو صاحب معاملہ خود کرتا یا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار، تا کہ شک و شبہ نہ رہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے مشرکوں سے برأت کا اعلان کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو بھیجا۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ اعلان کرنے میں حضرت علیؓ تنہا نہیں تھے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو بکرؓ نے ایک جماعت کے ساتھ یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک جج نہ کرے اور نہ کوئی برہنہ طواف کرے۔

ترمذی و حاکم و تہذیب کی روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ یہ اعلان کرتے اور جب وہ تھک جاتے تو حضرت ابو بکرؓ یہ اعلان کرتے۔ ان دلائل سے معلوم ہوا کہ اس سال امیر جج سیدنا ابو بکرؓ ہی تھے اور سیدنا علیؓ عربوں کے مذکورہ رواج کو پورا کرنے آئے تھے۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ سیدنا ابو بکرؓ نے اپنے مقرر کردہ اعلان کرنے والوں کو معزول نہیں کیا بلکہ ان کو سیدنا علیؓ کا شریک کار بنادیا۔

روافض کا دوسرا شبہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے مرض الوصال میں حضرت ابو بکرؓ کو پہلے امام مقرر فرمایا تھا مگر بعد میں امامت سے معزول کر دیا تھا۔ لعلہ اللہ علی الکاذبین۔

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیر کے دن حضرت ابو بکرؓ صحابہ کو نماز فجر پڑھا رہے تھے کہ اچانک رسول کریم ﷺ نے سیدہ عائشہؓ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ اٹھا کر لوگوں کو صفیں باندھے دیکھا تو خشم فرمایا۔

حضرت ابو بکرؓ اس خیال سے پیچھے ہٹے لگے کہ شاید آقا صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے ہاتھ مبارک کے اشارے سے فرمایا، اپنی نماز پوری کرو۔ پھر آپ نے حجرے کا پردہ گر لایا۔ اور اسی روز چاشت کے وقت آپ کا وصال ہو گیا۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہو گیا کہ سیدنا ابو بکرؓ حضور ﷺ کے وصال ظاہری تک امامت فرماتے رہے اور اس بارے میں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا اور اسی بات کو سیدنا علیؓ نے آپ کی خلافت کی دلیل سمجھ کر آپ سے بیعت کی جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ کی بیماری کے ایام میں سیدنا ابو بکرؓ نے سترہ (۱۷) نمازوں کی امامت فرمائی۔

حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں سے سوائے حضرت ابو بکرؓ کے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی البتہ ایک سفر میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے پیچھے ایک رکعت اور فرمائی ہے۔ یہ سیدنا ابو بکرؓ کا ایسا اعزاز ہے جو دیگر خلفائے راشدین میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

روافض یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور ائمہ ہدایتؓ نے سیدنا ابو بکر و سیدنا عمرؓ رضی اللہ عنہما کی جو تعریف کی ہے وہ محض تقیہ کے طور پر ہے۔ یعنی جو وہ لوگوں سے کہتے تھے، انکے دل میں اس کے برعکس ہوتا تھا۔ (معاذ اللہ)

بلاشبہ ایسا عقیدہ شیر خدا اور ائمہ ہدایتؓ پر عظیم بہتان ہے۔ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ ابو جحیفہؓ محبت کی بناء پر حضرت علیؓ کو اس امت کا افضل ترین

شخص کہا کرتا۔ حضرت علیؑ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ابو جحیفہ لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے بہت مغموم ہے تو آپ نے اسے گھر بلا کر فرمایا، میں تجھے اس امت کے افضل ترین شخص کے بارے میں بتاؤں؟ وہ حضرت ابو بکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ۔

ابو جحیفہؓ کہتے ہیں کہ جب سے حضرت علیؓ نے یہ بات مجھ سے بالمشافہ کہی، میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا کہ جب تک میں زندہ ہوں، ان کی اس حدیث کو نہیں چھپاؤں گا۔

جو کوئی حضرت علیؓ کی اس بات کو تقیہ کہتا ہے وہ بے عقل اور کذاب ہے۔ یہ بات آپ نے علیؓ کی میں اپنے زمانہ خلافت میں کہی ہے پھر آپ نے اسے کوفہ کے منبر پر بھی بیان فرمایا ہے اور کوفہ میں آپ ہل بصرہ کی جنگ سے فراغت کے بعد تشریف لائے ہیں۔ یہ بات نہایت قوی اور زبردست نافذ ہونے والا حکم ہے کیونکہ یہ بات آپ نے حضرت شیخین کے وصال کے طویل عرصہ بعد فرمائی ہے۔

جب امام باقرؓ نے حضرت شیخین رضی اللہ عنہما سے محبت کا اظہار کیا تو کسی نے کہا، لوگوں کا خیال ہے کہ آپ یہ بات تقیہ کے طور پر کہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، زندوں سے ڈرا جانا ہے نہ کفر دوں سے۔ اللہ تعالیٰ ہشام بن عبد الملک کے ساتھ اس طرح سلوک کرے۔

پھر امام ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں، اس طویل المقدر امام نے ہشام کے لیے بددعا کر کے محسوس تقیہ کا باطل ہونا واضح کیا کیونکہ ہشام آپ کے زمانے کا طاقت و شوکت والا بادشاہ تھا۔ جب آپ اس سے نہیں ڈرے جس کی حکومت و شوکت اور قوت و قہر سے لوگ ڈرتے تھے تو آپ ان سے کیسے ڈر خوف رکھتے جو وصال پا چکے تھے اور جنہیں ظاہری طور پر حکومت و اقتدار بھی حاصل نہیں تھا۔

جب امام باقرؓ کا یہ حال ہے تو حضرت علیؓ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جبکہ ان کے اور امام باقرؓ کے درمیان قوت و شجاعت، کثرت تعداد و تیاری اور سخت جنگ کرنے میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ وہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔

حق یہی ہے کہ سیدنا علیؓ سے تو اتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کی مدح و ثنا فرمائی ہے اور انہیں امت میں افضل ترین قرار دیا ہے۔

(المصوحن المحرقہ: ۹۲، ۹۱: ملخصاً)

سہائی فتنہ کی ابتدا:

ابن صہار رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن سبا ایک یمنی سیاہ فام لونڈی کا بیٹا ہے۔ یہ یہودی تھا، اس نے اپنا اسلام ظاہر کر کے مسلمانوں میں شروفسا د پھیلانے کے لیے کئی شہروں کے دورے کیے۔

علماء کہتے ہیں، یہ اپنی یہودیت کے زمانے میں یوشع بن نونؑ کے بارے میں غلو کرتے ہوئے کہا کرتا تھا کہ وہ حضرت موسیٰؑ کے وصی ہیں۔ اسلام ظاہر کر کے اسی قسم کی بات یہ حضرت علیؓ کے بارے میں کہنے لگا کہ وہ حضورؑ کے وصی ہیں۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے یہ مشہور کیا کہ حضرت علیؓ کی امامت کا عقیدہ رکھنا فرض ہے۔ اس نے حضرت علیؓ کے مخالفین پر لعناتیہ جہر کیا اور ان کو کافر کہا۔

حافظ ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے عرض کیا گیا کہ بعض لوگوں نے سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو اس لیے برا کہنے کی جرأت کی ہے کہ وہ اس معاملے میں آپ کو اپنا ہم خیال سمجھتے ہیں۔ یہ نظریہ رکھنے والوں میں عبد اللہ بن سبا بھی ہے جس نے سب سے پہلے اس خیال کا اظہار کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا،

”میں ان کے متعلق اپنے دل میں ایسے خیالات رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ جو شخص ان کے متعلق خوبی اور اچھائی کے سوا کوئی اور بات اپنے دل میں پوشیدہ رکھتا ہو، اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“

پھر آپ نے ابن سبا کو شہر بدر کر کے مدائن کی طرف بھیج دیا۔ ائمہ کہتے ہیں کہ ابن سبا یہودی تھا جس نے اسلام ظاہر کیا تھا۔ یہ روافض کے گروہ کا بڑا اراکمنما تھا۔ ان لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت شہر بدر کیا جب انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں الوہیت پائی جاتی ہے۔ (المصوٰمن المخرتہ: ۹۵) ابو الجلاس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابن سبا سے یہ فرماتے ہوئے خود سنا کہ ”اللہ کی قسم! مجھے رسول کریم ﷺ نے کوئی ایسی راز کی بات نہیں بتائی جس کو کسی سے چھپایا ہو، اور میں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد خود سنا کہ قیامت سے پہلے میں جھوٹے دجال ہو گئے، تو بھی انہی میں سے ایک ہے۔“ (لسان المیزان ج ۳: ۲۹۰)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ایک طویل روایت تحریر کی ہے جس کے آخر میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر بیٹھ کر حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی مدح و ثناء فرمائی اور آخر میں فرمایا،

”اُس ذات کی قسم جو اُنے کو پھاڑتا اور جان کو پیدا کرتا ہے، ان دونوں سے صاحب فضیلت مومن محبت کرتا ہے جبکہ بد بخت اور دین سے نکل جانے والا ان سے بغض اور مخالفت رکھتا ہے۔“

بعض روایات کے مطابق یہ بھی فرمایا، ”لو کون لو! اگر مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ فلاں شخص مجھے حضرات شیخین پر فضیلت دیتا ہے تو میں اسے بہتان لگانے والے کی حد یعنی اسی (۸۰) دُرے لگاؤں گا۔“ (المصوٰمن المخرتہ: ۹۶، ۹۰)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ابن سبا نے:-

اولاً: لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل جاننے کی دعوت دی۔

ثانیاً: صحابہ اور خلفائے راشدین کو کافر و مرتد قرار دینے کی بات کی۔

ثالثاً: لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدا ہونے کی دعوت دی۔

اس نے اپنے پیروؤں میں سے ہر ایک کو اسکی استعداد کے مطابق اغوا و اضلال کے جال میں پھانسا۔ پس وہ علی الاطلاق رافضیوں کے تمام فرقوں کا مقتدا ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ: ۹۷)

☆☆☆☆

سیدنا امیر معاویہ ؓ:

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ آکا مولیٰ ﷺ کے صحابی، اُمّ المؤمنین سیدہ اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی اور کاتب وحی الہی ہیں۔ ۷ھ میں اسلام قبول کیا مگر اپنے والدین کے خوف سے اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد جب آپ کے والدین اسلام لے آئے تو آپ نے بھی اپنے اسلام کا اظہار کر دیا۔ آپ رسول کریم ﷺ کی قیادت میں غزوہ جہنم میں شریک ہوئے۔

حضرت معاویہ ؓ با رگا و نبوی میں وحی کی کتابت اور خطوط کی کتابت کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے۔ آپ سے ایک سورتیستہ (۱۶۳) احادیث مروی ہیں۔ سیدنا ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور دیگر صحابہ و تابعین کرام ؓ آپ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما کی راویوں کے متعلق سخت شرائط ہیں، انہوں نے بھی آپ سے صحیحین میں کئی احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت عرباض بن ساریہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے سرکارِ دو عالم ﷺ کو یہ فرماتے سنا، الہی! معاویہ کو حساب کتاب سکھا دے اور اس کو عذاب سے محفوظ رکھ۔

(تاریخ الخلفاء: ۲۸۷، مسند احمد)

آپ فہم و تدبر، علم و دانائی اور مہر و قہر میں بڑے مشہور تھے۔ ایک بار حضور ﷺ نے آپ کے لیے یہ دعا فرمائی، ”اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت پانے والا اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔“ (ترمذی) یہ حدیث حسن ہے۔

حضرت امیر معاویہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن غیب جاننے والے آکا مولیٰ ﷺ نے مجھ سے فرمایا، اے معاویہ جب تجھے کسی جگہ کا حاکم بنایا جائے تو اللہ تعالیٰ سے اُرنے اور عدل و انصاف پر قائم رہنا۔ مجھے اس وقت سے یقین ہو گیا تھا کہ مجھے حکومت کی ذمہ داری سونپی جائے گی۔ (از اللہ الخلفاء ج ۳: ۵۱۵، احمد، ابویعلیٰ)

حضرت معاویہ ؓ کا ارشاد ہے کہ مجھے خلافت ملنے کی اس وقت سے امید پیدا ہو گئی تھی جب آکا مولیٰ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ”اے معاویہ! جب تم بادشاہ بن جاؤ تو لوگوں سے اچھی طرح پیش آنا۔“

(تاریخ الخلفاء: ۲۸۷، ابن ابی شیبہ، طبرانی فی الکبیر)

سیدنا ابوبکر ؓ نے اپنے دورِ خلافت میں دمشق فتح ہونے کے بعد وہاں کا گورنر آپ کے بڑے بھائی حضرت بزید بن ابوسفیان ؓ کو مقرر کیا۔ ان کے انتقال کے بعد سیدنا عمر ؓ نے حضرت معاویہ ؓ کو انکی جگہ گورنر بنادیا۔ بعد میں حضرت عثمان ؓ نے اپنے دورِ خلافت میں آپ کو پورے شام کا گورنر بنادیا۔ آپ کی حکمرانی کا عرصہ شمار کیا جائے تو ۷ھ سے ۶۰ھ تک تینتالیس سال آپ نے کامیاب حکومت کی ہے۔

سیدنا عثمان ؓ کی شہادت کے بعد جب سیدنا علی ؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت امیر معاویہ ؓ نے ان سے حضرت عثمان ؓ کے قصاص کا مطالبہ کیا۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ابومسلم خولانی ؓ کچھ لوگوں کے ہمراہ حضرت معاویہ ؓ کے پاس گئے اور ان سے دریافت کیا، آپ علی ؓ سے جنگ کر رہے ہیں، کیا آپ خود کو انکے ہم رتبہ سمجھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا،

خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ حضرت علی ؓ مجھ سے افضل و برتر ہیں اور میری نسبت حکومت و خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ مگر کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت عثمان ؓ ظلم سے شہید کیے گئے اور میں ان کا چچا زاد ہوں۔ میں ان کا ولی اور ان کے خون کے قصاص کا طالب ہوں۔ حضرت علی ؓ سے عرض کرو کہ وہ حضرت عثمان ؓ کے قاتلوں کو میرے حوالے کر دیں، میں فوراً ان سے بیعت کر لوں گا۔ (البدایہ والنہایہ)

معلوم ہوا کہ سیدنا معاویہ ؓ کو سیدنا علی ؓ کی خلافت سے کوئی اختلاف نہیں تھا۔

شرح بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت علیؑ سے کہا، اے امیر المؤمنین! ہل شام پر لعنت کیجیے۔ یہ سنتے ہی حضرت علیؑ نے فرمایا، ہل شام پر لعنت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ میں رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شام میں ابدال ہیں۔ (احمد، مشکوٰۃ)

سیدنا عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نور مجسم ﷺ نے فرمایا، میں نے ایک نور کا ستون دیکھا جو میرے سر کے نیچے سے نکل کر بلند ہوتا ہوا ملک شام پر جا کر ٹھہر گیا۔ (مشکوٰۃ، دلائل النبوة للبیہقی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آکا دولیؓ نے فرمایا، خلافت مدینہ منورہ میں اور بادشاہت شام میں ہوگی۔ (مشکوٰۃ، دلائل النبوة للبیہقی)

علیؑ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ فرماتے ہیں،

حضرت امیر معاویہؓ پہلے تو اول ملک اسلام اور سلطنت محمدیہ ﷺ کے پہلے بادشاہ ہیں۔ اس کی طرف تو راست مقدس میں بھی اشارہ ہے کہ: مولدہ بمکہ ومہاجرہ طہیۃ وملكہ بالشام۔ ”وہ نبی آخر الزماں ﷺ مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی۔“ تو امیر معاویہؓ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ (اعتقاد الاحباب: ۳۵)

عروہ بن زویمؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، اے محمد ﷺ! مجھ سے کشتی لڑو۔ اس پر حضرت معاویہؓ نے اس سے کہا، میں تجھ سے کشتی لڑوں گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، معاویہؓ کبھی مغلوب نہ ہوگا۔ چنانچہ کشتی ہوئی اور معاویہؓ نے اسے پچھاڑ دیا۔ جب جنگ صفین ہو چکی (تو عروہؓ نے یہ بات بتائی) اس پر حضرت علیؑ نے عروہ سے فرمایا، اگر تو اس حدیث کو مجھ سے ذکر کر دیتا تو میں معاویہ سے جنگ نہ کرتا۔ (ازلۃ الخفاء ج ۳: ۵۱۶، ابن مساکر)

جنگ صفین سے واپسی پر سیدنا علیؑ نے فرمایا، اے لوگو! تم معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرو۔ یاد رکھو! اگر تم نے معاویہ کو کھودیا تو تم دیکھو گے کہ لوگوں کے کندھوں سے انکے سراسر طرح گریں گے جیسے لہرائیں کے پھل گرتے ہیں۔

(ازلۃ الخفاء ج ۳: ۵۳۷، البدایہ والنہایہ)

حضرت علیؑ جنگ صفین کے دن اپنے ہونٹ چبا رہے تھے کہ اگر میں جان لیتا کہ صورت حال ایسی ہو جائے گی تو میں جنگ کے لیے نہ نکلتا۔

(ازلۃ الخفاء ج ۳: ۵۳۶)

حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس جب سیدنا علیؑ المرتضیٰؑ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ زار و قطار رونے لگے۔ آپ کی اہلیہ نے کہا، زندگی میں تو آپ ان سے لڑتے رہے ہیں، اب ان کی شہادت کی خبر سن کر رو کیوں رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا، کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ اس امت نے آج کس قدر عظیم علم و فضل اور فتنہ کو کھودیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ)

سیدنا علیؑ کی شہادت کے بعد سیدنا امام حسنؑ چھ ماہ خلیفہ رہے۔ اگر چاروں خلفائے راشدین کی خلافت کی مدت کو جمع کیا جائے تو یہ ساڑھے اسی سال کا عرصہ بنتا ہے اور اگر اس میں حضرت حسنؑ کی خلافت کا عرصہ یعنی چھ ماہ بھی جمع کر لیا جائے تو مکمل مدت پورے تیس سال ہو جاتی ہے جو کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے فرمانِ عالیشان کے مطابق خلافتِ راشدہ کی مکمل مدت ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے، ”میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر ملوکیت ہو جائے گی۔“ اس حدیث کو تمام اصحابِ سنن نے لکھا اور ابنِ حبان رحمہ نے اس کو صحیح کہا۔

امام حسنؑ نے چھ ماہ بعد حضرت امیر معاویہؓ سے چند شرائطِ صلح کرنی اور یوں آکا دولیؓ کا وہ معجزہ ظاہر ہو گیا جو آپ نے فرمایا تھا کہ ”میرا یہ بیٹا مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔“ جب آپ امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے تو ایک شخص نے کہا، آپ نے مسلمانوں کو ذلیل کر دیا۔ آپ نے فرمایا، یوں مت کہو، کیونکہ میں نے آکا دولیؓ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ شب و روز کا سلسلہ چلتا رہے گا یہاں تک کہ معاویہ

حاکم بن جائے گا۔ پس مجھے یقین ہو گیا کہ تقدیر الہی واقع ہو گئی ہے تو میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ اپنی حکومت کے لیے دونوں جانب کے مسلمانوں میں قتال اور خونریزی کی کراؤں۔ (البدایہ والنہایہ: ۸)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ آپ کی بیوی جعدہ کو یزید نے خفیہ طور پر یہ پیغام بھیجا کہ اگر حضرت حسن علیہ السلام کو زبردستی قتل کر لوں گا۔ اس فریب میں آ کر بد نصیب جعدہ نے آپ کو زبردستی یا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ جعدہ نے یزید کو لکھا کہ اپنا وعدہ پورا کرے تو اس نے جواب دیا، جب میں تجھ کو حسن کے نکاح میں کوارا نہیں کر سکتا تو اپنے نکاح میں کس طرح کوارا کروں گا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۸۲)

امام حسین علیہ السلام نے بہت کوشش کی کہ آپ زبردستی نہ مارے والے کی شاعری کر دیں لیکن آپ نے نام بتانے کی بجائے یہ فرمایا: ”مجھے جس پر گمان ہے اگر وہ اہل میں قاتل نہ ہو تو کوئی بیگناہ قتل ہو جائے گا اور اگر وہ میرا قاتل ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے۔“ آپ کی شہادت ۵۰ھ میں ہوئی۔

بعض متعصب و گمراہ لوگ حضرت امیر معاویہ علیہ السلام کو باغی قرار دیتے ہوئے ان پر لعن طعن کرتے ہیں۔ باغی کے متعلق قرآن عظیم کا حکم ہے، فَفَسِلُوا آلِیْنَ تَبِیْعِیْ حَتّٰی تَفِیْقَہُ اِلٰہِیْ اَمْرِ الدُّنْیَہِ۔ ”تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔“ (الحجرات: ۹، کنز الایمان)

اگر حضرت امیر معاویہ علیہ السلام باغی ہوتے تو حضرت علی علیہ السلام پر لازم تھا کہ ان سے مسلسل جنگ کرتے یہاں تک کہ وہ آپ کی خلافت کو تسلیم کر لیتے۔ لیکن آپ نے جنگ ختم کر دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام کے نزدیک بھی حضرت معاویہ علیہ السلام باغی نہیں تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، سیدنا امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے ایک فوج جرار کے ساتھ عین معرکہ جنگ میں ہتھیار رکھ دیے اور خلافت امیر معاویہ علیہ السلام کے سپرد کر دی (اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمائی)۔

اگر امیر معاویہ علیہ السلام انبیاء اللہ فاجر یا ظالم یا غاصب تھے تو الامام امام حسن علیہ السلام پر آتا ہے کہ انہوں نے خلافت و حکومت خود اپنے اختیار و ارادے سے ایسے شخص کے حوالے کر دی اور اسلام و مسلمین کی خیر خواہی کا خیال نہ فرمایا۔ اگر مدت خلافت ختم ہو چکی تھی اور آپ کو خود بادشاہت منظور نہیں تھی تو صحابہ حجاز میں کیا کوئی حکومت و دینی امور کے نظم و نسق کے قابل نہیں تھا جو حکومت انہیں کے حوالے کر دی؟

خدا کی قسم! یہ اعتراض تو رسول کریم ﷺ تک پہنچتا ہے کہ جنہوں نے اپنی پیش کوئی میں ان کے اس فعل (یعنی حضرت معاویہ علیہ السلام سے صلح) کو پسند فرمایا اور انکی سیادت کا نتیجہ ٹھہرایا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے امام حسن علیہ السلام کی نسبت فرمایا، ”میرا یہ بیٹا سید ہے، مجھے امید ہے کہ اللہ عزوجل اس کے باعث اسلام کے دوبارے گروہوں میں صلح کرادے۔“ (اعتقاد الاحباب: ۶۸)

بقول صدر الشریعہ، امیر معاویہ علیہ السلام پر معاذ اللہ فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا ہی تھا حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام بلکہ حضور سید عالم ﷺ بلکہ اللہ عزوجل پر طعن کرنا ہے۔

(بہار شریعت حصہ ۸: ۷۸)

علامہ شہاب الدین خفاجی، نسیم الریاض شرح شفا میں فرماتے ہیں، جو حضرت معاویہ علیہ السلام پر طعن کرے، وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ (اعتقاد الاحباب: ۲۳)

امیر معاویہ علیہ السلام مجتہد تھے۔ ان کا مجتہد ہونا سیدنا عبد اللہ بن عباس علیہ السلام نے صحیح بخاری میں بیان فرمایا ہے۔ مجتہد سے صواب و خطا دونوں صادر ہوتے ہیں۔ خطا و قسم کی ہے، ”خطا عنادی“، یہ مجتہد کی شان نہیں۔ اور ”خطا اجتہادی“، یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اس میں اس پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصلاح و اخذہ نہیں۔

(بہار شریعت حصہ ۸: ۷۷)

حضرت معاویہ علیہ السلام کے اجتہاد کی دلیل یہ آیت ہے مَنْ قَبِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلَیْہِ سُلْطٰنًا۔ (نہ اسرائل: ۲۳) ”جو ناحق مارا جائے تو بیشک ہم

نے اس کے وارث کو تادویا ہے۔ (کنز الایمان)

یعنی جو مظلوم قتل کر دیا جائے تو اس کے وارث کو قصاص کا حق ہے۔ اسی بناء پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا مطالبہ کر رہے تھے جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گرد بڑی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں پیش پیش تھے اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے حکومت مستحکم کیے بغیر قصاص لینا ممکن نہ تھا۔

بس یہ بات ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرام کے باہم جو واقعات ہوئے، ان پر اپنی رائے دینا کسی کو قصور وار بتانا سخت حرام ہے۔ ہمیں تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب آقا و مولیٰ رضی اللہ عنہما کے جان نثار، سچے غلام اور صحابیت کا شرف رکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا، وہاں جو حضور اکرم رضی اللہ عنہ کی ہمرانی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا، وہ بھی عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے افضل ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی تادوری مدظلہ فرماتے ہیں،

کسی صحابی کے ساتھ سوء عقیدت بد مذہبی و گمراہی اور استحقاقی جہنم ہے کہ وہ حضور رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض ہے۔ ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے۔ مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہند۔ اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص و حضرت مغیرہ بن شعبہ و حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حتیٰ کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے قبل اسلام حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام اجنبی الناس ضعیف مسیلمہ کذاب ملعون کو واصل جہنم کیا۔ ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی حرام ہے اور اس کا قاتل رافضی۔ یہ اگرچہ حضرات شیعین کی توہین کی مثل نہیں ہو سکتی کہ انکی توہین بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہائے کرام کے نزدیک کفر ہے۔ (بہار شریعت حصہ ۱: ۷۷)

مشاجرات صحابہ کرام:

مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جنہوں نے مشاجرات و منازعات کیے، ہم اہلسنت ان میں حق، مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی جانب مانتے ہیں اور ان سب کو (مور و فطرش) بر غلط و خطا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سب سے اکمل و اعلیٰ جانتے ہیں۔ چونکہ ان حضرات کے مناقب و فضائل میں احادیث مروی ہیں اس لیے ان کے حق میں زبان طعن و تفتیح نہیں کھولتے، اور انہیں انکے مراتب پر رکھتے ہیں جو انکے لیے شرع میں ثابت ہیں۔

ان میں کسی کو کسی پر ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے اور ان کے مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں اور ان کے اختلاف کو امام ابوحنیفہ و امام شافعی رضی اللہ عنہما جیسا اختلاف سمجھتے ہیں۔ ہم اہلسنت کے نزدیک ان میں سے کسی صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جائیکہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ رفیع میں طعن کریں۔ خدا کی قسم ایہ اللہ اور رسول اللہ کی جناب میں گستاخی ہے۔ (اعتقاد الاحباب: ۶۳)

محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہلسنت و جماعت سب صحابہ کرام کو نیک و متقی جانتے ہیں اور انکے باہمی اختلافات کی تفصیل پر نظر کرنا حرام سمجھتے ہیں کیونکہ اس طرح شیطان ان متقی بندوں کے متعلق بدگمان کر کے گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ چنانچہ آپ رقمطراز ہیں،

”جو فضل کسی (صحابی) کا اگر ایسا منقول بھی ہو جو نظر قاصر (دیکھ و نہا نہ ہو) میں اُن کی شان سے قدرے گرا ہوا ٹھہرے (اور کسی کو ناظر کو اس میں حرف زنی کی گنجائش ملے تو اہلسنت) اسے غمیل حسن پر اتارتے ہیں (اور اسے ان کے خلوص قلب و حسن نیت پر محمول کرتے ہیں) اور اللہ کا سچا قول رَضِیَ اللہ عَنْہُمْ سن کر آئینہ دل میں ذنگِ لغتیش کو جگہ نہیں دیتے (اور تحقیق احوال واقعی کے نام کا میل کجیل، دل کے آئینہ پر چڑھنے نہیں دیتے)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے، اِذَا ذُكِرَ اصْحَابُنِي فَاُمِّمْتُكُمْ“ (جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو باز رہو) (سوء عقیدت اور بدگمانی کو قریب نہ پہنچنے دو، تحقیق حال و تقیہ)

مال میں نہ پڑو)۔

اپنے آقا ﷺ کا فرمان عالی شان اور یہ سخت وعیدیں، ہولناک تہدیدیں (ڈراوے اور دھمکیاں) سن کر زبان بند کر لی اور دل کو سب کی طرف سے صاف کر لیا۔ اور جان لیا کہ ان کے کُرتے ہماری عقل سے وراء ہیں پھر ہم ان کے معاملات میں کیا دخل دیں۔

ان میں جو مشاجرات (صورۃ نزاعات و اختلافات) واقع ہوئے، ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون؟ کہ ایک کی طرف داری میں دوسرے کو برا کہنے لگیں، یا ان نزاعوں میں ایک فریق کو دنیا طلب ٹھہرائیں بلکہ بالیقین جانتے ہیں کہ وہ سب مصالح دین کے خواستگار تھے۔

(اسلام و مسلمین کی سر بلندی ان کا نصب العین تھی پھر وہ مجتہد بھی تھے تو) جس کے اجتہاد میں جو بات دین الہی و شرع رسالت پناہی مل جادو ﷺ کے لیے اصل والنسب (زیادہ مصلحت آمیز اور احوال مسلمین سے مناسب تر) معلوم ہوئی، اختیار کی۔ کو اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی لیکن وہ سب حق پر ہیں (اور سب واجب الاحترام)۔

ان کا حال بعینہ ایسا ہے جیسا فروغ مذہب میں (خود علمائے اہلسنت بلکہ ان کے مجتہدین مثلاً امام اعظم) ابوحنیفہ رحمہ اللہ (امام شافعی رحمہ اللہ) وغیرہما کے اختلافات، نہ ہرگز ان منازعات کے سبب ایک دوسرے کو گمراہ فاسق جانتا نہ ان کا دشمن ہو جاتا۔

(جس کی تائید مولیٰ علی رحمہ اللہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ اخواننا بغوا علینا۔ یہ سب ہمارے مسلمان بھائی ہیں جو ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ سب حضرات آقائے دو عالم ﷺ کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں۔ خدا اور رسول ﷺ کی بارگاہ میں معظم و معزز اور آسمان ہدایت کے روشن ستارے ہیں، اصحابی کا انجم)۔

اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کے ارشادات سے (اس پاک فرقہ اہلسنت وجماعت نے اپنا عقیدہ اور) اتنا یقین کر لیا کہ سب (صحابہ کرام) اچھے اور عادل و ثقہ، تقی، نقی، امیر (خاصا ان پروردگار) ہیں، اور ان (مشاجرات و نزاعات کی) تفصیل پر نظر، گمراہ کرنے والی ہے۔ (اعتقاد الاحباب: ۳۸-۴۰)

رب تعالیٰ نے فرمایا، وَكَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنٰی۔ ”ان سب (صحابہ) سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔“ کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اجر ملے گا سب ہی کو، محروم کوئی نہ رہے گا۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا، ان کے حق میں فرماتا ہے،

أُولَئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ”وہ جنہم سے دور رکھے گئے ہیں۔“
لَا يَسْمَعُونَ حَبِيبَتَهَا ”وہ جنہم کی بھک تک نہ سنیں گے۔“

وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خَالِدُونَ۔ ”وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مرادوں میں رہیں گے۔“

لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَرَارُ الْآخِرُ۔ ”قیامت کی سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں نہیں ٹھکس نہ کرے گی۔“ تَلَفُّهُمْ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ ”فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔“
هٰذَا يَوْمُكُمْ الْاٰلٰی شَنْكُمْ تَوَعَّلُونَ۔ یہ کہتے ہوئے کہ ”یہ ہے تمہارا لوہہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔“ (سورۃ الانبیاء)

رسول اللہ ﷺ کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعن کرے وہ اللہ واحد تھا کہ کو جھٹلاتا ہے۔ اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کا ذریعہ ہیں، ارشاد الہی کے مقابل پیش کرنا دلیل اسلام کا کام نہیں۔ (اعتقاد الاحباب: ۴۳)

صحابہ کرام انبیاء نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں، ان میں بعض کے لیے لغزشیں ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کے خلاف ہے۔ اللہ عزوجل نے سورۃ الحمد یہ میں جہاں صحابہ کی دو قسمیں فرمائیں، مومنین قبل فتح مکہ اور بعد فتح مکہ۔ اور ان کو ان پر فضیلت دی اور فرمایا،

وَكَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنٰی ”سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔“
ساتھ ہی ارشاد فرمایا، وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ”اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرو گے۔“ (الحمد: ۱۰)

تو جب اس نے ان کے تمام اعمال جان کر حکم فرمایا کہ ان سب سے ہم جنت بے عذاب و کرامت و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے تو کسی دوسرے کو کیا حق رہا کہ وہ

ان کی کسی بات پر طعن کرے۔ کیا طعن کرنے والا اللہ تعالیٰ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے؟ (بہار شریعت حصہ ۱: ۷۷)

سیدنا علیؑ کو مسلمانوں کے باہمی قتال پر جو دکھ اور صدمہ ہوا، اس کا اندازہ اس روایت سے کیجیے۔

حضرت امام حسنؑ سے روایت ہے کہ جنگ جمل کے دن حضرت علیؑ نے فرمایا، کاش میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے مر جاتا۔ (ازلۃ الخفاء ج ۵: ۵۳۶: ۴ حاکم)

باوجود اختلاف فزاع کے باہم محبت کا یہ حال تھا کہ حضرت علیؑ سے ہل بھل کے متعلق پوچھا گیا، کیا یہ لوگ مشرک ہیں؟ آپ نے فرمایا، نہیں! یہ لوگ مشرک سے دور بھاگتے ہیں۔ پھر پوچھا گیا، کیا یہ منافقین ہیں؟ فرمایا، نہیں! منافقین تو اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت قلیل کرتے ہیں۔ پوچھا گیا، پھر یہ لوگ کون ہیں؟ فرمایا،

یہ ہمارے مسلمان بھائی ہیں، جو ہمارے خلاف کھڑے ہوئے۔ مگر مجھے امید ہے کہ ہم ان لوگوں کی مثل ہو جائیں گے جن کے متعلق رب تعالیٰ کا ارشاد ہے،
وَنَزَّغْنَا مَا فُتِيَ ضُلُوبُهُمْ مِنْ غُبًى۔ (الاعراف ۳۳)

”اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کیسے کھینچ لیے، (جنت میں) ان کے نیچے نہریں بہیں گی۔ اور کہیں گے، سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی۔“ (کنز الایمان از امام احمد رضا بریلوی ص ۵۷)

حضرت علیؑ نے فرمایا، مجھے امید ہے کہ میں، عثمان، طلحہ اور زبیرؓ ان میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(تفسیر خازن، تفسیر مظہری، ازلۃ الخفاء ج ۵: ۵۳۶: ۳)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ یہی روایت نقل کر کے فرماتے ہیں، حضرت مولیٰ علیؑ کے اس ارشاد کے بعد بھی، ان (صحابہ کرام) پر الحرام دینا عقل و خرد سے جنگ ہے، مولیٰ علیؑ سے جنگ ہے اور خدا اور رسولﷺ سے جنگ ہے۔ احمداً باللہ

جب کہ تاریخ کے اوراق شاہد عادل ہیں کہ حضرت زبیرؓ کو جوئی اپنی غلطی کا احساس ہوا، انہوں نے فوراً جنگ سے کنارہ کشی کر لی۔

اور حضرت طلحہؓ کے متعلق بھی روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک مددگار کے ذریعے حضرت مولیٰ علیؑ سے بیعت کر لی تھی۔

اور تاریخ سے ان واقعات کو کون چھیل سکتا ہے کہ جنگ جمل ختم ہونے کے بعد مولیٰ علیؑ مرتضیٰؑ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے برادر معظم محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور دیکھیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خدا نخواستہ کوئی زخم و غیرہ تو نہیں پہنچا۔ بلکہ بجلت تمام خود بھی تشریف لے گئے اور پوچھا، آپ کا مزاج کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، الحمد للہ! اچھی ہوں۔ مولیٰ علیؑ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا، اور تمہاری بھی۔

پھر مقتولین کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر، حضرت مولیٰ علیؑ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی واپسی کا انتظام کیا اور پورے اعز و اقارب کے ساتھ محمد بن ابی بکرؓ کی گمرانی میں چالیس معزز عورتوں کے جھرمٹ میں ان کو حجاز کی جانب رخصت کیا، خود حضرت علیؑ نے دور تک مشایعت کی، ہمارا رہے۔ امام حسنؑ میلوں تک ساتھ گئے۔

چلتے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجمع میں اقرار فرمایا کہ، ”مجھ کو علیؑ سے نہ کسی قسم کی کدورت پہلے تھی اور نہ اب ہے۔ ہاں ساس و مادہ میں کبھی کبھی جو بات ہو جایا کرتی ہے اس سے مجھے انکار نہیں۔“

حضرت علیؑ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا، ”لو کہ عائشہؓ کہہ رہی ہیں۔ خدا کی قسم! مجھ میں اور ان میں، اس سے زیادہ اختلاف نہیں ہے۔ بہر حال خواہ کچھ ہو، یہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی کریمﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں۔“

اللہ اللہ! ان یار الہی بیکر صدق و صفائیں باہمی یہ رفیق و مؤدب اور عزت و اکرام، اور ایک دوسرے کے ساتھ تعظیم و احترام کا یہ معاملہ۔ اور ان عقل سے بیگانوں

اور نادان دوستوں کی حمایت علیؑ کا یہ عالم کہ ان پر لجن طعن کو اپنا مذہب اور شعار بنائیں اور ان سے کدورت و دشمنی کو موٹی علیؑ سے محبت و عقیدت ٹھہرائیں!

ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم (اعتقاد الاحباب: ۷۰)

ماہی رضی و تفصیل و نصب و خروج حامی دین و ملت پہ لاکھوں سلام
مومنین پیش فتح و پس فتح سب دل خیر و عدالت پہ لاکھوں سلام

سیدنا امیر معاویہؓ اور یزید:

حضرت امیر معاویہؓ نے وصال سے قبل یہ وصیت فرمائی تھی کہ انہیں اُس قبیض میں کفن دیا جائے جو آکا مومنیؓ نے انہیں عطا فرمائی تھی۔ نیز رسول کریمؐ کے مقدس ناخنوں کے تراشے جو انکے پاس تھے، ان کی آنکھوں کو رونہ پر رکھ کر انہیں ازحم المرآئین کے سپرد کر دیا جائے۔ (اسد الغابہ)
آپ کی یہ وصیت دراصل یزید کے لیے ایک نصیحت تھی تاکہ وہ یہ سوچے کہ جب میرے والد رسول کریمؐ کے ناخنوں کو رقیص سے برکت حاصل کر رہے ہیں تو پھر ان کا نو اسہ کس قدر بابرکت ہوگا اور مجھے اس کی کس قدر تعظیم کرنی چاہیے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنا جانشین بنانے کا جو ارادہ کیا اس کے پس منظر میں رسول اکرمؐ کے ان جلیل القدر صحابی کا خلوص اور نیک نیتی کا فرما تھی اور ان کے پیش نظر امت کا وسیع تر مفاد تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر میں نے خلافت کو یونہی چھوڑ دیا تو ہر علاقے میں کئی خلیفہ اٹھ کھڑے ہونگے اور غوزینی و امتشاکر کے باعث بہت نقصان ہوگا اور اگر خلافت بنو ہاشم کے حوالے کر جاوے تو بنی امیہ جو مصیبت کے علاوہ اس وقت قوت و اقتدار کے عروج پر ہیں، وہ انہیں مانیں گے اور غوزینی کی کریں گے۔

مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ لکھتے ہیں،

بنو امیہ اس وقت اپنے علاوہ کسی کی خلافت پر راضی نہیں ہوتے کیونکہ وہ نہ صرف قریش بلکہ پوری سلسلۂ اسلامیہ کا بہت طاقتور گروہ تھا۔ ان نازک حالات کے باعث امیر معاویہؓ نے ولی عہدی کے لیے یزید کو ان حضرات پر ترجیح دی جو اس سے زیادہ خلافت کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے افضل کو چھوڑ کر مفضول کو اختیار کیا تاکہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق قائم رہے۔ (مقدمہ ابن خلدون: ۳۷۳)

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں، حضرت معاویہؓ سمجھتے تھے کہ دنیاوی شرافت و امالت کے علاوہ بادشاہوں کی اولاد میں فتون جنگ، حکومتی نظم و نسق سے آگہی اور شایانہ کرفر کے اعتبار سے صحابہ کی اولاد میں کوئی دوسرا نہیں ہے جو ملک کا نظام سنبھال سکے۔ اس لیے آپ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا، میں (ولی عہد نہ بناؤں تو) اُرتا ہوں کہ علیا کو اپنے بعد ایسے چھوڑ کر جاؤں جیسے بارش میں کھریاں، جن کا کوئی چرواہا نہ ہو۔ (الہدایہ والنہایہ ج ۸: ۸۶)
حقیقت یہی ہے کہ آپ کے خیال میں یزید میں وہ ملاصحتیں موجود تھیں جن کی بناء پر وہ حکومتی نظم و نسق چلانے کا قائل تھا اس لیے آپ نے اسے ولی عہد بنایا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ لوگوں کے مجمع میں منبر پر یہ دعائے فرماتے کہ ”اے اللہ! اگر میں یزید کو اس کی لیاقت اور ہوشمندی کے باعث ولی عہد بنا رہا ہوں تو اس کام میں میری مدد فرما اور اگر میں محض باپ کی محبت کی وجہ سے ایسا کر رہا ہوں اور وہ خلافت کے قابل نہیں ہے تو اس کے تحت نشین ہونے سے پہلے اسے موت دیدے۔“ (تاریخ الخلفاء: ۳۰۲)

رجب ۶۰ھ میں جب امیر معاویہؓ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو انہوں نے یزید کو یہ تحریری وصیت فرمائی، ”حسین بن علی رضی اللہ عنہما سادہ مزاج و نرم دل آدمی ہیں۔ عراق والے انہیں مدینہ سے نکال کر عی چھوڑیں گے۔ پس اگر وہ نکلیں اور تو ان پر غالب آجائے تو ان سے درگزر کرنا کیونکہ وہ بہت بڑی صلہ رحمی کے مستحق ہیں۔ ان کا ہم پر ایک عظیم حق ہے اور ان کی رسول اللہؐ سے قربت داری ہے۔“ (تاریخ کامل ج ۳: ۶۰)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو واضح الفاظ میں یزید کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے درگزر کرنے اور حسن سلوک کی وصیت فرمائی لیکن اُس بد بخت نے اقتدار کے نشہ میں مست ہو کر اپنے متقی والد رضی اللہ عنہ کی ہر نصیحت کو بے پشت ڈال دیا۔ ہمیں یقین ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس کافق و فجور ظاہر نہ ہوا ہو گا ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ یزید کا فسق و فجور انکی حیات میں ظاہر ہونے کے باوجود انہوں نے اسے ولی عہد بنادیا ہو۔

علامہ ابن خلدون رحمة اللہ علیہ اس بارے میں لکھتے ہیں، وہ فسق و فجور جو یزید سے اس کی خلافت میں ظاہر ہوا، وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے علم میں نہ تھا (جب انہوں نے اسے ولی عہد بنایا)۔ تم اس بدگمانی سے بچو کہ وہ اس کے فسق و فجور سے واقف تھے کیونکہ آپ کا مرتبہ و مقام اس سے بہت بلند ہے (کہ وہ یزید کے فسق و فجور سے آگاہ ہونے کے باوجود اسے ولی عہد بنادیں)۔ (مقدمہ ابن خلدون: ۳۷۵)

انہوں نے امت کو منتشر سے بچانا چاہا اور یزید کو کوئی عہد نہ دیا لیکن ان کا یہ فیصلہ اجتہادی خطا ثابت ہوا اور یزید کی حکومت سے امت کو ناقابلِ حلافی نقصان پہنچانا ہم یزید کے نسق و نچوڑ اور تمام کړتوتوں کا ذمہ دار وہ خود ہے، حضرت امیر معاویہ ؓ نہیں کیونکہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے،
وَلَا تَقْرُؤْ وَابْرَةَ "وَرَزَّ اُنْخَوٰی"۔ "اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی"۔ (بنی اسرائیل: ۱۵، کنز الایمان)
شہادتِ امام حسین ؓ:

رجب ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد بنی ہاشم نے مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو لکھا کہ ”حسین، ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے فوری طور پر بیعت لے لو اور جب تک وہ بیعت نہ کریں انہیں مت چھوڑو“۔ (تاریخ کامل ج ۳: ۱۳)

امام حسین ؑ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا اور مکہ تشریف لے گئے۔ آپ کے نزدیک یزید مسلمانوں کی امامت و سیادت کے ہرگز لائق نہیں تھا بلکہ فاسق و فاجر، شرابی اور ظالم تھا۔ امام حسین ؑ کو کوفیوں نے متعدد خطوط لکھے اور کئی قاصد بھیجے کہ آپ کو فتنے آئیں، ہمارا کوئی امام نہیں ہے، ہم آپ سے بیعت کریں گے۔ خطوط اور قاصدوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ امام حسین ؑ نے یہ سمجھا کہ مجھ پر انکی راہنمائی کے لیے اور انہیں فاسق و فاجر کی بیعت سے بچانے کے لیے جانا ضروری ہو گیا ہے۔ حالات سے آگہی کے لیے آپ مسلم بن عقیل ؓ کو کوفہ بھیجا جن کے ہاتھ پر بیٹھار لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی لیکن جب ابن زیاد نے دھمکیاں دیں تو وہ اپنی بیعت سے پھر گئے اور مسلم بن عقیل ؓ شہید کر دیے گئے۔ آپ کو انکی شہادت اور اہل کوفہ کی جد فانی کی خبر اسوقت ملی جب آپ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

امام حسینؑ کی شہادت کے تفصیلی واقعات جاننے کے لیے صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ کی کتاب "سوانح کربلا" کا مطالعہ کیجیے۔ مختصر یہ ہے کہ حسینی قافلے میں بچے، خواتین اور مرد لاکر بیاسی نفوس تھے جو کہ جنگ کے اربوے سے بھی نہیں آئے تھے۔ انکے مقابلے کے لیے یزیدی فوج بائیس ہزار سوار و پیادہ مسلح افراد پر مشتمل تھی۔ اسکے باوجود ظالموں نے بھلیات اطہار پر دریائے فرات کا پانی بند کر دیا۔ تین دن کے بھوکے پیاسے امام عالی مقام اپنے اٹھارہ (۱۸) بھلیات اور دیگر ۵۴ (۵۴) جانثاروں کے ہمراہ دس محرم ۶۱ھ کو کربلا میں نہایت بے دردی سے شہید کر دیے گئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ کیسے مبارک بکھرے ہوئے ہیں اور دست مبارک میں خون سے بھری ہوئی ایک بول ہے۔ میں عرض گزار ہوا، میرے ماں باپ آپ پر قربان! یہ کیا ہے؟ فرمایا، یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں دن بھر اسے جمع کرتا رہا ہوں۔ میں نے وہ وقت یاد رکھا بعد میں معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اسی وقت شہید کیے گئے تھے۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ)

حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ زار و قطار رو رہی تھیں۔ میں نے عرض کی، آپ کیوں روتی ہیں؟ فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ کبر اقدس اور داڑھی مبارک گرد آلود ہے۔ میں عرض گزار ہوئی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو کیا ہوا؟ تو آپ نے فرمایا، میں ابھی ابھی حسین کی شہادت گاہ سے آ رہا ہوں۔ (ترمذی)

امام حسینؑ کا سر اقدس جسم سے جدا کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ ابن زیاد ایک چھڑی آپ کے مبارک ہونٹوں پر مارنے لگا۔ صحابی رسول، حضرت زید بن ارقمؓ وہاں موجود تھے۔ ان سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ پکار اٹھے، ”ان لیوں سے چھڑی ہٹالو۔ خدا کی قسم! میں نے بارہا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رسول کریمؐ ان مبارک لیوں کو چومتے تھے۔“ یہ فرما کر وہ زار و قطار رونے لگے۔ ابن زیاد بولا، خدا کی قسم! اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو میں تجھے بھی قتل کروادیتا۔ (عمدة القاری شرح بخاری)

حضرت انس بن مالکؓ سے بھی ایسا ہی واقعہ مروی ہے جو ترمذی کے حوالے سے پہلے تحریر کیا جا چکا ہے۔

امام پاک اور یزید پلید:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یزید کا اس واقعہ سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا، جو کچھ کیا وہ ابن زیاد نے کیا۔ چند تاریخی شواہد پیش خدمت ہیں جن سے اہل حق و انصاف خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان تمام واقعات سے یزید کا کس قدر تعلق ہے۔ عظیم مؤرخ علامہ طبری رحمہ فرماتے ہیں، یزید نے ابن زیاد کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ ”مسلم بن عقیل کو جہاں پاؤ قتل کر دو یا شہر سے نکال دو“۔ (تاریخ طبری ج ۳: ۱۷۶)

پھر جب مسلم بن عقیلؓ اور ہانی کو شہید کر دیا گیا تو ابن زیاد نے ان دونوں کے سر کاٹ کر یزید کے پاس دمشق بھیجے۔ اس پر یزید نے ابن زیاد کو خط لکھ کر اس کا شکریہ ادا کیا۔ (تاریخ کامل ج ۲: ۳۶۰) یہ بھی لکھا، ”جو میں چاہتا تھا تو نے وہی کیا تو نے عاتقانہ کام اور دلیرانہ حملہ کیا“۔ (تاریخ طبری ج ۳: ۱۷۳) اب یہ بھی جان لیجیے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد یزید کا پہلا رد عمل کیا تھا؟ علامہ ابن جریر طبری رحمہ لکھتے ہیں، ابن زیاد نے امام حسینؑ کا سر اقدس آپ کے قاتل کے ہاتھ یزید کے پاس بھیج دیا۔ اس نے وہ سر اقدس یزید کے سامنے رکھ دیا۔ اس وقت وہاں صحابی رسول، حضرت ابو ہریرۃؓ الاصلیؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ یزید ایک چھڑی امام حسینؑ کے مبارک لیوں پر مارنے لگا اور اس نے یہ شعر پڑھے، ”انہوں نے ایسے لوگوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیا جو ہمیں عزیز تھے لیکن وہ بہت نافرمان اور ظالم تھے۔“

حضرت ابو ہریرۃؓ سے برداشت نہ ہو سکا اور انہوں نے فرمایا، ”اے یزید! اپنی چھڑی کو ہٹالو۔ خدا کی قسم! میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول کریمؐ اس مبارک منہ کو چومتے تھے۔“ (تاریخ طبری ج ۳: ۱۸۱)

مشہور مؤرخین علامہ ابن کثیر رحمہ نے البدایہ والنہایہ میں اور علامہ ابن اثیر رحمہ نے تاریخ کامل میں اس واقعہ کو تحریر کیا ہے۔ اس میں یہ زائد ہے کہ حضرت ابو ہریرۃؓ نے یہ بھی فرمایا، ”بلاشبہ یہ قیامت کے دن آئیں گے تو حضرت محمد مصطفیٰؐ ان کے شفیع ہونگے اور اے یزید! جب تو آئے گا تو تیرا سفارشی ابن زیاد ہوگا۔“ پھر وہ کھڑے ہوئے اور محفل سے چلے گئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸: ۱۹۷)

اب آپ خود ہی فیصلہ کیجیے کہ امام حسینؑ کی شہادت پر یزید کو کس قدر افسوس اور دکھ ہوا تھا۔ جو سنگدل نواسہ رسولؐ کے سر اقدس کو اپنے سامنے رکھ کر متکبرانہ شعر پڑھتا ہے اور ان مبارک لیوں پر اپنی چھڑی مارتا ہے جو محبوب کبریاؐ اکبر چوما کرتے تھے، کیا دلہنت و لامنت کا مستحق نہیں؟

اہلبیت نبوت سے اس کی عداوت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب اہلبیت نبوت کا یہ مصیبت زدہ قافلہ ابن زیاد نے یزید کے پاس بھیجا تو اس نے ملک شام کے امراء اور درباریوں کو جمع کیا پھر بھرے دربار میں خانوادہ نبوت کی خواتین اسکے سامنے پیش کی گئیں اور اس کے سب درباریوں نے یزید کو اس فتح پر مبارکباد دی۔ (طبری ج ۳: ۱۸۱، البدایہ والنہایہ ج ۸: ۱۹۷)

یزید کے خرب باطن اور عداوت اہلبیت کی ایک اور شرمناک مثال ملاحظہ کیجیے۔ اس عام دربار میں ایک شامی کھڑا ہوا اور اہلبیت میں سے سیدہ فاطمہ بنت حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا، یہ مجھے بخش دو۔ معصوم سیدہ یہ سن کر لرز گئی اور اس نے اپنی بڑی بہن سیدہ زینبؑ رضی اللہ عنہا کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیا۔ حضرت زینبؑ رضی اللہ عنہا نے گرج کر کہا تو جھوٹ بکاتا ہے۔ یہ نہ تجھے مل سکتی ہے اور نہ اس یزید کو۔

یزید بن کثیر میں آگیا اور بولا، تم جھوٹ بولتی ہو۔ خدا کی قسم! یہ میرے قبضے میں ہے اور اگر میں اسے دینا چاہوں تو دے سکتا ہوں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے گرجا آواز میں کہا، ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! تمہیں ایسا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے کوئی حق نہیں دیا۔ سوائے اسکے کہ تم اعلانِ ہماری امت سے نکل جاؤ اور ہمارے دین کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کر لو۔

یزید نے طیش میں آ کر کہا، تو ہمارا مقابلہ کرتی ہے، تیرا باپ اور تیرے بھائی دین سے خارج ہو گئے ہیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا، اللہ کے دین اور میرے باپ، میرے بھائی اور میرے نانا کے دین سے تو نے، تیرے باپ نے اور تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے۔ یزید نے کہا، تو نے جھوٹ بولا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا، تو زبردستی ایڑا مٹا رہا ہے، تو ظالم ہو کر گالیاں دیتا ہے اور اپنے اقتدار سے غالب آتا ہے۔ یزید بن کثیر کو چپ ہو گیا۔ اُس شامی نے پھر وہی سوال کیا تو یزید نے کہا، دور ہو جا، خدا تجھے موت دے۔ (تاریخ طبری ج ۳: ۱۸۱، البدایہ والنہایہ ج ۸: ۱۹۷)

بعض لوگ یزید کے غمگینوں وندامت کا ذکر کر کے اسے بے قصور ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کی ندامت کی حقیقت علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ کے قلم سے پڑھیے۔

وہ قسطنطنیہ میں، "جب امام عالی مقام کا سر تقدس یزید کے پاس پہنچا تو یزید کے دل میں ابن زیاد کی قدر و منزلت بڑھ گئی اور جو اس نے کیا تھا اس پر یزید بڑا خوش ہوا۔ لیکن جب اسے یہ خبر ملی کہ اس وجہ سے لوگ اس سے نفرت کرنے لگے ہیں، اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اسے گالیاں دیتے ہیں تو پھر وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر نام نہاد ہوا۔" (تاریخ کامل ج ۳: ۸۷)

پھر اس نے کہا، "ابن زیاد نے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے مجھے مسلمانوں کی نگاہوں میں مبغوض بنا دیا ہے، انکے دلوں میں میری بدولت بھردی ہے اور ہر نیک و بد شخص مجھ سے نفرت کرنے لگا ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے میں نے بڑا ظلم کیا ہے۔ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے اور اس پر غضب نازل کرے، اس نے مجھے برا دکر دیا۔" (ایضاً)

یزید کی ندامت و پشیمانی کی وجہ آپ نے پڑھ لی ہے۔ اس ندامت کا عدل و انصاف سے ذرا سا بھی تعلق نہیں ورنہ ایک عام مسلمان بھی قتل کر دیا جائے تو قاتل سے قصاص لینا حاکم پر فرض ہوتا ہے۔ یہاں تو خاندانِ نبوت کے قتل عام کا معاملہ تھا۔ ابن زیاد، ابن سعد، شمر ملعون وغیرہ سے قصاص لینا تو درکنار کسی کو اس کے عہدے سے برطرف تک نہ کیا گیا اور نہ ہی کوئی تادیبی کارروائی ہوئی۔

یزید فاسق و فاجر تھا:

بعض جہلاء کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ پر لازم تھا کہ وہ یزید کی اطاعت کرتے۔ اس خیال بد کے رد میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "یزید امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے میرے کیسے ہو سکتا تھا اور مسلمانوں پر اسکی اطاعت کیسے لازم ہو سکتی تھی جبکہ اس وقت کے صحابہ کرام اور صحابہ کی جو اولاد موجود تھی، سب اس کی اطاعت سے بیزار اور کالعدم کر چکے تھے۔ مدینہ منورہ سے چند لوگ اسکے پاس شام میں زبردستی پہنچائے گئے تھے۔ وہ یزید کے ناپسندیدہ اعمال دیکھ کر واپس مدینہ چلے آئے اور عارضی بیعت کو فتح کر دیا۔ ان لوگوں نے بولا کہ یزید خدا کا دشمن ہے، شراب نوش ہے، تارکِ اصول و ہے، زانی ہے، فاسق ہے اور محارم سے محبت کرنے سے بھی باز نہیں آتا۔" (تکمیل الایمان: ۱۷۸)

یزید کے فسق و فجور کے متعلق اکابر صحابہ و تابعین کے اقوال تاریخ طبری، تاریخ کامل اور تاریخ الخلفاء میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر حضرت عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ، عیسیٰ بن عمار کا ارشاد پیش خدمت ہے۔

آپ فرماتے ہیں، "خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اُس وقت اٹھ کھڑے ہوئے جب ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ (اسکی بدکاریوں کی وجہ سے) ہم پر کہیں آسمان سے پتھر نہ برس پڑیں کیونکہ یہ شخص ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیتا تھا، شراب پیتا تھا اور نماز چھوڑتا تھا۔"

(تاریخ الخلفاء: ۳۰۴)

مشہور مفسر علامہ محمود آلوسی، محد قنطر ازہیں، میرے نزدیک یزید بھی معین شخص پر لعنت کرنا قطعاً جائز ہے اور اس جیسے فاسق کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ظاہر یہی ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی اور اسکی توبہ کا احتمال اسکے ایمان سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ یزید کے ساتھ ابن زیاد، ابن سعد اور اسکی جماعت کو بھی شامل کیا جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہواں سب پر، انکے ساتھیوں اور مددگاروں پر اور انکے گروہ پر اور جو بھی انکی طرف مائل ہو قیامت تک اور اسوقت تک کہ کوئی بھی آنکھ ابو عبد اللہ حسین (علیہ السلام) پر آنسو بہائے۔“ (روح المعانی ج ۲۶: ۲۶۶)

پس ثابت ہو گیا کہ یزید پلید لعنت کا مستحق ہے۔ البتہ ہمارے نزدیک اس ملعون پر لعنت بھیجنے میں وقت ضائع کرنے سے بہتر ہے کہ ذکر الہی میں اور نبی کریم ﷺ اور انکی آل پر درود و سلام پڑھنے میں مشغول رہا جائے۔

مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ پر حملہ:

جب ۶۳ھ میں یزید کو یہ خبر ملی کہ ہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی ہے تو اس نے ایک عظیم لشکر مدینہ منورہ پر حملہ کے لیے روانہ کیا۔ علامہ ابن کثیر، محد اس لشکر کے سالار اور اسکے سپاہ کار ناموں کے متعلق لکھتے ہیں،

”مسلم بن عقبہ جسے اسلاف سرف بن عقبہ کہتے ہیں، محد اس کو ذلیل و سوا کرے، وہ ہذا اجامل اور اجڈ بوڑھا تھا۔ اس نے یزید کے حکم کے مطابق مدینہ طیبہ کو تین دن کے لیے مباح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ یزید کو کبھی جزائے خیر نہ دے، اس لشکر نے بہت سے بزرگوں اور قاریوں کو قتل کیا اور اموال لوٹ لیے۔“ (البدایہ والنہایہ ج ۸: ۲۴۰)

مدینہ طیبہ کو مباح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں جس کو چاہا قتل کرو، جو مال چاہا لوٹ لو اور جسکی چاہا ہو آبروریزی کرو (اعیان اللہ)۔ یزیدی لشکر کے کثرت پڑھ کر ہر مومن خوف خدا سے کانپ جاتا ہے اور سکتہ میں آ جاتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو اس شخص نے حلال کر دیا جسے آج لوگ ہیز المؤمنین بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ علامہ ابن کثیر، محد لکھتے ہیں،

”یزیدی لشکر نے عورتوں کی عصمتیں پامال کیں اور کہتے ہیں کہ ان یام میں ایک ہزار کنواری عورتیں حاملہ ہوئیں۔“ (البدایہ ج ۸: ۲۴۱)

تاریخ میں اس واقعہ کو واقعہ حرہ کہا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت محد بریلوی، محد فرماتے ہیں، ”شک نہیں کہ یزید نے وائی ملک ہو کر زمین میں نسا د پھیلایا، حرین طہین و خود کعبہ معظمہ و روضہ طیبہ کی سخت بے حریتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیٹاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبوی بے اذان و نماز رہی، مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ کرام یحییٰ بے گناہ شہید کیے گئے۔ کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، خلاف شریف پھاڑا اور جلا یا، مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں۔“ (عرفان شریعت)

حضرت سعید بن مسیب (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ یام حرہ میں مسجد نبوی میں تین دن تک اذان و اقامت نہ ہوئی۔ جب بھی نماز کا وقت آتا تو میں تیر انور سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا تھا۔ (دارمی، مشکوٰۃ، وقام الوفاء)

بقول علامہ سیوطی، محد، ”جب مدینہ پر لشکر کشی ہوئی تو وہاں کا کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس لشکر سے پناہ میں رہا ہو۔ یزیدی لشکر کے ہاتھوں ہزاروں صحابہ شہید ہوئے، مدینہ منورہ کو خوب لوٹا گیا، ہزاروں کنواری لڑکیوں کی آبروریزی کی گئی۔“

مدینہ منورہ تباہ کرنے کے بعد یزید نے اپنا لشکر حضرت عبد اللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) سے جنگ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ بھیج دیا۔ اس لشکر نے مکہ پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا اور ان پر منہجین سے پتھر برسائے۔ ان پتھروں کی چنگاریوں سے کعبہ شریف کا پردہ جل گیا، کعبہ کی چھت اور اس دنبہ کا سینک جو حضرت اسماعیل کے مذہب میں جنت سے بھیجا گیا تھا اور وہ کعبہ کی چھت میں آویزاں تھا، سب کچھ جل گیا۔ یہ واقعہ صفر ۶۳ھ میں ہوا اور اس کے اگلے ماہ یزید مر گیا۔ جب یہ خبر مکہ پہنچی تو

یزیدی لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ (تاریخ الخلفاء: ۳۰۷)

اب اہل مدینہ پر مظالم ڈھانے والوں کے انجام کے متعلق تین احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مدینے والوں کے ساتھ جو بھی مکر کرے گا وہ یوں پکھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ (بخاری)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے، جو اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا اللہ تعالیٰ اسے اس طرح پکھلائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ (مسلم)

حضور ﷺ نے فرمایا، جو اہل مدینہ کو ظلم سے خوفزدہ کرے گا، اللہ اسکو خوفزدہ کریگا، اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن نہ اس کے فرض قبول ہو گئے نہ نفل۔ (جذب القلوب، وفاء الوفاء)

کیا یزید مغفور ہے؟

بعض یزیدی فکر کے علمبردار یزید کو جنتی ثابت کرنے کے لیے بخاری شریف کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا، اوّل جنّہ من اُمّیّ بنی نَعْمُوْنَ مَدِیْنَةُ قَبْصَرٍ مَغْفُوْرٍ“ لَھُمْ۔ (بخاری کتاب الجہاد)

”میری امت کا پہلا لشکر جو قبصر کے شہر پر جنگ کرے گا، وہ مغفور یعنی بخشا ہوا ہے۔“

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ قبصر کے شہر پر جس اسلامی لشکر نے سب سے پہلے حملہ کیا اس میں یزید ہرگز نہیں تھا۔ علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

”اور اسی سال (یعنی ۴۰ھ) میں اور کہا گیا ہے کہ ۵۰ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بلا دروم کی طرف بھیجا اور سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کا امیر بنایا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس لشکر میں شریک ہونے کا حکم دیا لیکن یزید اس لشکر میں نہ گیا اور حیلے بہانے شروع کر دیے اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسکو بھیجنے سے رک گئے۔ اس جنگ میں لوگ بھوک پیاس اور سخت بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ جب یزید کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے (خوش ہو کر) یہ اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

”مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ ان لشکروں پر بخار اور تنگی و تکلیف کی بلاؤں کی وجہ سے مقام فرقدونہ میں کیا گزری۔ جبکہ میں دیرمڑ ان میں اونچی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوں اور میرے پیلو میں ام کلثوم موجود ہے۔“

ام کلثوم یزید کی جدی تھی۔ یزید کے یہ شعار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچے تو انہوں نے قسم کھائی کہ اب میں یزید کو ضرور سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس سرزمین روم بھیجوں گا تا کہ یہ بھی ان مصائب میں مبتلا ہو جو ان لوگوں کو پہنچے ہیں۔

(تاریخ کامل ج ۳ ص ۲۵۸)

یہی واقعہ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں جلد ۳ صفحہ ۴۰ پر تحریر کیا ہے۔ مورخین کی اس کو اسی سے چند باتیں ثابت ہوئیں۔

۱۔ حدیث پاک میں مغفرت کی بشارت پہلے لشکر کے لیے ہے اور پہلے لشکر میں یزید نہیں تھا اس لیے وہ اس بشارت کا مصداق ہرگز نہیں ہوا۔ نیز اس لشکر کا امیر یزید نہیں بلکہ سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔

۲۔ یزید کو جہاد سے کوئی رغبت نہ تھی اسی لیے حیلے بہانوں سے جہاد پر نہ گیا۔ یہی نہیں بلکہ اس کے دل میں مجاہد بن اسلام کے لیے بھی ذرا سی ہمدردی نہ تھی اس لیے اس نے ان کی پریشانیوں کا مذاق اڑایا اور اپنے عیش کرنے پر فخر کیا۔

۳۔ یزید کے اشعار کے باعث حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے دوسرے لشکر میں بطور سزا کے بھیجا۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ بغیر اخلاص کے کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ پس سزا کے طور پر جہاد پر بھیجا جانے والا کیونکر اجر کا مستحق ہو سکتا ہے؟

محدثین کرام فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ”مَغْفُوْرٌ“ لَھُمْ عام ہے لیکن کسی خاص دلیل کی وجہ سے اس عموم میں شامل کسی فرد کو خارج کیا جاسکتا

ہے۔ مثلاً حدیث پاک ہے، **مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ**۔ یعنی جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنتی ہو گیا۔ اگر کوئی شخص صرف زبان سے یہ کلمہ کہہ دے اور دل سے اس کا قائل نہ ہو تو کیا وہ جنتی ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ اگر بالفرض کوئی زبان و دل سے یہ کلمہ کہتا ہے مگر بعد میں مرتد یا بد مذہب ہو جاتا ہے تو وہ اس خاص دلیل کے باعث اس بشارت کے عموم سے خارج ہو جائے گا۔ بالفرض محال اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یزید اس پہلے لشکر میں جہاد کی نیت سے شریک ہوا تھا تب بھی امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم، اس پر خوشی، ہلبیت کی اہانت، مدینہ منورہ پر حملہ، مسلمانوں کا قتل عام، مکہ مکرمہ پر فوج کشی وغیرہ یزید کے ایسے سیاہ کرتوت ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اسے مغفرت کی بشارت سے خارج کر دینے کے لیے کافی ہے۔

شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ اس حدیث کو یزید کے لیے بطور تعریف سمجھنے والوں کے جواب میں فرماتے ہیں، ”میں کہتا ہوں، یزید کے لیے اس حدیث میں تعریف کا کون سا پہلو ہے جبکہ اس کا حال (سیاہ کرتوتوں پر مبنی) خوب مشہور ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ حضور ﷺ نے اس لشکر کے حق میں مغفور“ ٹھہر فرمایا ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں کہ وہ کسی دوسری دلیل سے اس سے خارج بھی نہ ہو سکے۔ اہل علم کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد **مَغْفُورٌ** ”ٹھہر“ میں وہی لوگ داخل ہیں جو مغفرت کے مستحق ہیں۔ چنانچہ ان میں سے اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو وہ اس بشارت کے عموم میں داخل نہیں ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ مغفور وہی ہوگا جس میں مغفرت کی شرط پائی جائے گی۔“ (عمدة القاری شرح بخاری)

ایسا ہی مضمون شارح بخاری امام تہطاہی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں تحریر کیا ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ یزید پلید ہرگز بخاری کی مذکورہ حدیث کا مصداق نہیں ہے۔

یزید کس حدیث کا مصداق ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کو **مَآكِنَ وَمَا يَكُونُ** (یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا) کا علم عطا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، **عَلَيْهِمُ الْغَيْبُ فَلَا يَنْظُرُونَ** عَلَي غَيْبِهِمْ أَهْلًا إِلَّا مَن ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ۔

”اللہ (غیب کا جاننے والا) ہے (جسے) تو اپنے غیب پر کسی کو مسلا نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے“۔ (الحج: ۲۶، ۲۷، کنز الایمان)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیب جاننے والے آقا و مولا ﷺ نے ایک دن ابتدائے تخلیق سے لے کر جنتیوں کے جنت میں جانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کے تمام حالات و واقعات بیان فرمادیے۔ جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔ (صحیح بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے ابتدائے تخلیق سے لے کر قیامت تک ہونے والے تمام فتنوں اور واقعات کو بیان فرمادیا۔ اور آپ نے یزیدی فتنہ کی خبر اس حدیث میں دی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لوگوں کے ہاتھوں ہوگی۔ یہ سن کر مروان نے کہا، ان لوگوں پر اللہ کی لعنت۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر میں چاہوں تو بتا دوں کہ وہ قلاں بن قلاں اور قلاں بن قلاں ہیں۔ (صحیح بخاری)

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے نام اور شکلیں بھی جانتے تھے لیکن فتنہ فساد کے خوف سے آپ نے انہیں ظاہر نہیں فرمایا۔ اس سے مراد یزید بن معاویہ، ابن زبیا اور انکی مثل بنی امیہ کے دوسرے فوجواں ہیں۔ اللہ ان کو ذلیل کرے۔

بیشک انہی کے ذریعے ہلبیت کا قتل، انہیں قید کرنا اور اکابر مہاجرین و انصار صحابہ کرام کا قتل وقوع پذیر ہوا ہے۔ حجاج جو عبد الملک بن مروان کا امیر الامراء تھا

اور سلیمان بن عبد الملک اور انکی اولاد سے مسلمانوں کے جان و مال کی جو تباعی ہوئی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ (مجموعہ الفوائد شرح مشکوٰۃ)
ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے ہوئے بھی دعا کیا کرتے، اُلیٰ! مجھے ساٹھ ہجری کے سال اور لڑکوں کی حکومت
دیکھنے سے بچا۔

(فتح الباری شرح بخاری ج ۱۳: ۸)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ ساٹھ ہجری میں یزید کی حکومت ہوگی اور اسکے قبیح حالات کو وہ صادق و مصدوق رحمہ اللہ کے
بتانے سے جانتے تھے اس لیے انہوں نے اس سال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی۔ (الصواعق المحرقة)
محدث علی قاری رحمہ اللہ اس کے تحت لکھتے ہیں،

اس سے مراد جلیل لڑکوں کی حکومت ہے جیسے یزید بن معاویہ اور حکم بن مروان کی اولاد اور ان جیسے دوسرے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)
حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس حدیث میں اشارہ ہے کہ پہلا لڑکا ساٹھ ہجری میں ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا، یزید بن معاویہ ساٹھ ہجری میں خلیفہ بنا
اور چونسٹھ ہجری میں مرگیا۔ (فتح الباری شرح بخاری ج ۱۳: ۸)

مسند ابویعلیٰ میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، میری امت عدل و انصاف پر قائم رہے گی یہاں تک کہ بنی امیہ میں یزید
نامی ایک شخص ہوگا جو اس عدل میں رخنہ اندازی کرے گا۔ (تاریخ الخلفاء: ۳۰۵)

خلاصہ یہ ہے کہ ان احادیث کا مصداق یزید ہے جن میں امت کی ہلاکت کا باعث لڑکوں کو بتایا گیا ہے نیز ”لأمة الضعفاء“ سے مراد بھی یزید کی حکومت ہے۔
علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے پاس کسی شخص نے یزید کو امیر المؤمنین کہہ دیا۔ آپ نے اس سے فرمایا تو اُسے
امیر المؤمنین کہتا ہے؟ پھر آپ نے حکم دیا کہ یزید کو امیر المؤمنین کہنے والے کو تین کوڑے مارے جائیں۔ (تاریخ الخلفاء: ۳۰۵،
الصواعق المحرقة: ۳۳۲)

☆☆☆☆

صحابہ و اہل بیت کی باہم محبت:

بعض لوگ اہلیت اطہار رضی اللہ عنہم کی شان اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان کی خاصیت اور لڑائی تھی یونہی اس کے بالعکس بعض لوگ شان
صحابہ اسی انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلیت اطہار رضی اللہ عنہم کے درمیان بیحد محبت تھی۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ
وہ ایک دوسرے کی فضیلت پر احادیث بیان کرتے ہیں۔

جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جاتا ہے کہ لوگوں میں سے رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا؟ تو آپ فرماتی ہیں، فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

پھر پوچھا جاتا ہے کہ مردوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا؟ فرماتی ہیں، اُن کے شوہر یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ (ترمذی)

اسی طرح جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا جاتا ہے کہ لوگوں میں سے رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا؟ تو آپ فرماتی ہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا۔

پھر پوچھا جاتا ہے کہ مردوں میں سے کون زیادہ محبوب تھا؟ تو آپ فرماتی ہیں، اُن کے والد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ (بخاری)

اگر خدا نخواستہ اُنکے درمیان کوئی خاصیت یا رنجش ہوتی تو وہ ایسی احادیث بیان نہ کرتے۔ ایسی کئی احادیث اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکی ہیں، مزید چند
احادیث پر قلم فرماتا ہوں۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی باہم محبت:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کس قدر محبت تھی، اس کا اندازہ اس حدیث پاک سے کیجیے۔ قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا، آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ”میں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ پہل صراط پر سے صرف وہی گزر کر جنت میں جائے گا جس کو علی وہاں سے گزرنے کا پروانہ دیں گے۔“ اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے اور فرمایا، ”اے ابو بکر! آپ کو بتا رہا ہوں۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ (اے علی!) پہل صراط پر سے گزرنے کا پروانہ صرف اُسی کو دینا جس کے دل میں ابو بکر کی محبت ہو۔“

(الریاض المحمدية في مناقب المشرقة ج ۲: ۱۵۵ مطبوعہ مصر)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ایک دن مشرکین نے رسول کریم ﷺ کو اپنے نزع میں لے لیا۔ وہ آپ کو گھیر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم وہی ہو جو کہتا ہے کہ ایک خدا ہے۔ خدا کی قسم! کسی کو ان مشرکین سے مقابلہ کی جرأت نہیں ہوئی سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے۔ وہ آگے بڑھے اور مشرکین کو مار مار کر اور دھکے دے دے کر ہٹاتے جاتے اور فرماتے جاتے، تم پر غم نہ ہو، تم پر غم نہ ہو، تم پر غم نہ ہو۔ یہ شخص کو لینا پہنچا رہے ہو جو یہ کہتا ہے کہ ”میرا رب صرف اللہ ہے۔“ یہ فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی تر ہو گئی۔

پھر فرمایا، اے لوگو! یہ بتاؤ کہ آل فرعون کا مومن اچھا تھا یا ابو بکر رضی اللہ عنہ اچھے تھے؟ لوگ یہ سن کر خاموش رہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا، لوگو! جواب کیوں نہیں دیتے۔ خدا کی قسم! ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ایک لمحہ آل فرعون کے مومن کی ہزار ساعتوں سے بہتر اور برتر ہے کیونکہ وہ لوگ اپنا ایمان لڑکی وجہ سے چھپاتے تھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان کا اظہار علی الاعلان کیا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۰۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا اور وہ صرف ایک کپڑا اوڑھے بیٹھے تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر بیساختہ میری زبان سے نکلا، کوئی محفہ الا اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب نہیں جتنا یہ کپڑا اوڑھنے والا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۲۲، ابن مساکر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کر کے کھڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ منتظر رہے کہ دیکھیں کون ان کے لیے جگہ بناتا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ اپنی جگہ سے اٹھ گئے اور فرمایا، اے ابوالحسن! یہاں تشریف لے آئیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان بیٹھ گئے۔ اس پر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ نے فرمایا، ”اہل فضل کی فضیلت کو صاحب فضل ہی جانتا ہے۔“ اسی طرح سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بھی تعظیم کیا کرتے۔ (الصواعق المحرقة: ۲۶۹)

ایک روز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں منبر پر تشریف فرما تھے کہ اس دوران امام حسن رضی اللہ عنہ آگے جو کہ اس وقت بہت کم عمر تھے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کہنے لگے، میرے بابا جان کے منبر سے نیچے اتر آئیے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ”تم سچ کہتے ہو۔ یہ تمہارے بابا جان ہی کا منبر ہے۔“ یہ فرما کر آپ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں اٹھا لیا اور انگلیاں ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا، خدا کی قسم! میں نے اس سے کچھ نہیں کہا تھا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آپ سچ کہتے ہیں، میں آپ کے متعلق غلط گمان نہیں کرتا۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۳۷، الصواعق المحرقة: ۲۶۹)

ابن عبد البر مدنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اکثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھا کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا، میں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (الصواعق المحرقة: ۲۶۹)

ایک روز سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ آگے آپ نے انہیں دیکھ کر لوگوں سے فرمایا، جو کوئی رسول کریم ﷺ کے قریبی لوگوں میں سے عظیم المرتبت، قرابت کے لحاظ سے قریب تر، افضل اور عظیم تر حق کے حامل شخص کو دیکھ کر خوش ہونا چاہیے وہ اس آنے والے کو دیکھے۔ (الصواعق المحرقة: ۲۷۰)

سیدنا ابوبکر ؓ کے سب سے زیادہ بہادر ہونے سے متعلق سیدنا علی ؓ کا ارشاد پہلے تحریر ہو چکا، اگر ان کے مابین کسی قسم کی رنجش ہوتی تو کیا یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کی فضیلت بیان فرماتے؟ یہ احادیث مبارکہ ان کی باہم محبت کی واضح مثالیں ہیں۔

سیدنا عمر ؓ و سیدنا علی ؓ کی باہم محبت:

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ دو روز قاروقی میں مدائن کی فتح کے بعد حضرت عمر ؓ نے مسجد نبوی میں مال غنیمت جمع کر کے تقسیم کرنا شروع کیا۔ امام حسن ؓ تشریف لائے تو انہیں ایک ہزار درہم نذر کیے۔ پھر امام حسین ؓ تشریف لائے تو انہیں بھی ایک ہزار درہم پیش کیے۔ پھر آپ کے صاحبزادے عبداللہ ؓ آئے تو انہیں پانچ سو درہم دیے۔ انہوں نے عرض کی، اے امیر المؤمنین! جب میں عید رسالت میں جہاد کیا کرتا تھا اس وقت حسن و حسین بچے تھے اور گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ جبکہ آپ نے انہیں ہزار ہزار درہم دے دیے۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا، تم عمر کے بیٹے ہو جبکہ ان کے والد علی المرتضیٰ، والدہ فاطمہ الزہراء، اماں رسول اللہ ﷺ، مانی خدیجہ الکبریٰ، چچا جعفر طیار، پھوپھی ام ہانی، ماموں ام ایمن بن رسول اللہ ﷺ، خالہ رقیہ و ام کلثوم و زینب رسول کریم ﷺ کی بیٹیاں ہیں۔ اگر تمہیں ایسی فضیلت ملتی تو تم ہزار درہم کا مطالبہ کرتے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر ؓ خاموش ہو گئے۔

جب اس واقعہ کی خبر حضرت علی ؓ کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا، میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ”عمر اہل جنت کے چراغ ہیں“۔ حضرت علی ؓ کا یہ ارشاد حضرت عمر ؓ تک پہنچا تو آپ بعض صحابہ کے ہمراہ حضرت علی ؓ کے گھر تشریف لائے اور دریافت کیا، اے علی! کیا تم نے سنا ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اہل جنت کا چراغ فرمایا ہے۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا، ہاں! میں نے خود سنا ہے۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا، اے علی! میری خواہش ہے کہ آپ یہ حدیث میرے لیے تحریر کر دیں۔ سیدنا علی ؓ نے یہ حدیث لکھی، ”یہ وہ بات ہے جس کے ضامن علی بن ابی طالب ہیں عمر بن خطاب ؓ کے لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ان سے جبریل ؑ نے، ان سے اللہ تعالیٰ نے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سِرَاجُ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

عمر بن خطاب اہل جنت کے چراغ ہیں۔“

سیدنا علی ؓ کی یہ تحریر حضرت عمر ؓ نے لے لی اور وصیت فرمائی کہ جب میرا سال ہو تو یہ تحریر میرے کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ آپ کی شہادت کے بعد وہ تحریر آپ کے کفن میں رکھ دی گئی۔ (ازلہ الخفاء، الریاض النضرۃ ج: ۲ ص: ۲۸۲)

اگر ان کے مابین کسی قسم کی خصامت ہوتی تو کیا یہ دونوں حضرات ایک دوسرے کی فضیلت بیان فرماتے؟ یہ واقعہ ان کی باہم محبت کی بہت عمدہ دلیل ہے۔

دارقطنی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر ؓ نے حضرت علی ؓ سے کوئی بات پوچھی جس کا انہوں نے جواب دیا۔ اس پر حضرت عمر ؓ نے فرمایا، اے ابوالحسن! میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی تہاہ چاہتا ہوں کہ میں ایسے لوگوں میں رہوں جن میں آپ نہ ہوں۔ (الصواعق المرقۃ: ۲۷۲)

اسی طرح جب رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ”اے اللہ! جس کا میں دوست ہوں اس کے علی بھی دوست ہیں۔ اے اللہ! اس سے دوستی رکھ جو ان سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو ان سے دشمنی رکھے۔“ اس کے بعد حضرت عمر ؓ ان سے ملے تو فرمایا، اے ابی ابوطالب! آپ کو مبارک ہو کہ آپ ہر صبح و شام ہر ایمان والے مرد و عورت کے دوست ہیں۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ)

دارقطنی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ دو بدو کسی جنگڑے میں حضرت عمر ؓ کے پاس آئے تو آپ نے حضرت علی ؓ کو انکا فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔ ان میں سے

ایک بولا، یہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا؟ اس پر حضرت عمرؓ نے اسکا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا، تیرا اہم ہو۔ تجھے علم ہے کہ یہ کون ہیں؟ یہ تیرے اور ہر مومن کے آقا ہیں اور جس کے یہ آقا نہیں وہ مومن ہی نہیں۔ (الصواعق المحرقة: ۲۷۲)

اس واقعہ سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ سے کس قدر محبت تھی۔

حضرت عمرؓ اور سلطنت کے وقت کسی سے نہیں ملتے تھے۔ آپ کے صاحبزادے عبداللہؓ نے ملاقات کی اجازت طلب کی تو نہیں ملی۔ اس دوران امام حسنؓ بھی ملاقات کے لیے آگئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ابن عمرؓ کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی اجازت نہیں ملے گی۔ یہ سوچ کر واپس جانے لگے۔

کسی نے حضرت عمرؓ کو اطلاع کر دی تو آپ نے فرمایا، انہیں میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آئے تو فرمایا، آپ نے آنے کی خبر کیوں نہ کی؟ امام حسنؓ نے کہا، میں نے سوچا، جب بیٹے کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہیں ملے گی۔

آپ نے فرمایا، وہ عمر کا بیٹا ہے اور آپ رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں اس لیے آپ اجازت کے زیادہ حقدار ہیں۔ عمرؓ کو جو عزت ملی ہے وہ اللہ کے بعد اسکے رسول ﷺ اور اہلبیت کے ذریعے ملی ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آئندہ جب آپ آئیں تو اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں۔ (الصواعق المحرقة: ۲۷۲)

ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں جس سے سیدنا عمرؓ کی نبیؐ میں محبت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ جب شدید علیل ہو گئے تو آپ نے کھڑکی سے سر مبارک باہر نکال کر صحابہ سے فرمایا، اے لوگو! میں نے ایک شخص کو تم پر خلیفہ مقرر کیا ہے کیا تم اس کام سے راضی ہو؟

سب لوگوں نے شفق ہو کر کہا، اے خلیفہ رسول ﷺ ہم بالکل راضی ہیں۔ اس پر سیدنا علیؓ کھڑے ہو گئے اور کہا، وہ شخص اگر عمرؓ نہیں ہیں تو ہم راضی نہیں ہیں۔ سیدنا ابو بکرؓ نے فرمایا، بیشک وہ میری ہیں۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۵۰، ابن عساکر)

اسی طرح امام محمد باقرؓ، حضرت جابر انصاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وصال کے بعد حضرت عمرؓ کو غسل دیکر کفن پہنایا گیا تو حضرت علیؓ تشریف لائے اور فرمانے لگے، ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، میرے نزدیک تم میں سے کوئی شخص مجھے اس (حضرت عمرؓ) سے زیادہ محبوب نہیں کہ میں اس جیسا اعمال نامہ لیکر بارگاہ الہی میں حاضر ہوں۔ (تخصیص الشافی: ۲۱۹، مطبوعہ ایران)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات میں کس قدر پیار و محبت تھی۔ اور فاروقی تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ جب ایک حاسد شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حضرت علیؓ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ان کی خوبیاں بیان کیں پھر پوچھا، یہ باتیں تجھے بری لگیں؟ اس نے کہا، ہاں۔

آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و خوار کرے۔ جادفع ہوا اور مجھے نقصان پہنچانے کی جو کوشش کر سکتا ہو کر لے۔ (بخاری باب مناقب علی)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ”قیامت کے دن میرے حسب و نسب کے سوا ہر سلسلہ نسب منقطع ہو جائے گا۔“ اسی بناء پر سیدنا عمرؓ نے سیدنا علیؓ سے انکی صاحبزادی سیدہ ام کلثومؓ کو مباہرہ کا رشتہ مانگ لیا۔ اور ان سے آپ کے ایک فرزند زیدؓ پیدا ہوئے۔

حضرت علیؓ کا یہ ارشاد بھی قابل غور ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ”جب تم صالحین کا ذکر کرو تو حضرت عمرؓ کو کبھی فراموش نہ کرو۔“ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۵)

سیدنا علیؓ اور عظمت شیعین:

سیدنا علیؓ اور حضرت اشعث بن قیسؓ، ایک دوسرے کی خوشی کو اپنی خوشی اور دوسرے کے غم کو اپنا غم سمجھتے تھے۔ شیعہ عالم ابوالقاسم مجلسی نے جلاء المیون صفحہ ۱۶۸ پر لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کو نبی کریم ﷺ سے سیدہ فاطمہ کا رشتہ مانگنے کے لیے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہؓ کو نبی کریم ﷺ سے سیدہ فاطمہ کا رشتہ مانگنے کے لیے ضروری سامان خریدنے کے لیے سیدنا ابو بکرؓ کو ذمہ داری سونپی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابو بکرؓ کو رسول کریم ﷺ کے گھریلو معاملات میں بھی خاص قرب حاصل تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے جسم اقدس کے پاس کھڑا تھا کہ ایک صاحب نے میرے پیچھے سے آکر میرے کندھے پر اپنی کہنی رکھی اور فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے! بے شک مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں دوستوں (یعنی حضور اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کا ساتھ عطا کرے گا کیونکہ میں نے بار بار رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”میں تھا اور ابوبکر و عمر“ میں نے یہ کہا اور ابوبکر و عمر نے، ”میں چلا اور ابوبکر و عمر“ میں داخل ہوا اور ابوبکر و عمر نے، ”میں نکلا اور ابوبکر و عمر“ (رضی اللہ عنہما) میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ (بخاری کتاب السائب، مسلم کتاب الصفات الصالحہ)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے خصوصی قرب و محبت کے باعث سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے دلی محبت رکھتے تھے۔ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، میں نے خطبہ میں آپ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ”اے اللہ! ہم کو ایسی ہی صلاحیت عطا فرما جیسی تو نے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کو عطا فرمائی تھی“۔ ازر او کرم آپ مجھے ان ہدایت یاب خلفائے راشدین کے نام بتادیں۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا،

وہ میرے دوست ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ ان میں سے ہر ایک ہدایت کا امام اور شیخ الاسلام تھا۔ رسول کریم ﷺ کے بعد وہ دونوں قریش کے مقتدی تھے، جس شخص نے ان کی پیروی کی وہ اللہ تعالیٰ کی جماعت میں داخل ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء: ۲۶۷)

یہی واقعہ شیعہ حضرات کی کتاب تلخیص الثانی جلد ۳ صفحہ ۳۱۸ پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدظلہ فرماتے ہیں، یہ بات صحیح روایات سے ثابت اور تواتر سے نقل ہوتی چلی آئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں اپنے رفقاء کے سامنے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف و توصیف کے ساتھ ساتھ ان کی افضلیت کو برملا اور علانیہ بیان کرتے رہے ہیں۔ علامہ ذہبی، مدظلہ نے انسی (۸۰) سے زیادہ حضرات سے صحیح سندوں کے ساتھ ثابت کیا ہے اور صحیح بخاری کے حوالے سے بھی بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نبی کریم ﷺ کے بعد سب لوگوں سے افضل ترین ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ۔ آپ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر آپ؟ تو آپ نے فرمایا، میں ایک عام مسلمان ہوں۔ (تحفیل الایمان: ۱۶۶)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہنے والوں کے لیے دُڑوں کی سزا تجویز فرمائی ہے، شیعہ حضرات کی اسامہ الرجال کی معتبر کتاب رجال کشی کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔ سفیان ثوری، محمد بن سکندر، جرہاد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا کہ وہ فرما رہے تھے، اگر میرے پاس کوئی ایسا شخص آئے جو مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دینا ہو تو میں اس کو ضرور دُڑے لگاؤں گا جو کہ بہتان لگانے والے کی سزا ہے۔

(تحفیل الایمان: ۱۶۶، سنن دارقطنی، رجال کشی: ۳۳۸ مطبوعہ کربلا)

اسی کتاب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ موجود ہے کہ ”حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی محبت ایمان ہے اور ان کا بغض کفر ہے“۔ (رجال کشی: ۳۳۸) پھر اعلیٰ حضرت، مدظلہ فرماتے ہیں، محبت علی رضی اللہ عنہ کا بھی تقاضا ہے کہ محبوب کی اطاعت کیجیے (یعنی سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو ساری امت سے افضل مایہ) اور اُس کے غضب اور انہی کو زوں کے استحقاق سے بچئے۔ (اعتقاد الاحباب: ۵۶)

شیعہ حضرات یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ ”یہ ساری باتیں تقیہ کے طور پر کہی گئی تھیں۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرات شیخین کی تعریف محض جان کے خوف اور دشمنوں کے ڈر سے کیا کرتے تھے۔ اگر ایسا نہ کرتے تو ان کی جان کو خطر تھا مگر دلی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرات شیخین کے خلاف تھے۔“

شیعوں کے اس بیان میں قطعاً کوئی صداقت نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو خیر خدا تھے اور مکرورہ حق تھے، اتنے بزدل، مغلوب اور عاجز ہو گئے تھے کہ وہ حق بیان کرنے سے قاصر رہے اور ساری زندگی خوف و محذور میں گزار دی، پھر اسد اللہ الغالب کا لقب کیا معنی رکھتا ہے؟“ (تحفیل

سیدنا علی المرتضیٰ حیدر کرار رحمہ اللہ سے محبت کا دعویٰ کرنے والے آپ کا یہ ارشاد بھی دل کے کانوں سے سن لیں۔

حضرت علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، رسول کریم ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سب سے بہتر ہیں۔ کسی مومن کے دل میں میری محبت اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا بغض کبھی یکجا نہیں ہو سکتے۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۲۲، طبرانی فی الاوسط)

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما اور ائمہ اہل بیت:

امام جعفر صادق رحمہ اللہ اپنے والد امام محمد باقر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص میرے والد امام زین العابدین رحمہ اللہ کے پاس آیا اور بولا، مجھے ابو بکر رحمہ اللہ کے بارے میں کچھ بتائیں۔ آپ نے فرمایا، حضرت ابو بکر صدیق رحمہ اللہ کے متعلق؟ اس نے کہا، آپ انہیں صدیق کہتے ہیں؟

آپ نے فرمایا، تجھے تیری ماں روئے! رسول کریم ﷺ، مہاجرین و انصار صحابہ کرام نے ان کا نام صدیق رکھا ہے اور جو انہیں صدیق نہ کہے، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسکی بات کو سچا نہ کرے۔ یہاں سے چلا جا اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھ۔

دارقطنی رحمہ اللہ نے عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ میں نے امام محمد باقر رحمہ اللہ سے تلواریں کھانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا، اس میں کوئی حرج کی بات نہیں، حضرت ابو بکر صدیق رحمہ اللہ نے بھی اپنی تلوار کھانے کو لایا ہوا تھا۔ میں نے کہا، آپ انہیں صدیق کہتے ہیں؟ فرمایا، ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں اور جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسکی بات کو سچا نہ کرے۔

اسی طرح امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا یہ قول بھی بیان ہوا ہے کہ جیسے میں حضرت علی رحمہ اللہ سے شفاعت کی امید رکھتا ہوں ویسے ہی حضرت ابو بکر رحمہ اللہ سے بھی شفاعت کی امید رکھتا ہوں۔ انہوں نے مجھے دوبار بتایا ہے۔ (الصواعق المحرقة: ۷۸، ۷۹)

دوبار جتنے کا مفہوم یہ ہے کہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی والدہ ام فروہ کے والد کا نام بن محمد بن ابو بکر اور انکی والدہ اسماء بنت عبد الرحمن بن ابو بکر رحمہ اللہ ہیں۔ امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا، جو شخص سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بھلائی کے ساتھ نہ یاد کرے، میں اس شخص سے بالکل بیزار اور انگ ہوں۔ (تاریخ الخلفاء: ۱۹۷)

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس رافضی آئے اور کہا، آپ حضرات شیخین یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بیزاری اظہار کریں تو ہم آپ سے بیعت کر لیں گے۔ آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا، خارجیوں نے سب سے اظہار بیزار کیا مگر سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق وہ کچھ نہ کہہ سکے۔ جبکہ تم لوگوں نے خوارج سے بھی اوپر چھلانگ لگا کر ان دونوں سے بیزار کی اظہار کر دیا۔ اب باقی کون رہا؟ خدا کی قسم! تم نے سب سے بیزار کی اظہار کر دیا ہے۔ (الصواعق المحرقة: ۷۹)

آپ نے یہ بھی فرمایا، میں نہیں جانتا کہ سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے کون بیزار کی اظہار کرتا ہے؟ خدا کی قسم! سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے بیزار کی اظہار کرنا سیدنا علی رحمہ اللہ سے بیزار کی اظہار ہے خواہ کوئی پہلے کرے یا بعد میں کرے۔

دارقطنی رحمہ اللہ نے سالم بن ابی حفصہ سے بیان کیا جو کہ شیعہ ہے مگر ثقہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے امام ابو جعفر محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں دریافت کیا تو دونوں نے یہ جواب دیا، اے سالم! ان دونوں (یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) سے محبت رکھ اور ان کے دشمنوں سے اظہار بیزار کر کیونکہ یہ دونوں امام ہدایت ہیں۔ (الصواعق المحرقة: ۸۰)

اسی سے یہ روایت بھی ہے کہ میں امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے پاس آیا، وہ بیمار تھے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا، ”میں سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے دوستی اور محبت رکھتا ہوں۔ اے اللہ! اگر اس کے سوا میرے دل میں کوئی اور بات ہو تو مجھے قیامت میں رسول کریم ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو۔“ یہ آخری جملہ شیعہ راوی پر اتمام حجت کے لیے فرمایا کیونکہ وہ ایسے اقوال سن کر کہہ دیتے ہیں کہ انہوں نے تقیہ کیا تھا۔ (ایضاً)

جب امام باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ امی باتیں تھیہ کے طور پر کہتے ہیں اور آپ کے دل میں اسکے خلاف باتیں ہیں تو آپ نے فرمایا، خوفِ زندوں سے ہوا کرتا ہے، قبر والوں سے نہیں ہوتا۔ (تحفیل الایمان: ۱۶۸)

امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا، خدا کی قسم! میں ان سے محبت رکھتا ہوں اور میرے علم کے مطابق تمام ہدایت بھی ان دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔ (الصواعق المحرقة: ۸۱)

امام زین العابدین علیہ السلام کا فتویٰ:

امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے اپنے والد حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک گروہ دیکھا جو خلفائے ثلاثہ کو برا کہنے میں مصروف تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا، کیا تم لوہین مہاجرین میں سے ہو جیسے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے؟

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِينِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يُنتَفُونَ فُضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَنُصْرًا مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ○ (الحشر: ۸)

جوابے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے، وہی سچے ہیں۔ (کنز الایمان)

انہوں نے کہا نہیں! ہم وہ لوگ نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا، پھر کیا تم اس آیت کا صدق ہو (جو انصار کی شان میں نازل ہوئی)؟

وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدِّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ غَصَصَةٌ ○ وَمَنْ يُوَفِّ شَخْصًا نَفْسَهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○

”اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا، دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے، اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو (مہاجرین کو ممال غنیمت) دیے گئے، اور اپنی جانوں پر ان (مہاجرین) کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو، اور جو نفس کے لالچ سے بچا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔“ (الحشر: ۹، کنز الایمان)

انہوں نے جواب دیا نہیں۔ امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے فرمایا،

تم نے خود ان دو گروہوں مہاجرین و انصار میں سے نہ ہونے کا اعتراف کر لیا اور میں کو انہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ (الصواعق المحرقة: ۸۱)

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِأُولَٰئِكَ الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ○ (الحشر: ۱۰)

”اور وہ جو ان (مہاجرین و انصار صحابہ کرام علیہم السلام) کے بعد آئے، عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے، اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے رب ہمارے! جیسکے تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔“ (کنز الایمان)

کیونکہ ان آیات میں مومنوں کی تین ہی قسمیں بیان ہوئیں۔ مہاجرین، انصار اور ان کے بعد والے جو ان کے تابع ہوں اور ان کی طرف دل میں کوئی کدورت نہ رکھیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کریں۔ پس جو صحابہ علیہم السلام سے کدورت اور نفص رکھے، رافضی ہو یا خارجی، وہ مسلمانوں کی ان تینوں قسموں سے خارج ہے۔

رب تعالیٰ حق کو سمجھنے کی اور حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے محبوب رسول ﷺ

ان کے ہدایت اور ان کے اصحاب کی سچی محبت اور تعظیم نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ البی الکرم علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ الفضل الصلوٰۃ والسلام۔

مآخذ ومراجع

- ١- قرآن كريم الله تبارك وتعالى جل جلاله
- ٢- كنز الايمان (ترجمه) امام احمد رضا محدث بريلوي (١٣٣٠ هـ)

كتب تاسير

- ٣- تنوير المقياس سيدنا عبد الله بن عباس رضي الله عنهما (٢٨ هـ)
- ٤- جامع البيان امام ابو جعفر ابن جرير الطبري (٣١٠ هـ)
- ٥- معالم التنزيل امام ابو محمد الحسين المغوي (٥١٢ هـ)
- ٦- التفسير الكبير امام فخر الدين محمد الرازي (٦٠٦ هـ)
- ٧- الجوامع لاحكام القرآن امام محمد مالكي القرطبي (٦٦٨ هـ)
- ٨- تفسير حازن امام علي بن محمد حازن (٤٢٥ هـ)
- ٩- تفسير القرآن العظيم امام عماد الدين ابن كثير (٤٤٣ هـ)
- ١٠- الدر المنثور امام جلال الدين السيوطي (٩١١ هـ)
- ١١- روح البيان علامه اسماعيل حقي حنفي (١١٣٤ هـ)
- ١٢- تفسير مطهرى علامه قاضي ثناء الله حنفي (١٢٢٥ هـ)
- ١٣- روح المعاني علامه سيد محمود آلوسي (١٢٤٠ هـ)
- ١٤- جزائن العرفان علامه سيد محمد نعيم الدين (١٣٦٤ هـ)
- ١٥- نور العرفان مفتي احمد يار خان نعيمي (١٣٩١ هـ)
- ١٦- تفسير صياد القرآن جلال محمد كرم شاه الازهرى
- ١٧- تفسير نجوم الفرقان علامه مفتي عبدالرزاق بهترالوي

كتب احاديث وفتوح

- ١٨- مسند الامام الاعظم امام ابو حنيفه نعمان بن ثابت (١٥٠ هـ)
- ١٩- مؤطا للامام مالك امام مالك بن انس المدني (١٤٩ هـ)
- ٢٠- مصنف عبدالرزاق امام عبد الرزاق بن همام (٢١١ هـ)
- ٢١- مصنف ابن ابي شيبة امام عبدالله بن محمد الكوفي (٢٣٥ هـ)
- ٢٢- مسند الامام احمد امام احمد بن حنبل الشيباني (٢٤١ هـ)
- ٢٣- سنن دارمي امام ابو محمد عبدالله دارمي (٢٥٥ هـ)
- ٢٤- الصحيح للبخاري امام محمد بن اسماعيل بخاري (٢٥٦ هـ)

٢٥- الصحيح للمسلم	امام مسلم بن حجاج القشيري (٢٢١هـ)
٢٦- الجايع للترمذي	امام محمد بن عيسى الترمذي (٢٤٩هـ)
٢٧- السنن لابي داود	امام ابو داود سليمان بن اشعث (٢٤٥هـ)
٢٨- السنن لابن ماجه	امام محمد بن يزيد بن ماجه (٢٤٣هـ)
٢٩- مسند المزار	امام احمد عمرو بن عبد الخالق مزار (٢٩٢هـ)
٣٠- السنن للنسائي	امام احمد بن شعيب النسائي (٣٠٣هـ)
٣١- مسند ابو يعلى	امام احمد بن علي التميمي (٣٠٤هـ)
٣٢- صحيح ابن حبان	امام محمد بن حبان التميمي (٣٥٣هـ)
٣٣- المعجم الكبير	امام سليمان بن احمد الطبراني (٣٢٠هـ)
٣٤- المعجم الاوسط	امام سليمان بن احمد الطبراني (٣٢٠هـ)
٣٥- المعجم الصغير	امام سليمان بن احمد الطبراني (٣٢٠هـ)
٣٦- سنن الدارقطني	امام علي بن عمر الدارقطني (٣٨٥هـ)
٣٧- المستدرک	امام محمد بن عبدالله الحاكم (٣٠٥هـ)
٣٨- دلائل النبوة	امام ابو نعيم احمد بن عبدالله (٣٣٠هـ)
٣٩- السنن الكبرى	امام احمد بن حسين البيهقي (٣٥٨هـ)
٤٠- دلائل النبوة	امام احمد بن حسين البيهقي (٣٥٨هـ)
٤١- شعب الايمان	امام احمد بن حسين البيهقي (٣٥٨هـ)
٤٢- مشکوة المصابيح	امام ولي الدين محمد بن عبدالله (٤٣٢هـ)
٤٣- مجمع الزوائد	امام نور الدين علي الهيثمي (٨٠٤هـ)
٤٤- الجايع الصغير	امام جلال الدين السيوطي (٩١١هـ)
٤٥- حصائص الكبرى	امام جلال الدين السيوطي (٩١١هـ)
٤٦- شرح صحيح مسلم	امام يحيى بن شرف نووي (٦٤٦هـ)
٤٧- عمدة القاري	امام بدر الدين عيني حنفي (٨٥٥هـ)
٤٨- فتح الباري	امام احمد بن حجر عسقلاني (٨٥٢هـ)
٤٩- سرقاة شرح مشکوة	علامه علي بن سلطان القاري (١٠١٢هـ)
٥٠- شجرة اللمعات	شيخ عبد الحق محدث دهلوي (١٠٥٢هـ)
٥١- سرة شرح مشکوة	مفتي احمد يار حان نعيمى (١٣٩١هـ)
٥٢- نزهة القاري	علامه شريف الحق امجدى (١٣٢١هـ)

كتب سيرت وتاريخ ومترقة

٥٣- السيرة النبوية	امام عبد الملك بن هشام (٢١٣هـ)
٥٤- الطبقات الكبرى	امام محمد بن سعد الزهري (٢٣٠هـ)

٥٥- فضائل الصحابة	امام احمد بن شعيب النسائي (٥٣٠٣)
٥٦- تاريخ الاسم والملوك	علامه ابو جعفر ابن جرير الطبري (٥٣١٠)
٥٧- استيعاب	حافظ ابو عمرو ابن عبد البر المالكي (٥٣٢٣)
٥٨- كتاب الشفاء	امام قاضي عياض المالكي (٥٣٣٣)
٥٩- تاريخ دمشق الكبير	حافظ ابو القاسم علي ابن عساكر (٥٥٤١)
٦٠- اسد الغله	علامه علي المعروف بابن الاثير (٥٦٣٠)
٦١- الكاسل في التاريخ	علامه علي المعروف بابن الاثير (٥٦٣٠)
٦٢- الرياض النضرة	علامه ابو جعفر احمد الطبري (٥٦٩٣)
٦٣- شفاء السقام	علامه علي تقي الدين سبكي (٥٦٩٦)
٦٤- المدايه والنهايه	امام عماد الدين ابن كثير (٥٦٦٣)
٦٥- شرح عقائد نسفي	علامه سعد الدين مسعود قفازاني (٥٦٩١)
٦٦- تاريخ ابن خلدون	علامه عبد الرحمن ابن خلدون (٥٨٠٨)
٦٧- الاصابه	امام احمد ابن حجر عسقلاني (٥٨٥٢)
٦٨- لسان الميزان	امام احمد ابن حجر عسقلاني (٥٨٥٢)
٦٩- المواهب اللدنيه	علامه احمد بن محمد قسطلاني (٥٩١١)
٧٠- وفاء الوفاء	علامه نور الدين علي سمهودي (٥٩١١)
٧١- تاريخ الخلفاء	امام جلال الدين سيوطي (٥٩١١)
٧٢- الصواعق المحرقة	علامه احمد بن حجر مكي (٥٩٤٣)
٧٣- مدارج النور	شيخ عبد الحق محدث دهلوي (٥١٠٥٢)
٧٤- جذب القلوب	شيخ عبد الحق محدث دهلوي (٥١٠٥٢)
٧٥- تذكميل الايمان	شيخ عبد الحق محدث دهلوي (٥١٠٥٢)
٧٦- ازالة الخفاء	شاه ولي الله محدث دهلوي (٥١١٤٩)
٧٧- ذخيره اثنا عشرية	شاه عبد العزيز محدث دهلوي (٥١٢٢٩)
٧٨- عرفان شريعت	امام احمد رضا محدث بريلوي (٥١٣٣٠)
٧٩- اعتقاد الاحباب	امام احمد رضا محدث بريلوي (٥١٣٣٠)
٨٠- حدائق بخشش	امام احمد رضا محدث بريلوي (٥١٣٣٠)
٨١- الشرف المؤبد	علامه يوسف بن اسماعيل نمهاني (٥١٣٥٠)
٨٢- سوانح كرملا	علامه سيد محمد نعيم الدين (٥١٣٦٤)
٨٣- بهار شريعت	علامه محمد اسجد علي قادري (٥١٣٤٦)

كتب شيعه

- ٨٥- الأصول من الكافي أبو جعفر محمد كليني (٢٢٩هـ)
 ٨٦- التبيان في تفسير القرآن أبو جعفر محمد طوسي (٣٨٥هـ)
 ٨٧- تلخيص الشافعي أبو جعفر محمد طوسي (٣٨٥هـ)
 ٨٨- مجمع البيان أبو علي فضل بن حسن طبرسي (٥٢٨هـ)
 ٨٩- شرح نهج البلاغة كمال الدين ميرزا محمد باقر (٦٤٩هـ)
 ٩٠- رجال كشي أبو عمرو محمد بن عمر (٢١٥هـ)
 ٩١- رجال العميد أبو بكر محمد بن أبي عمير (١١١هـ)

یوں کہا کرتے ہیں سنی داستانِ اہلبیت

از: استاذِ کس مولانا حسن رضا ریلوی علیہ الرحمۃ

باغِ جنت کے ہیں بہر مدحِ خوانِ ہلبیت تم کھڑوہ مار کا اے دشمنِ ہلبیت
کس زباں سے ہو جانِ عزو شانِ ہلبیت مدح گوئے مصطفیٰ ہے مدحِ خوانِ ہلبیت
ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے عیاں آیہِ تقسیم سے ظاہر ہے شانِ ہلبیت
مصطفیٰ عزتِ بڑھانے کے لئے تعظیم دیں ہے بلند اقبالِ حیراِ روزِ شانِ ہلبیت
ان کے گھر میں بے جا زتِ جبرئیل آتے نہیں قدر والے جانتے ہیں قدرِ شانِ ہلبیت
مصطفیٰ بائعِ خریدار اس کا اللہ مشتری خوب چاندی کر رہا ہے کاروانِ ہلبیت
رزم کا میدان بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عیش کربلا میں ہو رہا ہے امتحانِ ہلبیت
کس مزے کی لذتیں ہیں آپ تجھ یار میں خاک و خوں میں لوتے ہیں تشنگانِ ہلبیت
باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا اے زہے قسمتِ تہماری کشنگانِ ہلبیت
حوریں بے پردہ نکل آئی ہیں سرکھولے ہوئے آج کیا حشر ہے برپا میانِ ہلبیت
گھر لٹا جان دینا کوئی تجھ سے میکہ جائے جانِ عالم ہوندا اے خاندانِ ہلبیت
سرشیدانِ محبت کے ہیں بیڑوں پر بلند اور اونچی کی خدانے قدرِ شانِ ہلبیت
دولتِ دیدار پائی پاک جانیں بچ کر کربلا میں خوب ہی چٹکی دوکانِ ہلبیت
اپنا سودا بچ کر بازارِ سودا کر گئے کوئی بستی برائی ناجرانِ ہلبیت
اہل بیتِ پاک سے گستاخیاں بے باکیاں لعنۃ اللہ علیکم دشمنانِ ہلبیت
پھولِ زمیں کے کھلائے ہیں ہوئے دوست نے خون سے سینچا گیا ہے گلستانِ ہلبیت
فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ ہلبیت
کوئی کیوں پوچھے کسی کو کیا غرض اے نیکی آج کیا ہے مریضِ نیم جانِ ہلبیت

ہے ار ب گستاخ فرتے کو سادے اے سن
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہلبیت